بعد یہ رنگ دیکھا کہ عاجزی و درماندگی کے بجائے جنون آمیز جوش و خروش سے خونچکان تلوارین بلند ہین، تو وہ بھی بے جگری سے ٹوٹ پڑے اور فصیل کا مسمار شدہ حصہ مردون کے تودہ سے پٹ کر دہ چند بلند ہوگیا، لیکن بااینہمہ محصورین پامردی سے محاذِ جنگ پر قائم رہے، چنانچہ باوجودیکہ فصیل منہدم ہوچکی تھی، لیکن کہا جاتا ہی کہ بیزنطی لشکر اس پامردی سے مورچے قائم کئے رہا کہ مسلمان بیس ۲۰ دن تک ایک انچ آگے نہ بڑھ سکے،

جب اسلامی سپہ سالار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو ایک دوسری حکمت عملی اختیار کی، فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیا، بیزنطی سپہ سالار بیس ۲۰ دن کی متواتر جنگ سے تھک کر چور ہوگیا تھا، اس لئے اس موقع پر اوس نے منہدم فصیل کے گرد فوج کا ایک دستہ متعین کردیا، اور خود آرام لینے چلا گیا،

فتح سرقوسہ اسلامی سپہ سالار کی یہ حکمت عملی کامیاب ہوئی، مسلمانون نے پھر منجنیق کی باڑھ نشانہ پر لگا دی اور چشم زدن مین اوس محافظ بیزنطی لشکر کا خاتمہ ہوگیا، پھر منجنیق کے گولے عالیشان مکانون کو زمین بوس کرنے لگے اور اوس کے بعد ہی مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر مین گھس پڑے،

اب سرقوسہ کی تمام آبادی مسلمانون کے رحم و کرم پر تھی، لیکن عیسائیون نے مسلمانون کے حسن سلوک سے فائدہ اوٹھانے کے بجائے دیوانگی سے مجنونانہ طرزِ عمل اختیار کیا، یہ مذہبی دیوانے مسلمانون کے سامنے آآکر رسول اکرم صلعم کو سب و شتم کرتے اور حیاتِ جاوید کے خواہان ہوتے، اسلامی فوج مین بھی افریقہ کے وحشی موجود تھے، ان کی بھی مذہبی فریفتگی ضرب المثل ہی، جب آنحضرت صلعم پر (خاکم بدہن) گالیون کی بوچھار ہونے لگی، تو اون مذہبی مجنونون پر یہ مذہبی دیوانے بھی ٹوٹ پڑے، اور تھوڑے ہی وقفہ مین فصیل، قلعے، اور عالیشان مکان کے تودون کے گرد ہزارون کشتون کے پشتے قائم ہوگئے، اور عرب مورخین کی تصریح کے بموجب صرف چند شہری زندہ باقی بچ گئے،

اس موقع پر بیزنطی حکومت کے ایک وفادار صوبہ دار کا تذکرہ کرنا ناانصافی ہوگی، کہ اوس نے حیرت انگیز اولوالعزمانہ بہادری کی مثال قائم کی، وہ ستر چیدہ سپاہیون کو لیکر فصیل کی ایک برج پر چڑھ گیا، اور چوبیس گھنٹہ

تک مقابلہ کرتا رہا، اس کے سر ہوتے ہی سرقوسہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا اور فتح سرقوسہ کی یہ مہم نو ماہ کے محاصرہ کے بعد یوم چہارشنبہ ۱۴؍ رمضان المبارک ۲۶۴ھ کو اتمام کو پہنچی،

مقتولین کی تعداد نو ماہ کی اس طویل جنگ مین رومی مقتولین جنگ کی تعداد عرب مورخین کی تصریح کے مطابق چار ہزار سے زیادہ ہی[1]

مال غنیمت سرقوسہ صقلیہ کے دولتمند ترین شہرون مین تھا، اس لئے یہان حسب موقع مال غنیمت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، عام عرب مورخین لکھتے ہین کہ

"یہان اسقدر دولت و ثروت حاصل ہوئی کہ کسی دوسرے شہر مین حاصل نہین ہوئی تھی"۔

اور ایک چشمدید گواہ تھیودی سیس کا بیان ہی کہ مال غنیمت کی تعداد دس لاکھ بزنطی سکہ تھی، اور اسی کو غالباً صاحب الہلال مصر نے ۲۰۰۰۰۰۰ ریال سے موسوم کیا ہی[2] اس کے علاوہ مسلمانون نے سرقوسہ کے رئیس الاساقفہ اور تین دوسرے راہبون کے ذریعہ گرجا کے مقدس طلائی و نقرئی مرصع ظروف کا سراغ لگایا، جن کا وزن پانچ ہزار پونڈ بتایا جاتا ہے، اب ان کی قیمت صنعت و ندرت کے لحاظ سے جو کچھ بھی قرار پائی ہو،

انہدام سرقوسہ فتح سرقوسہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر دو مہینے یہان مقیم رہا، لیکن شہر قدیم باشندون سے سنسان ہو گیا تھا، سرقوسہ کی شہری آبادی جنگ سے پیشتر ہجرت کر چکی تھی، باشندون مین جسقدر لڑنے والے تھے، اولاً وبا کی نذر ہوئے، اور پھر جو باقی بچے وہ جنگ مین کام آئے، اس لئے فتح سرقوسہ کے بعد یہان بجز مسلمانون

---

[1] یورپین مورخین کا بیان اس سے مختلف ہے، وہ سرقوسہ مین مسلمانون کے مظالم اور قتل و خونریزی کی ایک طویل داستان لکھتے ہین، جو تمامتر مبالغہ آمیز ہے، عرب مورخین مین سے ابن عذاری اور لسان الدین بن الخطیب نے بتصریح یہی تعداد بیان کی ہی، عرب مورخین مقتولین کی تعداد کو کم دکھانے کے عادی نہین، یہ اون کے نزدیک محاسن مین داخل تھا، کہ ان کے خیال مین مقتولین کی کثرت تعداد بھی جوہر شجاعت کا ایک ثبوت تھا،

[2] الہلال مصر ج ۲ نمبر ۵،

کے اور کوئی موجود نہ تھا، موجودہ متغلب صقلیہ اغلب بن محمد نے یہان مسلمانون کو آباد کرنا مناسب نہ سمجھا، پھر اس لئے کہ آیندہ بیزنطی لشکر شہر مین آکر نئے استحکامات کے ساتھ اوس کو دوبارہ کام مین نہ لاسکے اوس نے اوس کے ڈھادینے کا فیصلہ کیا، اور فتحِ سرقوسہ کے دو مہینے کے بعد احمد کے پاس جو اسلامی لشکر کے ساتھ یہان مقیم تھا شہر کے انہدام کا فرمان پہنچا، اور اواخرِ ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ مین اس پرعظمت تاریخی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی جسکی ایک ایک اینٹ صقلیہ مین یونانی اور رومی تہذیب کی آخری یادگار تھی، [1]

بیزنطی بیڑے کی آخری کوشش

انہدام سرقوسہ کے بعد مسلمان ابھی واپس بھی نہین ہونے پائے تھے کہ وہی خطرہ سامنے آگیا، جسکی بنا پر اغلب نے اس کے انہدام کا آخری فیصلہ صادر کیا تھا، چنانچہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا ایک عظیم الشان بیڑا سرقوسہ کی بازیافت کے لئے آتا دکھائی دیا، اسلامی بیڑے نے بڑھ کے مقابلہ کیا، یہ بحری جنگ اس پرعظمت تاریخی شہر کے سلسلۂ محاربات کی آخری کڑی تھی، اسلامی بیڑا اس مین بھی فتحیاب ہوا، چار جہاز قبضہ مین آگئے، اور اوس کے تمام سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور جو باقی رہ گئے، وہ تباہ و برباد ہو کر قسطنطنیہ واپس گئے، [2]

اسلامی لشکر کی مراجعت

اسلامی لشکر اس بحری جنگ کے بعد اواخر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ ۸۷۸ع مین سرقوسہ سے بلرم واپس گیا، [3]

فتحِ سرقوسہ اور حکومت بیزنطی قسطنطنیہ

یہ عجب اتفاق ہے کہ مرکزی حکومت بیزنطی قسطنطنیہ نے موجودہ فرمانروا باسل مقدونی ہی کے عہد مین صقلیہ کے معاملات سے گہری دلچسپی لی، اور خصوصًا سرقوسہ کے بچانے کے لئے دو دو بیڑے روانہ کئے، لیکن صقلیہ مین حکومت بیزنطی کا آخری زوال اسی کے عہد مین پورا ہوا، اور اسی وجہ سے عیسائی مورخین کی طرف سے یہ سب و شتم کا نشانہ بنا، اور کہا گیا کہ فتحِ سرقوسہ کا کارنامہ

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۲۴۷ ۲۴۸ [2] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۲۲۲، [3] ،، واعمال الاعلام یادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۲۴۷ ۲۴۸، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۸،

مسلمانون نے اپنی شجاعت سے انجام نہین دیا، بلکہ یہ واقعہ قسطنطنیہ کے بزدل شہنشاہ باسل مقدونی کی مجرمانہ سستی و تساہل سے وقوع پذیر ہوا،

حالانکہ باسل ہی قسطنطنیہ کا وہ آخری فرمانروا تھا جس نے صقلیہ پر سب سے زیادہ توجہ کی، ۲۵۳ھ ۸۶۷ء مین تخت حکومت پر آیا، اور فوراً ایک زبردست جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جسکو ۲۵۴ھ ۸۶۸ء مین مسلمانون نے اپنی محیر العقول جوانمردی سے شکست دی، پھر باسل نے اندرون صقلیہ مین حکومت اسلامی کے خلاف بغاوت کی عام لہر ڈال دی، جسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، پھر اوس نے سرقوسہ کو اس قدر مستحکم کر لیا، اور بیزنطی لشکر صقلیہ کے حوصلے اس قدر بڑھا لئے کہ ۲۵۵ھ ۸۶۸ء مین اس نے اسی سرقوسہ کی دیوار کے نیچے مسلمانون کو نہایت زبردست شکست دی، لیکن پھر امر واقعہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانون نے بحر روم پر کامل اقتدار حاصل کر لیا، اور باسفورس کے اول و آخر بیڑے کی شکست پر فتح سرقوسہ کے آغاز و انجام کا تماشہ ختم ہوا،

فتح سرقوسہ سے صقلیہ مین گویا حکومت بیزنطی کا وہ پرشکوہ علم جو کئی صدیون تک یہان نہایت جاہ و جلال اور شان و شوکت سے لہراتا رہا، ہمیشہ کیلئے سرنگون ہو گیا، چنانچہ مسٹر اومن باسل کے عہد حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین:

> "اس کے عہد حکومت کے وقایع مین قابل اعتناء واقعہ "صقلیہ کا آخری زوال" ہے، افریقیہ کے عرب جنھون نے میکائل دوم کے عہد حکومت مین جزیرہ پر قدم رکھا تھا، اب ان کی تمام تگ و دو ۸۷۸ء مین سرقوسہ پر حملہ سے اتمام کو پہنچ گئی۔"[1]

اسلامی پیشقدمی کا عارضی التواء

مسٹر اومن کا یہ بیان اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن ابھی جزیرہ مین حکومت بیزنطی کا کچھ نہ کچھ نام و نشان باقی رہ گیا تھا، اور ان اطراف کے چند شہر طبرمین اور قطانیہ وغیرہ حکومت بیزنطی کے علم بردارون مین باقی رہ گئے تھے، لیکن فتح سرقوسہ کے بعد کچھ دنون کے لئے خود عربون نے اپنی پیشقدمی ملتوی کر دی، ورنہ ان شہرون مین سے کسی مین بھی ایسی قوت نہ تھی، کہ وہ اسلامی

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنٹائن ایمپائر) ص ۲۱۴،

حکومت کی پوری طاقت کا مقابلہ کر کے بیز نطی علم کو سربلند رکھتے،

سرقوسہ کی نئی آبادی

سرقوسہ اگرچہ تباہ و برباد کر دیا گیا تھا، لیکن مسلمانون نے اوسکی تاریخی عظمت برقرار رکھنی چاہی اور اسی غیر مسلح بے فصیل شہر مین آکر آباد ہو گئے، جس نے رفتہ رفتہ پھر ایک اچھے خاصے شہر کی حیثیت اختیار کر لی، جسمین مسلم و غیر مسلم تمام قومین آباد تھین، یہان کے باشندون مین اہل علم کی بھی ممتاز جماعت پیدا ہوئی، جنکے تذکرے دوسری جلد مین نظر آئین گے،

باغیانہ حکومت کا خاتمہ

محاصرۂ سرقوسہ کے اثنا مین صقلیہ کی حکومت مین جو اہم انقلاب ہو گیا تھا، اوس سے مسلمانان صقلیہ غافل نہ تھے، لیکن اثنائے محاصرہ مین اس جانب توجہ کرنے مین خانہ جنگی برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا، جس سے اس مہم کو نقصان پہنچتا، اس لئے خاموشی سے سرقوسہ کی مہم کے انجام پانے کا انتظار کرتے رہے، چنانچہ جب سرقوسہ کی یہ مہم انجام پا گئی، تو دو مہینہ کا وقفہ بھی نہین گذرنے پایا تھا، کہ اون متغلبین کے خلاف شورش پیدا ہوئی، اور خود باشندگان صقلیہ نے ماہ محرم ۲۶۵ھ/۸۷۸ء مین اغلب بن محمد، ابو عقال، اور ان کے تمام ساتھیون کو گرفتار کر لیا، اور لوہے کی زنجیرون مین جکڑ کر افریقیہ بھیج دیا، جہان اونھین سزائے موت دیدی گئی،[1]

صقلیہ کے نظام حکومت مین ابتری، ۲۶۵ھ/۸۷۸ء سے ۲۸۹ھ/۹۰۱ء تک دور اختلال اور اوس کے اسباب و نتائج،

اگرچہ صقلیہ کی اس باغیانہ حکومت کا ان سرکشون کے استیصال سے بظاہر خاتمہ ہو گیا، لیکن یہان افریقیہ کے مجرمون کا مستقر بنجانے سے فتنہ و فساد کی ایسی تخم ریزی ہو گئی تھی کہ ایک مدت تک حکومت اغالبہ یہان کامل امن و امان قائم کرنے مین کامیاب نہ ہو سکی، کیونکہ اوس جلاوطن گروہ کے افراد کو جنھین وہان کے معززین و ذی اثر باشندے بھی تھے، صقلیہ کے باشندون مین بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل ہو گئی، یہ لوگ بغاوت کی چنگاریان افریقیہ سے اپنے ساتھ لائے تھے، جلاوطن موالی کی ایک کثیر تعداد ان کے ساتھ تھی، اس لئے انھین اپنے مقصد مین

---

[1] اعمال الاعلام (یادگاری) ج ۲ ص ۱۲۴، ۱۲۵ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹،

یہان بھی بہت جلد کامیابی حاصل ہوگئی، ان لوگون نے اولاً موالی و دیگر جلاوطن لوگون سے مخالفین حکومت کی ایک مستحکم جماعت تیار کرلی اور پھر مسلمانان صقلیہ کے درمیان مختلف جذبات برانگیختہ کرکے اپنی تفرقہ اندازی سے انہین ٹکڑون ٹکڑون مین تقسیم کردیا،

ادہر صقلیہ مین یہ بغاوت انگیزی ہورہی تھی، اور ادہر افریقیہ مین بھی بعض ایسے حالات پیش آگئے کہ ان کا اثر صقلیہ پر نہایت ناخوشگوار پڑا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کو عنان حکومت سنبھالے ہوئے چند سال گذرے تھے کہ وہ ایک دماغی مرض مین مبتلا ہوگیا، اور اسکی طبیعت پر مراق کا اثر پیدا ہوگیا لیکن اس کے باوجود وہ عنان حکومت ہاتھ مین لیے رہا، اور اس کے ادنی اشارے پر بڑے بڑے اکابر سلطنت، امراء، روساء، علماء، اور خود اس کے عزیز و اقارب قتل ہونے لگے، جس سے یہان کے نظام حکومت مین بھی اختلال آگیا، اور جگہ جگہ علم بغاوت بلند ہوگئے، چنانچہ صرف ۲۸۲ھ ۸۹۵ء مین تونس، جزیرہ اربس، باجہ وغیرہ نے کچھ ہی دنون آگے پیچھے باری باری بغاوت کا اعلان کیا، اور پھر اسی طرح سارے افریقیہ مین ایسی بغاوت پھیل گئی، کہ حکومت افریقیہ کے قبضہ و اقتدار مین سمندر کا صرف ساحلی علاقہ اور مشرق مین طرابلس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا، اس سے صقلیہ کے باغیون کو مزید تقویت پہنچی،

علاوہ ازین افریقیہ کے نظام حکومت مین حکومت صقلیہ کی نگرانی ایک خاص حاجب (وزیر) کے سپرد تھی، جب افریقیہ کی وزارت مین ردوبدل ہونے لگا، تو صقلیہ کے عہدۂ ولایت مین بھی عزل و نصب کا سلسلہ جاری ہوگیا، آج ایک حاجب نے صقلیہ پر ایک والی کو مقرر کیا، تو کل کسی دوسرے نے اوس کے عزل کا پروانہ لکھ بھیجا، یا کبھی ایک ہی حاجب نے ایک کا تقرر کیا، پھر کبھی دوسرے حالات سے متاثر ہوکر اوس کی معزولی کا حکم لکھ بھیجا،

نیز انہی دنون حدود حکومت اغلبیہ مین دعوت اسمٰعیلی کی سیاسی تحریک ۲۸۰ھ ۸۹۳ء مین شروع ہوچکی تھی، ان کے دعاۃ مختلف شہرون مین پھیل گئے، ابراہیم کے اوس طرز عمل سے اوسکو مزید تقویت پہنچی حکومت

اغلبیہ کے خلاف مختلف شہرون مین پروپگنڈا جاری ہوگیا اور آخر آیندہ چل کر انھی وجوہ سے حکومتِ اغالبہ کا آفتابِ اقبال ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

مرکزی حکومتِ افریقیہ کے ان حالات کا صقلیہ پر نہایت گہرا اثر پڑا، اوّلاً تقریباً ہر سال صقلیہ کی ولایت مین عزل و نصب ہوا، مختلف قبائلی دشمنیان قائم ہوگئین، ایک شہر کے مسلمان دوسرے شہر کے مسلمانون سے معرکہ آرا ہوگئے، اور صقلیہ کا پورا نظام حکومت اس قدر درہم برہم ہوگیا کہ ابراہیم کو ان تیاریون کے ساتھ اپنے لڑکے ابو العباس کی سرکردگی مین افریقیہ سے یہان فوج بھیجنی پڑی، کہ گویا وہ نئے سرے سے صقلیہ کو فتح کرنے آیا ہے، صقلیہ کا یہ دورِ اختلال ۲۶۵ھ ۸۷۸ء سے ۲۸۷ھ ۹۰۰ء تک بیس بائیس برس تک قائم رہا، اگرچہ اس اثنا مین یہان کے مختلف ولاۃ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، رومی علاقون پر فوجکشیان بھی ہوئین اور بعض مواقع پر غیر معمولی کامیابیان حاصل ہوئین، جنوبی اٹلی پر بھی ایک آدھ مہم روانہ ہوئی، اور حکومتِ بیزنطی سے بحری معرکہ آرائی ہوئی تاہم ان تمام امور کے باوجود صقلیہ مین فتحِ سرقوسہ کے بعد جو امن و امان قائم ہونا چاہئے تھا، غیر مفتوح علاقہ کو جس آسانی سے زیر ہوجانا تھا، اور نظامِ حکومت کو جس مضبوطی سے قائم رہنا تھا، وہ اسی شر انگیز فسادی عنصر کی فتنہ پردازیون، سازشون اور بغاوتون سے مفقود رہا، اور یہی حالات تقریباً بائیس برس تک قائم رہے،

ابو الاغلب بن ابراہیم والی صِقلیہ (۱۲)

۲۶۵ھ
۸۷۸ء

چنانچہ ابراہیم نے صقلیہ کے سرکش متغلبین کے قلع قمع کے بعد یہان کی ولایت پر خود اپنے لڑکے ابو الاغلب کو ۲۶۵ھ ۸۷۸ء مین روانہ کیا، لیکن مخالفینِ حکومت بہت جلد اس کے خلاف شورش پیدا کرنے مین کامیاب ہوگئے، اس لئے ابراہیم نے صقلیہ کے سابق والی حسین بن رباح کو فرمانِ ولایت دیکر

یہان بھیج دیا، اور ابو الاغلب یہان صرف نو ماہ کے قیام کے بعد افریقہ واپس چلا گیا[۱]،

حسین بن رباح والی صقلیہ (۱۳)

سنہ ۲۶۵ھ/۸۷۸ء - سنہ ۲۶۷ھ/۸۸۰ء

فوجکشیان اور بری و بحری معرکہ آرائیان

حسین بن رباح اواخر سنہ ۲۶۵ھ/۸۷۸ء مین صقلیہ پہنچا، یہ ایک آزمودہ کار والی تھا، اس نے برسر حکومت آنیکے بعد مسلمانون سے کسی قسم کا تعارض کیے بغیر رومی علاقہ پر فوجکشی کا سامان کیا، اور سنہ ۲۶۵ھ/۸۷۸ء کے موسم گرما مین ایک فوج اپنی سرکردگی مین لیکر طبرمین وغیرہ کی جانب روانہ ہوا، وہان رومی مقابلہ کے نکلے، اور جنگ شروع ہو گئی، اسلامی لشکر کی یہ پیشقدمی کسی جوش و ولولہ کے ساتھ تو تھی نہین، رومیون نے اون کو پسپا کرنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا کر فرار ہو جائین، کہ یکایک قدم سنبھل گئے، اور مسلمانون کے ایک سخت حملہ کے بعد رومیون کو ہزیمت اوٹھانی پڑی، ان کی ایک کثیر تعداد کام آئی، اور سپہ سالار بھی مارا گیا[۲]،

اس کے بعد اسی زمانہ مین ایک سو چالیس (۱۴۰) جہازون کا ایک بزنطی بیڑا صقلیہ آیا، حسین بن رباح نے ایک اسلامی بیڑا مدافعت مین روانہ کیا، اور ایک خونریز جنگ ہوئی، مسلمانون نے شکست کھائی، اور ان کے چند جہاز بھی رومیون کے قبضہ مین چلے گئے، اور جو باقی بچ گئے بلرم واپس چلے آئے، اور بزنطی بیڑا قسطنطنیہ چلا گیا،

حسین بن رباح نے اس ہزیمت کے جواب مین مختلف دستون کو رومیون کی مختلف سمتون مین

---

[۱] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۴، و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹، ابن عذاری نے ابو الاغلب کے تقرر کا تذکرہ نہین کیا ہے، اسکے بجائے حسین بن رباح کا تقرر متغلب صقلیہ کے واقعہ قتل کے بعد لکھا ہے اور ادھر لسان الدین ابن الخطیب نے اسکے نو ماہ کے قیام کے ذکر کے بعد چند سال کے واقعات چھوڑ دیے ہین، ہم نے حسین کے دور صقلیہ کا زمانہ دونون بیانات سامنے رکھکر متعین کیا ہے۔ [۲] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹

نے بھیج دیا، جو چند مہینون تک رومی علاقہ کو تاخت وتاراج کرتے رہے[۱]،

عزل وجانشینی

تاآنکہ سیاسی آویزشون کی بناپر ۲۶۷ھ/۸۸۰ء مین افریقیہ سے حسین بن رباح کی معزولی کا پروانہ آگیا اور اس کے بجائے حسن بن عباس والی مقرر کیا گیا،

حسن بن عباس والی صقلیہ (۱۴)

۲۶۷ھ/۸۸۰ء - ۲۶۸ھ/۸۸۱ء

رومی مقبوضات پر اسلامی حملے، اور اسلامی مقبوضات پر رومی حملے،

حسن بن عباس ۲۶۷ھ/۸۸۰ء مین صقلیہ آیا[۲]، اور فوجکشی کا سلسلہ جاری کردیا، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات مین بھیج دیے، اور خود ایک بڑا لشکر لیکر قطانیہ پہنچا، اور یہان سے طبرمین کا رخ کیا اور کھیت کے غلّون اور باغ کے درختون کو نقصان پہنچایا، پھر یہان سے ایک غیر معروف مقام بقارہ پہنچا، اور یہان کی زراعت بھی پامال کی، اور اسی قسم کی تاخت وتاراج کے بعد بلرم لوٹ آیا،

اگرچہ حسن بن عباس کی اس مہم سے رومی علاقہ کو نقصان پہنچ گیا تھا، لیکن اسلامی حکومت مین جو ابتری پیدا ہوگئی تھی، اوس سے رومیون کے حوصلے بڑھ گئے تھے، چنانچہ ادھر اسلامی لشکر رومی علاقہ سے واپس آیا، اور اودھر بالکل خلاف معمول اسکے جواب مین رومی دستے بھی اسلامی حدود حکومت مین گھس آئے، اور یہان کے باغون اور کھیتون کو اسی قسم کے نقصانات پہنچائے، جیسے ابھی وہ نقصانات اوٹھا چکے تھے، حسن بن عباس نے اوس کے تدارک کے لئے فوجی دستے متعین کیے، چنانچہ ۲۶۸ھ/۸۸۱ء مین ایک مختصر دستہ ابوثور نامی ایک قائد کی سرکردگی مین جارہا تھا، کہ ایک رومی لشکر اس پر حملہ آور ہوا مسلمانون کی

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۳۲ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹ [۲] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۵۲ واعمال الاعلام دیادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۴ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹،

تعداد بہت تھوڑی تھی، رومی غالب آئے، اور دستہ کے ایک ایک سپاہی کو قتل کر ڈالا، صرف سات مسلمان کسی طرح جان بچا کر بلرم پہنچے،[۱]

اور اس کے بعد ہی حسن بن عباس کی معزولی کی باری آگئی، اور اوس کے بجائے ابو الحسین محمد بن فضل فرمانِ ولایت لیکر صقلیہ پہنچا،

ابو الحسین محمد بن فضل والیِ صقلیہ (۱۵)

۲۶۸ھ ۸۸۱ء

نو حکمتی

ابو الحسین محمد بن فضل ۲۶۸ھ ۸۸۱ء مین صقلیہ پہنچا، اوس کو بھی دو گونہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ایک طرف اوسکے خلاف مخالفینِ حکومت کی خفیہ سازشین، اور دوسری طرف اسلامی حکومت کے خلاف رومیون کی بڑھتی ہوئی حوصلہ مندیان تھین،

اس نے بھی اول امر کو نظر انداز کیا، کہ جب وقت آئے گا، عہدۂ ولایت سے سبکدوش ہو جائے گا اور اپنی تمام توجہ رومیون کے خلاف مبذول کی، رومی گذشتہ سال اسلامی حکومت کے حدود مین تاخت و تاراج کر چکے تھے، علاوہ ازین اپنی منظم کوششون سے طرمین وغیرہ کے علاقہ مین ایک منظم حکومت کی تشکیل مین مصروف تھے، اور اسی سلسلہ مین ان لوگون نے کسی دور افتادہ مقام پر کسی ایک قلعہ کو مستحکم کر کے اپنی فوجی تیاریان شروع کر دی تھین، اور اوسی قلعہ کو صقلیہ مین حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت (مدینة الملك) قرار دیا تھا اور حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے بھی امدادی بیڑے آنے لگے تھے،

محمد بن فضل انہی حالات کی بنا پر اسی سال ۲۶۸ھ ۸۸۱ء مین ایک فوج لیکر قطانیہ روانہ ہوا، اور تاخت و تاراج مین مصروف ہو گیا، اسی اثنا مین قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا پہنچا، اور اوس سے معرکہ آرا ہوا، اس بحری

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۵۲ و صفحہ ۲۵۵،

جنگ میں مسلمان فتحیاب ہوئے، اور بہت سے رومی کام آئے، جنگ کے خاتمہ کے بعد محمد بن فضل طبرمین چلا آیا، اور یہاں کی زراعت وغیرہ کو نقصان پہنچا کر جدید پایہ تخت کی جستجو میں روانہ ہوا، کہ سامنے سے رومیوں کی ایک ٹڈی دل فوج آتی دکھائی دی، دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، اور دونوں میں شدومد کا مقابلہ ہوا، آخر رومیوں کی صفیں ٹوٹیں، اور انھیں کی ہزیمت پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا، رومی مقتولین کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی، محمد بن فضل مقتولین کے سر بلرم لے آیا،

جدید رومی پایہ تخت پر قبضہ اس کامیاب جنگ سے مراجعت کے بعد اس نے رومیوں کے جدید مرکز مدینۃ الملك (شاہی شہر) کا رخ کیا، اس شہر کی فتح میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی، رومیوں کی مرکزی قوت کا اوسی جنگ میں خاتمہ ہو چکا تھا، جو کچھ بچی کھچی فوج رہ گئی تھی، اوس نے مقابلہ کیا، اور اس جنگ میں کام آئی، قلعہ پر قبضہ ہو گیا، جو لوگ زندہ بچ گئے تھے، گرفتار کر لئے گئے، اور ۲۶۸ھ/۸۸۱ء کے اختتام سے پہلے حکومت بزنطی کے اس جدید دار الحکومت کا خاتمہ ہو گیا،

اس کے بعد پھر دوسرے سال ۲۶۹ھ/۸۸۲ء میں رومی علاقہ پر حملہ آور ہوا، فوج کی پہلی منزل قلعہ مطہ قرار پائی، پھر یہاں سے قسطانیہ روانہ ہوئی، یہاں رومیوں سے معرکہ آرائی ہوئی، رومی یہاں بھی کثیر تعداد میں مقتول ہوئے، محمد بن فضل اختتام جنگ کے بعد اسیران جنگ اور مال غنیمت لیکر ماہ ذی الحجہ میں بلرم واپس آگیا،

عزل و جانشینی اس کے بعد محمد بن فضل دوسری مہم کا آغاز نہ کرنے پایا تھا کہ ماہ ربیع الاول ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں اوس کی معزولی کا پروانہ دربار قیروان سے آگیا، اور اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس عہدۂ ولایت پر آیا، [1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۲۵۸، ۲۶۹، ۲۷۹، اعمال الاعلام و ریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۲۷۴، و نہایۃ الارب (رنماری) صفحہ ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۲۵ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۲، اعمال الاعلام میں اس کا نام علی بن ابی الفوارس ہے، ہم نے علی بن محمد بن ابی الفوارس نویری کی تصریح کے مطابق لکھا ہے،

علی بن محمد والی صقلیہ (۱۶)

سنہ ۲۷۰ھ ۸۸۳ء

علی بن محمد خاندان اغالبہ کا ایک رکن تھا، سلسلۂ نسب علی بن محمد بن ابی الفوارس بن عبداللہ بن اغلب ہے، یہ یوم دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۲۷۰ھ ۸۸۳ء مین صقلیہ آیا، لیکن اس کا دور حکومت بھی محض چند روزہ ثابت ہوا، اور چند ہی مہینے بعد اسی سال ماہ رمضان مین اوس کی معزولی کا پروانہ قیروان سے آگیا، اور صقلیہ کی باگ حسین بن احمد کے ہاتھ مین آگئی، [1]

حسین بن احمد والی صقلیہ (۱۷)

سنہ ۲۷۰ھ ۸۸۳ء سنہ ۲۷۱ھ ۸۸۴ء

فوجکشی حسین بن احمد سنہ ۲۷۰ھ ۸۸۳ء مین صقلیہ آیا، اور اسی سال رمطہ پر فوجکشی کی، اور مال غنیمت اور قیدی لیکر بلرم واپس آیا،

والی صقلیہ کی وفات، پھر کچھ دنون کے بعد بیمار پڑا، اور ماہ شعبان سنہ ۲۷۱ھ ۸۸۴ء مین وفات پائی، اور اسکے بعد سوادہ بن محمد کو ولایت صقلیہ پر بھیجا گیا، [2]

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۹۲ و اعمال الاعلام در یادگار مضامین ج ۲ ص ۷۴، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۶۲ عجب اتفاق ہے، کہ لسان الدین ابن الخطیب نے حسین بن احمد کے بجائے حسین بن رباح لکھا ہم نے ابن عذاری اور ابن اثیر کی روایت قبول کی ہے، اس لئے کہ حسین بن رباح ۲۶۵ھ مین آیا، اور ۲۶۷ھ مین معزول ہو چکا ہے، لسان الدین نے اس موقع پر اس کا ذکر نہین کیا ہے اس لئے خیال ہوا، کہ شاید اسی سے اسکو التباس ہوا ہو، اور حسین بن احمد کے بجائے حسین بن رباح لکھ گیا ہو، [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۹۲۔

سوادہ بن محمد والیِ صقلیہ (۱۸)

سنہ ۲۷۱ھ ۸۸۴ء - سنہ ۲۷۳ھ ۸۸۶ء

سوادہ سابق مقتول والیِ صقلیہ خفاجہ بن سفیان کا پوتا اور محمد بن خفاجہ کا لڑکا تھا، ۲۷۱ھ ۸۸۴ء مین صقلیہ پہنچا،

فوجکشی اور رومیوں سے صلح

عنانِ حکومت سنبھال کر رومی علاقہ پر فوجکشی کی، اور طبرمین پر حملہ آور ہوا، یہان اس علاقہ کو تخت و تاراج کر رہا تھا، کہ حاکم طبرمین نے ایک پیغام بھیج کر کچھ دنون کے لئے فوجکشی ملتوی کر دینے کی درخواست پیش کی اور معاوضہ مین تین سو مسلمان قیدی رہا کرنے کا عہد کیا، سوادہ نے شرط منظور کر لی، اور تین مہینہ کے لئے فوجکشی ملتوی ہو گئی، اس معاہدہ سے رومیون کو ایک فصل کا غلہ گھر مین مل گیا، اور اسلامی حکومت کو تین سو مسلمانون کو رہا کرانے کا موقع ملگیا،

اس کے بعد سوادہ نے تین مہینہ کی وقفہ کے بعد دوبارہ فوجکشی کی، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات مین پھیل گئے، اور قتل و نہب مین مصروف ہو گئے، اور جب مال غنیمت اور قیدی جمع ہو جاتے، تو بلرم لوٹ آتے،

جنوبی اٹلی کے دو اسلامی شہرون پر بیزنطی قبضہ

اس کے بعد اسی سال ۲۷۲ھ ۸۸۵ء مین ایک بیزنطی بیڑا قسطنطنیہ سے ایک امیر البحر نجفور (NiCEFORO) کی سرکردگی مین اٹلی پہنچا، اور ایک اسلامی شہر سبرینہ (SEVERiNA) کا محاصرہ کیا، مسلمانان شہر مقابلہ سے عاجز تھے، اس شرط پر شہر حوالہ کر دینے کی درخواست کی، کہ انھین امن و امان سے صحیح و سالم صقلیہ چلے جانے کی اجازت دیدیجائے، نجفور نے شرط منظور کر لی، مسلمان شہر خالی کر کے صقلیہ چلے آئے اور شہر پر بیزنطی علم لہرانے لگا،

اس کے بعد اوس نے ایک دوسرے شہر منتیہ (AMAN TEA) کا رخ کیا، یہان بھی مسلمانون نے معمولی محاصرہ کے بعد شہر حوالہ کر دیا، اور امن و امان سے بلرم چلے آئے، اور اس پر بھی بزنطی علم لہرانے لگا،[1]

والیِ صقلیہ کی گرفتاری

اس کے بعد صقلیہ مین حسب معمول، والی کے خلاف بغاوت ہوئی، اور باغی، سوادہ پر قابو پانے مین کامیاب ہوگئے اس مرتبہ ان لوگون نے پہلے سے کسی قدر زیادہ جرأت کی، اور سوادہ اور اسکے عزیز و اقارب اور اوس کے حاشیہ نشین امرائے صقلیہ یعقوب بن بکر وغیرہ کو گرفتار کر لیا، اور سب کو ماہ رجب سنہ ۲۷۳ھ ۸۸۶ء مین افریقیہ روانہ کر دیا، اور صقلیہ کی حکومت کا نظم و نسق عارضی طور پر ابو العباس بن علی کے ہاتھ مین آگیا،[2]

ابو مالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی والیِ صقلیہ (۱۹)

سنہ ۲۷۴ھ ۸۸۷ء - سنہ ۲۷۸ھ ۸۹۱ء

ابو مالک احمد بن عمر بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اغلب سوادہ کے بجائے صقلیہ کی ولایت پر بھیجا گیا، وہ اس سے پہلے بھی اس عہدہ پر مامور ہو چکا تھا، اب دوبارہ ماہ صفر سنہ ۲۷۴ھ ۸۸۷ء مین یہان پہنچا،

فوجکشی اور فتوحات

اس نے موسم گرما مین طبرمین، قطانیہ اور مطہ وغیرہ پر فوجکشی کی، اور سلب و نہب اور زراعت کے پائمال کرنے مین کامیابی حاصل کی،[3] پھر سنہ ۲۷۵ھ ۸۸۸ء مین رومی مقبوضات مین ایک دوسری فوجکشی کی اس مین برّی و بحری دونون لڑائیان پیش آئین، رومیون کو ہزیمت ہوئی، ان کے سات ہزار سے زیادہ آدمی برّی جنگ مین کام آئے، اور اسی طرح بحری جنگ مین تقریباً پانچ ہزار رومی غرقاب ہوئے، اور اسلامی لشکر رومی مقبوضات مین مال غنیمت اور قیدی جمع کرنے مین مصروف رہا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۹۵، [2] اعمال الاعلام، در یادگاری ج ۲ ص ۴۷۴، و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۶۳، [3] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۵،

ابومالک کی یہ پہلی فوجکشی نتیجہ خیز ثابت ہوئی، دشمنون کی اس قدر کثیر فوج کی بربادی کے علاوہ رومی مقبوضات کا ایک وسیع علاقہ اسلامی قبضہ و اقتدار مین داخل ہوگیا، ابن عذاری لکھتا ہے،

حتی اخلا الروم کثیرا من المدائن	یہان تک کہ رومیون نے ایسے بہت سے شہر اور قلعے
الحصون التی تجاور المسلمین	خالی کردئے جو اسلامی سرحد کے قریب واقع تھے،

اس کے بعد اوس نے جنوبی اٹلی پر بھی توجہ کی، اور سبرینہ و منتیہ کے زوال کا انتقام لینا چاہا، لیکن کسی شہر پر اقتدار حاصل نہین ہوا، صرف مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آیا،[1]

پھر دوسرے سال طبرمین پر دوبارہ فوجکشی ہوئی، لیکن معمولی محاصرہ کے بعد فوج واپس آگئی،[2]

صاحب افریقیہ کا قتل اور ولایت صقلیہ مین عزل و نصب

اسی اثنا مین ابراہیم فرمانروائے افریقیہ نے نصر بن صمصامہ حاجب (وزیر) کو اس کے عزیز و اقارب سمیت کسی سبب سے قتل کرا دیا، اور اوس کے بجائے حسن بن نافذ کو اس عہدہ پر مقرر کیا، اور ولایت صقلیہ کی نگرانی اسی کے سپرد ہوئی،

حسن بن نافذ نے ولایت صقلیہ کے اہتمام کا جائزہ لینے کے بعد سب سے پہلے والی صقلیہ ابو مالک کی معزولی کا پروانہ لکھا چنانچہ ۲۷۸ھ/۸۹۱ع مین وہ معزول کیا گیا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابو الحسین محمد بن فضل کو اس عہدہ پر مقرر کرکے صقلیہ روانہ کیا گیا،[3]

---

[1] البیان المغرب ج ۱ و ماری حوادث ۲۷۵ھ، [2] (ترجمہ اردو) ص ۱۶۳، البیان المغرب ج ۱ ترجمہ اردو ص ۱۴۶، ابن عذاری نے سوادہ بن محمد کو اس زمانہ مین امیر صقلیہ بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہین ہے، خود ابن عذاری سوادہ بن محمد کے خلاف بغاوت پھیلنے اور اوسکے افریقہ بھیجنے کی روایت ۲۷۳ھ مین لکھ چکا ہے، ابن عذاری کے اس بیان کے رو سے اسکے بعد علی بن ابی العباس باشندگان صقلیہ کے انتخاب سے والی ہوا تھا، لیکن پھر صحیح روایت کے رو سے ۲۷۴ھ مین ابو مالک افریقیہ سے بھیجا گیا، اور وہی اسوقت تک اس عہدہ پر تھا، [3] نہایۃ الارب نویری باب اخبار افریقیہ و المغرب حوادث ۲۷۸ھ و آماری ص ۱۴۵، نویری نے واقعہ قتل کو ۲۷۸ھ مین لکھا ہے، اور اسی سال ولایت صقلیہ مین اس تبادلہ کا تذکرہ کیا ہے، اور اسی طرح ابن عذاری نے اگرچہ واقعہ قتل کو ۲۷۸ھ مین بیان کیا ہے، لیکن محمد بن فضل کے تقرر کو ۲۷۹ھ مین لکھا ہے، اور لسان الدین ابن الخطیب نے صرف ابو مالک کی معزولی اور محمد بن فضل کے تقرر کا تذکرہ کیا ہے، کسی سنہ کی تعیین نہین کی ہے۔

ابوالحسین محمد بن فضل والیِ صقلیہ (۲۰)

۲۷۹ھ تا ۲۸۴ھ / ۸۹۲ء تا ۸۹۷ء

محمد بن فضل ۲ صفر ۲۷۹ھ/۸۹۲ء کو دارالحکومت بلرم مین داخل ہوا، اس کے تقرر سے صقلیہ کے رومیون مین انتشار پیدا ہوا، اوس نے اپنے پچھلے دورِ حکومت مین بری طرح ان کا قلع قمع کیا تھا، چنانچہ اس مرتبہ بھی اس نے عنانِ حکومت ہاتھ مین لے کر رومی علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا، اور رومیون نے اس سے پناہ مانگ کر صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور ۲۸۲ھ/۸۹۵ء مین ایک معاہدہ پر طرفین کی رضامندی ثبت ہوگئی، جس کے رو سے تین برس چار مہینے کیلئے فوجی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا، اور اوس کے معاوضہ مین ایک ہزار مسلمان قیدی آزاد ہوئے، اور اسلامی حکومت نے بطور ضمانت تین تین مہینے کے لئے عرب و بربر کے چند اشخاص باری باری طرفین مین بطور یرغمال بھیجنے کا عہد کیا،[1]

باشندگانِ صقلیہ کی سرکشی اور والی کا عزل و نصب

رومیون نے اسلامی حملہ سے بچنے کے لئے صلح کی سلسلہ جنبانی کی تھی لیکن محمد بن فضل نے اس کو بطیبِ خاطر اس لئے منظور کر لیا، کہ اس زمانہ مین صقلیہ کے داخلی سیاسیات کا مطلع نہایت غبار آلود ہو گیا تھا، چنانچہ معاہدۂ صلح کے منعقد ہوتے ہی یہان کے شورش پسندون کی فتنہ پردازی و بغاوت انگیزی کے روکنے کی کوشش کرنے لگا، اور تقریباً ڈیڑھ دو سال امن و امان سے گذار لے گیا، کہ موجودہ حاجب افریقیہ احمد بن نافذ نے اوس کو معزول کر کے صقلیہ کی عنانِ حکومت اپنے لڑکے حسن کے سپرد کر دی،

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صـ ۱۷۶ ،

حسن بن احمد والیِ صقلیہ (۲۱)

۲۸۴ھ ۲۸۵ھ
۸۹۷ء ۸۹۸ء

بغاوت اور قبائلی جنگ کا آغاز

حسن بن احمد نے ۲۸۴ھ ۸۹۷ء مین عنانِ حکومت سنبھالی، صقلیہ مین بغاوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس کے فرو کرنے مین کامیاب نہین ہوا، اور ۲۸۵ھ ۸۹۸ء مین حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند ہو گیا، اور اوسی سے مسلمانون مین باہمی قبائلی جنگ بھی چھڑ گئی،

مقابل کی دو جماعتین دو قومون اور قبیلون کا علم اپنے اپنے ہاتھ مین لیے ہوئے کھڑی ہو گئین، ایک طرف **قبائلِ بربر** ابراہیم فرمانروائے افریقہ کے کشتگانِ ظلم سے اظہارِ ہمدردی مین مجبر ہین حکومت کی قوت و نشہ سے حکومتِ اغلبیہ کے الٹنے کی فکر مین مصروف تھے، اور دوسری طرف **قبائلِ عرب** اغالبہ کی حمایت مین شمشیر بکف میدان مین تھے،

باغیون کے اصل سرغنہ ابو الحسن بن یزید اور اوس کے فتنہ پرداز لڑکے تھے، اور انہی کے ساتھ ایک شخص حضرمی نامی بھی تھا، چنانچہ انہی کی سرکردگی مین عرب و بربر کی باہمی تیغ آزمائی شروع ہو گئی،

ابراہیم اگرچہ مرضِ مراق مین مبتلا تھا، تاہم ہوش و خرد کا دامن ہاتھ سے نہین چھٹا تھا، اوس نے بغاوت کی خبر سن کر باشندگانِ صقلیہ کے نام ایک فرمان صادر کیا، جسمین اولاً تمام باغیون کو مطیع ہو جانے کی دعوت دی، اور اس کے صلہ مین عفوِ عام کا اعلان کیا اور نیز باغیون کے سرغنہ ابو الحسن اور حضرمی اور ابو الحسن کے لڑکون کو گرفتار کر کے افریقیہ طلب کیا،

قیامِ امن

ابھی تک پورے طور پر باغیون مین باہمی تنظیم نہین ہوئی تھی، اور نہ ابو الحسن وغیرہ نے اس قدر ہردلعزیزی حاصل کی تھی کہ بطل پرستی کے جذبہ سے فرمانِ سلطانی کو رد کر دیا جاتا، چنانچہ لوگون نے مسرت سے

فرمان سلطانی کو قبول کر لیا، اور ابو الحسن وغیرہ گرفتار کر کے افریقیہ بھیج دیئے گئے،

ان مین سے ابو الحسن کو زہر کا پیالہ پلا کر ہلاک کیا گیا، اور درس عبرت کے لئے اوسکی لاش مصلوب کر دیگئی، پھر اوس کے دونون بیٹے قتل کئے گئے، حضرمی کچھ دنون ابراہیم کی مصاحبت مین رہ چکا تھا، اوسنے اس موقع پر اوس سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور کوئی ہنسنے ہنسانے کی حرکت کی ابراہیم نے ڈانٹ کر کہا، "یہ مذاق کا موقع نہین، اور پھر اس جرم کی پاداش مین یہ حکم دیا کہ ڈنڈون سے پیٹ کر ہلاک کیا جائے[1].

عزل وجانشینی

اسی اثنا مین ابراہیم نے موجودہ والی صقلیہ حسن بن احمد کو برقرار رکھنا مناسب نہین سمجھا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابو مالک احمد بن عمر کو مامور کیا[2]،

ابو مالک احمد بن عمر والی صقلیہ (۲۲)

۲۸۵ھ ۲۸۷ھ
۸۹۸ء ۹۰۰ء

بغاوت اور حکومت کی شکست،

اگرچہ اوس فرمان سلطانی سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہوگئی تھی، لیکن جب ابو مالک نے تیسری مرتبہ عنان حکومت ہاتھ مین لی، تو باغیون نے پھر سر اوٹھایا، اور یہ بغاوت پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ دار الحکومت بلرم پر بھی باغیون کا قبضہ ہو گیا، اور ابو مالک بے دست

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۹۷، ۱۰، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۴۹، ابو مالک کے تقرر کا تذکرہ صرف ابن اثیر نے کیا ہے، لسان الدین ابن الخطیب جو تمام ولاۃ کے عزل ونصب کو مفصل لکھتا آیا ہے، خاموش ہے، لیکن بالکل اسی طرح ابن اثیر نے بجز ابو مالک کے اس زمانہ کے دوسرے ولاۃ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، اور پھر ابو مالک کا زمانہ بھی صحیح طور پر مقرر نہین کیا جا سکتا، ہم نے صرف قیاس سے تمام روایتون کو سامنے رکھ کر اس کا زمانہ قیام متعین کیا ہے، کیونکہ لسان الدین ابن الخطیب جو تمام بیان کے روسے حسن بن احمد سنہ ۲۸۴ھ مین صقلیہ آیا، اور ابن اثیر کے بیان کے روسے ابو مالک سنہ ۲۸۷ھ تک صقلیہ کی ولایت پر مامور تھا، اور صقلیہ کی بغاوت سنہ ۲۸۵ھ مین ہوئی ابو مالک اسی کے بعد یہان آیا ہے اس لئے اس کا زمانہ قیام قیاساً سنہ ۲۸۵ھ سے سنہ ۲۸۷ھ قرار پایا ہے،

ویا وہان سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، بغاوت کی لہر اکثر شہرون مین دوڑ گئی، صرف چند شہر حکومت کے وفادار رہے، انہی مین ایک جرجنت تھا، چنانچہ بلرم سے حکومت کے جو ہوا خواہ فرار ہوئے، اونھون نے یہین آکر پناہ لی، اور اسی شہر کو حکومت کا مرکز قرار دیا، اس لئے باغیون نے اس کا رخ کیا، اور ان دونون شہرون کے باشندون مین جرجنت کے سامنے معرکہ کارزار گرم ہوگیا،

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس مرتبہ باغیون کو یہ قوت محض ابومالک کی نااہلیت سے حاصل ہوئی، اس لئے ابراہیم نے بہت جلد اوس کو وہان سے بلا لینے کا فیصلہ کیا، اور اوس کے بجائے اپنے اولوالعزم شاہزادے ابوالعباس کو نامزد کیا، جو افریقیہ کا ہونے والا تاجدار تھا، اور ابھی افریقیہ مین بغاوت فرو کرنے کی اہم خدمات انجام دیچکا تھا، چنانچہ وہ اعلیٰ پیمانہ پر صقلیہ کی روانگی کی تیاریان کرنے لگا،[1]

ابوالعباس بن ابراہیم والی صقلیہ (۲۳)

۲۸۷ھ – ۲۸۹ھ
۹۰۰ع – ۹۰۱ع

صقلیہ کی روانگی کی تیاریان

ابوالعباس صقلیہ کے نازک ترین لمحہ مین عہدۂ ولایت کی اس مشکل خدمت کو انجام دینے کیلئے مامور ہوا تھا، اسی مناسبت سے اس کے لئے نہایت اہم جنگی تیاریون کا اہتمام کیا گیا، اور فوج بہم پہنچانے اور بیڑے تیار کرنے مین اس شان وشوکت کا اظہار ہوا گویا وہ نئے سرے سے فتح صقلیہ کیلئے جا رہا ہے،

ورود طرابنش

چنانچہ اس لشکر مین افریقیہ کے بہترین کارآزمودہ سپاہی یکجا کئے گئے، جو ایک سو بیس (۱۲۰) جہازون پر افریقیہ سے سوار ہوئے، علاوہ ازین چالیس جنگی جہاز ان کے ماسوا تھے، یہ عظیم الشان بیڑا ماہ شعبان ۲۸۷ھ / ۹۰۰ع مین صقلیہ کے مشہور بندرگاہ طرابنش مین لنگر انداز ہوا،

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ ص ۴۷۵، وابن اثیر ج ۷ ص ۳۴۹،

بغاوت کی لہر صقلیہ کے تمام شہرون مین دوڑ گئی تھی، اس لئے طرابنش کا بھی محاصرہ کرنا پڑا، لیکن بغیر کسی قسم کی خونریزی کے شہر پر قبضہ ہوگیا، اور چند دن کے لئے یہی شہر اسلامی حکومت صقلیہ کا عارضی دار الحکومت بنگیا،

باغیون کا وفد ابو العباس کی خدمت مین

بلرم کے باغی اسوقت اہل جرجنت سے معرکہ آرا تھے، شاہی فوج کی آمد کی خبر سنتے ہی سراسیمہ بلرم لوٹ آئے، باشندگان بلرم مین ابو العباس کے لشکر جرار سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی، اسلئے ابو العباس کو فوری طور پر کسی طرح بہ لطائف الحیل راضی کرنا چاہا، کہ شاہی فوج سے صف آرائی کا موقع نہ آنے پائے، اور اوس کو اپنی وفاداری کا یقین دلا کر عام معافی کا فرمان حاصل کرلیا جائے، اور پھر جو حالات پیش آئین، اونھین کے مطابق کوئی حکمت عملی اختیار کیجائے، چنانچہ اسی غرض سے بلرم کے معززین واکابرین کا ایک وفد قاضی صقلیہ کی سرکردگی مین ترتیب دیا گیا، جسنے ابو العباس کی خدمت مین حاضر ہوکر اپنے معروضات پیش کئے، اور اپنی بغاوت، غداری اور جرجنت پر فوجکشی وغیرہ پر معذرت کی، اور آیندہ کے لئے کامل اطاعت و انقیاد اور وفاداری کا یقین دلایا، ابو العباس یہ معروضات سن کر خاموش ہورہا اور کسی دوسرے وقت جواب دینے کا وعدہ کیا، کیونکہ اسی اثنا مین اہل جرجنت کے پُرامن شہریون کا ایک وفد بھی پہنچ چکا تھا، اسلئے اوس سے بھی تبادلہ خیالات کرلینا ضروری تھا،

چنانچہ بلرم کے وفد کی باریابی کے بعد اہل جرجنت رازدارانہ طور پر ابو العباس کے پاس پہنچے اور اہل بلرم کے اصل مقصد سے اوسکو آگاہ کیا، کہ یہ باغیون کی وقتی حیلہ جوئی ہے، ان مین ابھی تک حکومت کی اطاعت وانقیاد کا کوئی جذبہ پیدا نہین ہوا ہے، اور اس وفد کی ساری کارروائی تمامتر سازش ونمائش پر مبنی ہے، اسی کے ساتھ جرجنت والون نے اہل بلرم کے حسن نیت کا پتہ چلانے کیلئے ابو العباس کو یہ مشورہ دیا کہ ارکان وفد سے بطور آزمایش بلرم کے فلان فلان اشخاص یہان طلب کئے جائین،

اگر وہ لوگ بلا تامل یہان آجائین تو ان کی عام اطاعت قبول کرلی جائے، ورنہ سازش کا راز از خود افشا ہوجاتا ہے، چنانچہ ابوالعباس نے اسی مشورہ کے مطابق اہلِ وفد کو جواب دے دیا، اور وہ چند اشخاص بلرم سے طلب کئے گئے،

باغیون کی سرکشی

باشندگان جرجنت کا گمان صحیح نکلا، بلرم کے وہ سربرآوردہ اشخاص طرابنش آنے کے بجائے وہین علانیہ مخالفت پر کمربستہ ہوگئے، جب ابوالعباس کو اس کی خبر ملی تو بطور حفظ ماتقدم بلرم کے اوس وفد کے تمام ارکان کو حراست مین لے لیا، اور پھر اسی وفد کے رئیس قاضی صقلیہ کی سرکردگی مین افریقیہ کے چند معززین کو بلرم روانہ کیا، کہ وہ اہلِ شہر کو راہ راست پر لائین لیکن اس جماعت کی کوشش بھی ناکام رہین، بلکہ باغیون نے ان اکابرِ بلرم کی گرفتاری کے انتقام مین افریقیہ کے اوس صلح جو گروہ کو گرفتار کرلیا، اور ابوالعباس کے خلاف طرابنش پر حملہ آوری کی تیاریان کرنے لگا،

ابوالعباس کے خلاف فوجکشی،

باغیون کا لشکر ۱۰ شعبان ۲۸۷ھ ۹۰۰ء کو بلرم سے روانہ ہوا، لشکر کی کمان مسعود باجی نامی ایک سرخیل جماعت کے ہاتھ مین تھی، ان باغیون کے ساتھ صقلیہ کی ایک شورہ پشت جماعت بھی بڑی تعداد مین رکمونیہ نام ایک شخص کی سرکردگی مین شریک تھی،

طرابنش گو صقلیہ کا ایک حصہ تھا، لیکن جغرافی حیثیت سے وہ جزیرہ سے بالکل جدا تھا، صرف زمین کی ایک پتلی سی چٹ دونون کو ملائے ہوئے تھی، ان جغرافی حالات کی بنا پر باغیون نے اپنا لشکر دو حصون مین تقسیم کیا، تیس ۳۰ جہازون کا ایک بڑا ساحل ساحل ہوتا ہوا طرابنش بھیجا گیا، اور لشکر کا بقیہ حصہ جو کثیر تعداد پر مشتمل تھا خشکی کے راستہ سے روانہ ہوا، لیکن تائید ایزدی سے باغیون کا بیڑا بلرم سے کچھ ہی دور نکلا تھا کہ سمندر مین طوفان آگیا، اور اکثر جہاز غرقاب ہوگئے، اور جو باقی بچے وہ نامراد بلرم لوٹ آئے، لیکن بری فوج نہایت تیزی سے کوچ کرتی ہوئی طرابنش پہنچی، یہان شاہی فوج بھی پہلے سے تیار تھی، باغیون کے پہنچتے ہی دونون کی بالمقابل صفین قائم ہوگئین،

معرکہ آرائی اور باغیون کی پسپائی،

ان دونون فوجون کا پہلا مقابلہ ۱۲ شعبان کو پیش آیا، دونون طرف کے مسلمان سپاہی کام آئے لیکن یہ جنگ کسی نتیجہ پر نہین پہنچ سکی، پھر دوسرے دن ۲۲ شعبان کو علی الصباح میدانِ کارزار گرم ہوگیا، دیر تک لڑائی کا سلسلہ قائم رہا جب عصر کا وقت آیا، تو باغیون مین کچھ سراسیمگی پیدا ہوئی، اور پسپا ہو کر فرار ہوئے، ابو العباس نے تعاقب کا حکم دیا، اور شاہی فوج نقشِ قدم پر چل کھڑی ہوئی، اور ادھر سمندر کے راستہ سے شاہی بیڑے نے بھی بلرم کا رُخ کیا، اور بلرم پہنچ کر بری و بحری محاصرہ کر لیا گیا،

بلرم کا محاصرہ

باغی قلعہ بند ہوگئے، اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر کچھ دیر لڑتے، اور پھر شہر کے دروازے بند کر لیتے یہی سلسلہ ۱۰ رمضان تک جاری رہا، دسوین تاریخ کی فیصلہ کن جنگ مین دونون طرف سے سہ پہر تک بے پناہ تلوار چلی اور سہ پہر کے بعد باغیون مین انتشار پیدا ہوا، اور پسپا ہونا شروع ہوے، شاہی فوج آگے بڑھی اور تعاقب کرکے مغرب تک تہ تیغ کرتی رہی، بہت سے باغی کام آئے، اور شاہی لشکر بعض شہر پر قابض ہوکر بلرم کے باغات اور نزہت گاہون مین پھیل گیا، اور ان مقامات مین باغیون کا جو کچھ سرمایہ تھا، اوسکو لوٹ لیا،

باغیون کی ناکامی اور رؤساؤن کا فرار ہونا،

اب باغیون کو اپنی کامیابی کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی، اس لئے ان مین کے جو سرغنہ اور ممتاز افراد تھے، کسی طرح موقع پاکر اپنے تمام اہل و عیال کو لے کر بلرم سے فرار ہوگئے، اور ان مین سے اکثر رومی مقبوضات کے صدر مقام طبرمین مین جاکر پناہ گزین ہوئے، اور بعضون نے صقلیہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا، چنانچہ رکمونیڈو اُسکے ساتھ جسقدر جنگجو اور شورہ پشت اشخاص تھے، وہ سب کے سب صقلیہ سے نکل کر حکومت بزنطی کے پایہ تخت قسطنطنیہ چلے گئے،

بلرم مین داخلہ

ان لوگون کے فرار ہونے کے بعد بلرم کے پرامن شہری ابو العباس کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اہلِ شہر کے لئے امن و امان کا فرمان حاصل کیا، اور اوس کے بعد وہ ۲۰ رمضان ۲۸۷ھ کو

شہر مین داخل ہو گیا،

باغیون کے سرغناؤن کی گرفتاری،

شہر مین پہنچنے کے بعد اوس نے سب سے پہلے باغیون کے سرغناؤن کو تلاش کیا، اگرچہ اصل مجرم فرار ہو چکے تھے، تاہم معززین و رؤساے شہر مین ایسے اشخاص اب بھی باقی رہ گئے تھے، جنھون نے بغاوت مین کچھ نہ کچھ حصہ لیا تھا، ابو العباس نے ان سب کو گرفتار کر کے اپنے باپ ابراہیم کے پاس افریقیہ بھیج دیا،

مفرورین کا تعاقب

اس کے بعد ابو العباس نے دیگر مفرورین کے تعاقب مین طبرمین پر لشکرکشی کی، رومیون نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، اور شہر پناہ کے نیچے معرکہ آرائی ہوئی، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، پھر اسلامی لشکر اس علاقہ کے باغون کے درختون کو برباد کرتا قطانیہ چلا گیا، اور پھر وہان سے بے نیل مرام بلرم واپس آیا،

جزیرہ مین کامل امن و امان

ابو العباس جس مقصد کے لئے صقلیہ گیا تھا، اس مین اسکو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اس نے فتنہ و فساد کی پورے طور پر بیخکنی کر دی، اور اب سارے جزیرہ مین امن و امان کا کامل دار دورہ ہو گیا،

اس کے بعد ابو لعباس چند ماہ کے لئے دار الحکومت بلرم مین مقیم رہ کر ملکی نظم و نسق مین مصروف ہو گیا،[1]

جنوبی اٹلی پر تاخت،

جب جزیرہ مین سخت خونریزی کے بعد کامل امن و امان ہو گیا، اور پھر چند ماہ مین ملکی نظم و نسق بھی درست ہو گیا، تو ابو العباس نے جنوبی اٹلی کی اسلامی نو آبادی اور مقبوضات پر توجہ کی جو روز بروز مسلمانان صقلیہ کی باہمی خانہ جنگی اور یورپ کی حکومتون کے حملون سے تباہ ہو رہے تھے، اور ان مین سے اکثر مقام شہر ریو، باری، سلرنو، سبرینہ، اور منتیہ وغیرہ ۲۵۸ھ سے ۲۷۲ھ تک مین اسلامی قبضہ و اقتدار سے نکل چکے تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۴۹، ۲۵۰، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۷۹، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۵،

چنانچہ ابو العباس نے یکم ربیع الآخر ۲۸۹ھ مین ایک عظیم الشان بیڑا بندرگاہ بلرم سے روانہ کیا، جو اولاً صقلیہ کے ایک رومی، ساحلی شہر دمنش (DEMONE) پہنچا، اور کسی بنا پر اس کا محاصرہ کرلیا گیا، اور فصیل شہر کو نشانہ بنا کر منجنیقین نصب کردی گئین، لیکن پھر چند ہی دن مین خود ابو العباس آپہنچا، اور شہر کا محاصرہ اوٹھا کر بیڑے کو مسینا لے آیا، تاکہ یہان سے جنوبی اٹلی کا رُخ کرسکے،

فتح ریو،

اس کے بعد یہ بیڑا مسینا سے روانہ ہوا، اور اوس کے بالمقابل شہر ریو کا محاصرہ کرلیا، ریو مین عیسائیون کی ٹڈی دل فوج مقابلہ کے لیے موجود تھی، چنانچہ شہر کے دروازہ پر نہایت خونریز جنگ ہوئی، جس مین مسلمان کامیاب ہوئے، اور ماہ رجب ۲۸۹ھ مین شہر مین فاتحانہ داخل ہو گئے، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

چونکہ شہر بزور شمشیر قبضہ ہوا تھا، اس لئے قدیم اصول جنگ کے مطابق سارے شہر مین سلب و نہب کا بازار گرم ہو گیا، جس مین بے حساب دولت ہاتھ آئی، اسلامی لشکر مین سونے اور چاندی کا ایک انبار لگ گیا، شہر سے روانگی کے وقت ابو العباس نے شہر کو غیر مسلح کرنے کے لیے فصیل کو منہدم کر دیا،

اس عہد مین اٹلی کی داخلی سیاسیات ویسے ہی پراگندہ حالات مین تھی، جس کا تذکرہ گذر چکا ہے، ابو العباس نے یہان کی اس طوائف الملوکی سے فائدہ اوٹھایا، اور ہر ایک سے صلح اور جنگ کے جداگانہ معاہدے کئے، اور اسی کے مطابق اپنی پیشقدمی اندرون ملک مین جاری کی، اور انھین معاہدون کے مطابق نیپلس، املفی، اور سالرنو سے صلح قرار پائی، اور پاپائے رومہ کے حدود حکومت اسلامی لشکر کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنے،[1]

چنانچہ ابو العباس پیشقدمی کرتا ہوا کلیسائے رومہ کے حدود مین داخل ہوا، جو مقدس شہر رومہ کے اردگرد کے چند میلون پر مشتمل تھا، تمام علاقہ عربی گھوڑون کی ٹاپ سے روند ڈالا گیا، یہ دوسرا موقع تھا

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۳۵ ، و تاریخ عرب موسیو سدیو صفحہ ۲۴۶ ،

کہ عرب حدودِ سلطنت کلیسا مین داخل ہوئے تھے، لیکن اس مرتبہ شہر روما کی شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گئے، اور قریب تھا کہ روما کا محاصرہ شروع کردین، کہ پوپ نے دستِ مصالحت بڑھایا،

مسیحی نقطۂ نظر سے عربون کے اس حملہ سے سلطنتِ روما کے ارضِ پاک کی سخت بے حرمتی ہوتی تھی، چنانچہ ان کے فرضی مظالم کی مبالغہ آمیز داستانین عیسائیون کی تاریخ مین بیان کیجاتی ہین،

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین:-

”مسلمانون نے حسب معمول اپنا غصہ پادریون کے اوپر نکالا، گرجا اور خانقاہین تباہ کردی گئین، پادری قتل کر دیے گئے، اچھوتی راہبات اور ننون کو امراء کے محلون مین پہنچا دیا گیا، جو پناہ گزین دم مین آئے، اون سے تمام بازار گلیان اور گرجا وغیرہ بھر گئے تھے، .... اور روما مین ایک عام اختلال، دہشت اور مایوسی پھیل گئی، اور ہر وقت دشمنون کے حملہ کا اندیشہ لگا رہنے لگا“

پوپ کا جزیہ کی ادائی قبول کرنا

ابو العباس نے سلطنت کلیسائے فرمانروا پوپ یوحنا کے دستِ مصالحت کے جواب مین جزیہ کی شرط پیش کی، جس کو اوس نے خوشی سے منظور کر لیا، اور جزیہ مین پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ رطل چاندی دینے کا وعدہ کیا،

اس طرح جنوبی اٹلی کی اس تاخت مین مجاہدینِ اسلام مسیحی دنیا کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کو اپنا باجگذار بنا کر مسینا لوٹ آئے،

ایک بیزنطی بیڑے کی بربادی

ابو العباس نے واپسی کے بعد اپنے قدیم حریف حکومت بیزنطی کے ایک بیڑے کو آبنائے مسینا مین منڈلاتے دیکھا، اسلامی بیڑا بڑھ کر حملہ آور ہوا، رومیون کو ہزیمت ہوئی، اور اون کے تیس جہاز مجاہدین کے قبضہ مین آگئے، ابو العباس اس مہم کے بعد دار الحکومت بلرم لوٹ آیا،[1]

ابو العباس کی مراجعتِ افریقیہ

ابو العباس بلرم مین امور مملکت کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک سنہ ۲۸۵ھ/۹۰۱ء مین یہ

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۵، اخبار الاندلس ج ۲، ص ۱۴۹، ۵۰، و تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۶،

فرمانِ سلطانی پہنچا کہ وہ افریقیہ واپس چلا آئے،

قائم مقامی

چنانچہ وہ صقلیہ کی حکومت اپنے لڑکون ابومضر اور ابومعد کے سپرد کرکے خود پانچ جہازون کے ایک مختصر بیڑے پر سوار ہوکر افریقیہ روانہ ہوگیا،[1]

ابوالعباس کا عہدِ حکومت

ابوالعباس جس مقصد کے لئے صقلیہ آیا تھا اس مین کامیاب ہوا، بغاوتین فرو ہوگئین، ملک مین امن وامان قائم کیا، پھر اٹلی مین اسلامی پیش قدمیون کو منتہائے کمال تک پہنچایا اور عالمِ عیسائیت کے پیشوائے اعظم پوپ یوحنا کو ادائے جزیہ پر مجبور کردیا،

تاہم ابھی صقلیہ مین چندے اوسکے قیام کی ضرورت باقی تھی، اولاً یہان کے باقی ماندہ رومی مقبوضات کو اسلامی حکومت کے حدود مین داخل کرنا تھا، علاوہ برین اٹلی مین بھی بعض ایسی ریاستین باقی رہ گئی تھین، جو اسلامی حکومتِ صقلیہ سے سرکشی اور مخالفت پر قائم تھین، لیکن افریقیہ مین اوسکی طلبی بعض ناگزیر اسباب کے باعث پیش آگئی، جنکی تفصیل آگے آتی ہے،

ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی اور ابوالعباس کی سربرآرائی

افریقیہ مین ابوالعباس کی مراجعت کا سبب اوس کے باپ ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی تھی، چنانچہ ابوالعباس ماہ ربیع الاول ۲۸۹ھ ۹۰۱ء مین ٹیونس پہنچا، اور ابراہیم اس کے حق مین حکومت سے دستبردار ہوگیا،

ابراہیم کا عہدِ حکومت اور کنارہ کشی کے اسباب اور اوسکے اثرات صقلیہ پر

ابراہیم نے اٹھائیس ۲۸ سال فرمانروائی کی، اس کی سیرت وکردار اور عہدِ حکومت کے محاسن ومعائب مین مورخین کے متضاد بیانات ہین، لیکن سب کو سامنے رکھ کر ہم اجمالی طور پر اس نتیجہ تک پہنچے ہین، کہ جب اوس نے تختِ حکومت پر قدم رکھا تو جیسا کہ بتایا جاچکا ہے، ایک بہترین فرمانروا ثابت ہوا، اور نہایت بیدار مغزی تندہی جفاکشی اور عدل وانصاف سے حکومت شروع کی،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۳۵،

اس کے عہدِ حکومت کے چھ سات سال گذرے تھے کہ وہ خلط سودائی کے غلبہ سے مراق مین مبتلا ہو گیا، اور اس مرض سے اوسکی طبیعت رفتہ رفتہ ایسی بدلی، کہ اوس کے تمام اوصافِ حمیدہ عاداتِ رذیلہ مین تبدیل ہو گئے، عمّال کا عزل و نصب بار بار کرنے لگا، اور ذرا ذرا سی بات پر قتل کے واردات سرزد ہونے لگے اور اس خونین دور مین بہ کثرت اراکینِ دولت، عمّال، کتّاب، حجّاب اور خدّام وغیرہ قتل کیے گئے، اور ان مظالم کی طویل داستانین تاریخون مین مذکور ہین، اسلیے جن مورخین نے اوس کے اوصاف و محامد بیان کیے ہین وہ اس کے پہلے دور سے متعلق ہین، اور جن لوگون نے اوس کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے، وہ اوسکے مرضِ مراق مین مبتلا ہونے کے بعد کے واقعات ہین،

دعوت اسماعیلی کی ابتدا، ابراہیم کے اس طرزِ حکمرانی سے افریقیہ مین دولتِ اغالبہ سے بد دلی پیدا ہو گئی، لوگ خائف ہو ہو کر دار الحکومت سے فرار ہو گئے، اور ملک کے گوشہ گوشہ مین اوسکے مظالم کی داستانین پہنچ گئین،

اتفاق وقت کہ انہی دنون افریقیہ مین تحریک اسماعیلی کا علمبردار ابو عبد اللہ اپنی مذہبی و سیاسی دعوت کی نشر و اشاعت کر رہا تھا، اوس کو ابراہیم کی اس روش سے تائید حاصل ہوئی، اور دعوتِ اسماعیلی کو روز بروز نمایان فروغ حاصل ہوتا گیا، اور پھر انہین اثرات سے افریقیہ مین جا بجا بغاوتین برپا ہو گئین، اور پھر اسی سلسلہ مین جیسا کہ گذر چکا ہے، صقلیہ مین بغاوت کے اثرات پہنچے، اور ایک مدت دراز تک وہان بھی امن و امان مفقود ہو گیا،

جب ابراہیم کی اس روش سے افریقیہ کے حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے گئے، اور دعوتِ اسماعیلی کو تقویت حاصل ہوتی گئی، تو معززینِ افریقیہ مین جو لوگ حکومتِ اغلبیہ کے زیادہ جان نثار تھے، اون کے درمیان معاملات کے رو بہ اصلاح لانے کی تحریک پیدا ہوئی، اور اون لوگون نے اس موقع پر خلیفہ عباسی المعتضد باللہ کی طرف رجوع کیا، جس نے حالات سے باخبر ہو کر ابراہیم کو ایک تہدید آمیز فرمان بھیجا کہ "یا تو تم اپنے

اخلاق وعادات مین تبدیلی پیدا کرو، ورنہ امر ولایت اپنے برادر عم زاد محمد بن زیادۃ اللہ کے سپرد کردو"

لیکن ابراہیم نے اس فرمانِ خلافت کی بھی کوئی پروا نہین کی اور اس کا سفاکانہ طرزِ عمل بدستور جاری رہا، لیکن جب پھر بعض نئے مظالم اس سے سرزد ہوئے، تو بالآخر المعتضد نے ۲۸۹ھ/۹۰۱ء مین ایک نہایت سخت تہدید آمیز مکتوب ابراہیم کے پاس بھیجا کہ "حکومت سے دستبردار ہو جاؤ، اور اپنی جگہ اپنے لڑکے ابو العباس کو بٹھا دو اور خود فوراً بغداد آؤ"،

ابراہیم خلیفۂ وقت کے اس آخری فرمان سے سنبھل گیا، طبیعت مین انقلاب پیدا ہوا، اور مظالم کی جہان تک تلافی کر سکتا تھا، تلافی کی، اور خود ایک زاہدِ شب زندہ دار کی زندگی اختیار کی، اور صقلیہ سے ابو العباس کو طلب کر کے امورِ مملکت اوسکو تفویض کر دیئے، اور پھر خلیفہ المعتضد کو اطلاع بھیج دی، کہ "حج کا عزم رکھتا ہوں اسلئے دربارِ خلافت مین حاضری سے معذور ہے"[1]

ابو العباس عبداللہ بن ابراہیم فرمانروائے افریقہ

۲۸۹ھ / ۹۰۱ء

ابو العباس خود صاحبِ علم و فضل تھا، اس لئے علما، واعیانِ افریقہ کو امورِ مملکت مین شریک کیا، اور تختِ شاہی پر قدم رکھتے ہی ایک اعلان شائع کیا، جس مین رعایا کو لطف و احسان، رفق و محبت اور عدل و انصاف کا پورا یقین دلایا گیا، اور ابتدائی نظم و نسق سے فارغ ہو کر اپنے بھائی احول کی سرکردگی مین ایک لشکر ابو عبداللہ الداعی کی جماعت کے مقابلہ مین روانہ کیا، جس مین شاہی لشکر کو کامیابی حاصل ہوئی،

---

[1] ان حالات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۷، ص ۷، ۱۹، اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲، ص ۲۴۰، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۴، نہایۃ الارب باب ذکر اعتزال ابراہیم حوادث ۲۸۹ھ، در اماری ص ۱۵۴، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۶۷، وغیرہ،

اور بظاہر افریقیہ مین حکومت اغلبیہ کے موافق ایک اچھی فضا قائم ہوگئی،

ولایت صقلیہ حکومت افریقیہ مین جو کچھ انقلاب ہوا، اسکے اثرات افریقیہ مین جیسے کچھ ہوئے ہون، لیکن صقلیہ کے لئے ایک فال نیک ثابت ہوا، ابراہیم حکومت سے دستبردار ہو کر سوسہ پہنچا، اور یہین سے المعتضد کو اپنا جواب بھیجا، اور پھر چند دن ٹھہر کر اس نے ایک دوسرا قاصد روانہ کیا، جس مین المعتضد کو اطلاع دی گئی، کہ اوسکو فرمانروایان مصر بنو طولون کے خوف سے حج کا ارادہ فسخ کرنا پڑا، اور اب وہ صقلیہ جا رہا ہے، کہ وہان جو چند شہر اور قلعے عیسائیون کے قبضہ مین باقی رہ گئے ہین، انھین اسلامی حکومت کے زیر علم لے آئے، کہ سارے جزیرہ پر حکومت اسلامی کا دار دورہ ہو، ورنہ اگر وہ حج کو جاتا ہے تو بنو طولون مصر مین مزاحم ہون گے جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے، اسلئے وہ دربار خلافت کی حاضری سے معذور ہے،[۵۱]

---

[۵۱] نہایۃ الارب ذکر اعتزال ابراہیم در امارہ صفحہ ۴۵۱، احمد بن طولون خانوادہ خلافت عباسیہ کا ایک پروردہ قائد تھا، جو مصر و شام پر مستولی ہوگیا تھا، اس خاندان کی حکومت ۲۶۴ھ/۸۷۷ء سے ۲۹۲ھ/۹۰۴ء تک خودمختارانہ قائم رہی، اگرچہ کبھی کبھی خلفائے عباسیہ اور امرائے بنی طولون مین خوشگوار تعلقات بھی قائم رہے لیکن پھر بھی حکومت بنی طولون خلفائے عباسیہ کے لئے ایک باغی حکومت تھی، چنانچہ ۲۹۲ھ/۹۰۴ء مین جب خلیفہ عباسی مکتفی کو موقع ملا، تو اس کا خاتمہ کر دیا (ابن خلدون ج ۴ باب الخبر عن دولت احمد بن طولون) اور ادھر افریقیہ کی حکومت اغلبیہ خلافت عباسیہ کی سیادت ہمیشہ تسلیم کرتی رہی، اور اسی رشتہ اتحاد کے باعث بنو طولون اور اغالبہ مین برابر مخالفت قائم رہی، چنانچہ ۲۶۵ھ مین خود ابراہیم پر احمد بن طولون کے لڑکے عباس نے فوجکشی کی اگرچہ وہ اسوقت خود اپنے باپ طولون سے باغی تھا، لیکن پھر ۲۸۳ھ/۸۹۶ء مین ابراہیم نے مصر کی جانب پیشقدمی کی (ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۳) اسلئے ابراہیم کی یہ بہانہ جوئی دربار خلافت مین قابل پذیرائی تھی لیکن متن کی روایت نویری کی ہے اور ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے، کہ ابراہیم نے بنی طولون کے خطرہ سے مصر کا راستہ چھوڑ کر صقلیہ کا راستہ اختیار کیا تاکہ وہ وہان سے حج کو جائے، اور جہاد و حج دونون فضیلتون کو حاصل کرے، لیکن یہ صحیح نہین ہو سکتا کہ صقلیہ سے جہاز کے دو ہی راستے ہو سکتے تھے، خواہ مصر ہو کر جاتا یا شام ہو کر ابراہیم کیلئے جو خطرہ مصر مین تھا وہی شام مین بھی موجود تھا، کیونکہ اسوقت شام بھی بنو طولون ہی کے ممالک محروسہ مین داخل تھا، ابراہیم کا یہ سفر ۲۸۹ھ مین پیش آیا اور شام سے بنو طولون کی حکومت ۲۹۰ھ/۹۰۲ء مین قرامطہ کے ہاتھون مین گئی ہے (ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۹۷) اسلئے یہ قیاس آرائی بھی صحیح نہین ہو سکتی کہ شام کا راستہ اختیار کیا جا سکتا تھا اسلئے مین نے نہایۃ الارب نویری کے بیان کو ترجیح دی ہے کہ وہ حج کا ارادہ فسخ کر کے صقلیہ روانہ ہوا،

سابق فرمانروائے افریقہ ابراہیم بن احمد کی آمد و وفات صقلیہ پر (۲۳)

۲۸۹ھ
۹۰۱ء

ابراہیم کا ورود صقلیہ ابراہیم اپنے ذاتی خزانہ کی تمام دولت وثروت اور آلات جنگ وغیرہ ساتھ لیکر سوسہ مین صوفیہ کے لباس مین داخل ہوا تھا، یہان آتے ہی صقلیہ کی روانگی کا اعلان کیا، کچھ لوگ اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے جس سے ایک مختصر فوج تیار ہوگئی، اور اوسکو ساتھ لے کر ۲۷ ربیع الآخر ۲۸۹ھ ۹۰۱ء کو یہان سے نوبہ پہنچا، اور یہان اپنے سپاہیون کے لئے آلات جنگ اور گھوڑے وغیرہ فراہم کئے، اور پھر ہر سوار کے لئے بیس بیس اور پیادہ کو دس دس دینار دیدیئے، کہ اپنے اہل وعیال کی خبر گیری کا سامان کرسکین، اور پھر صقلیہ روانہ ہوا، اور طرابنش مین آکر لنگر انداز ہوا، اور یہان سترہ دن ٹھہر کر اٹھارہوین دن بلرم روانہ ہوا، اور ۲۸ رجب ۲۸۹ھ ۹۰۱ء کو شاہانہ شان وشوکت عزت اور تمکنت سے شہر مین داخل ہوا،

ابراہیم جب سے طرابنش پہنچا، اپنے جود وسخا سے داد ودہش کا فیض عام جاری کردیا، مراحم خسروانہ کے طور پر باشندگان صقلیہ کی معمولی معمولی شکایتون پر بھی توجہ کی، اور اب تک رعایا کو حکومت اور عمال حکومت سے جو کچھ شکایات پہنچی تھین، سب کی تلافی کی، پھر شاہی انعام وعطایا سے لوگون کو مالا مال کیا، اور اس طرح چند ہی دن مین تمام باشندگان صقلیہ کے قلوب مسخر کرلئے، اور ہر کس وناکس ابراہیم کے اشارون پر چلنے کے لئے تیار ہوگیا،

فوجکشی اور پورے جزیرہ پر قبضہ ان ابتدائی پیشبندیون کے بعد اوس نے اصل مقصد کی طرف توجہ کی، صقلیہ کے سفر کا مقصد المعتضد کے خط مین ظاہر ہوچکا ہے صقلیہ کی اسلامی فوج ابو مضر کی قیادت مین پہلے سے تیار تھی، چنانچہ صقلیہ کے رومی مقبوضات کے چپہ چپہ کو زیر نگین کرنے کیلئے اسلامی لشکر ابراہیم کی سرکردگی مین

رجب ۲۸۹ھ ۹۰۲ء مین بلرم سے روانہ ہوگیا،

فتح برطنیق ابراہیم کی پہلی منزل ایک غیر مفتوحہ رومی شہر برطنیق قرار پائی، یہان پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا، اور ۳۰ رجب ۲۸۹ھ ۹۰۲ء کو شہر مین داخل ہوا، شہر پر اگرچہ بزورِ شمشیر قبضہ ہوا تھا، اور اس عہد کے اصولِ جنگ کے مطابق یہان کے باشندے گرفتار کئے جا سکتے تھے، لیکن ابراہیم نے گرفتاری کی ممانعت کردی اور باشندون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا،[1]

فتح طبرمین ابراہیم فتح برطنیق کی تکمیل کے بعد ۸ شعبان کو طبرمین روانہ ہوا، طبرمین اس سے پہلے ایک سے زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے اقتدار مین آچکا تھا، لیکن بار بار قبضہ سے نکل گیا، اور پھر فتح سرقوسہ کے بعد تو صقلیہ مین رومیون کا یہی سب سے بڑا مرکز بن گیا تھا، اسلئے جب ابراہیم یہان پہنچا، تو رومی لشکر صف در صف مورچہ جمائے پہلے سے موجود تھا، کہ اب رومیون کے لئے طبرمین کے سقوط کے دوسرے معنی سرزمین صقلیہ سے رومیون کا آخری زوال تھا،

دونون فوجون مین لڑائی شروع ہوگئی، رومی صف شکن حملہ کرتے نہایت جوش وخروش سے آگے

---

[1] ابن اثیر ج ۶، صفحہ ۱۹۶، ابن اثیر مین اس شہر کا نام ریطینو اور برطینو ہی لیکن اس کے بجائے ہم نے برطنیق نام اختیار کیا ہی جو جغرافیہ کی کتابون مین مذکور ہی، کہ ابراہیم کی اس فوجکشی کا تذکرہ ابن اثیر ابن خلدون اور نویری نے تفصیل سے کیا ہی، ابن خلدون کا بیان نہایت مغلق، ناکمل اور مضطرب ہے جو غالباً اس کے نسخہ کی غلطی کی بنا پر ہے، اور اسمین مطبوعہ اور اماری کے منقول نسخہ دونون کا یکسان حال ہی، اسلئے اس موقع پر مینے اوسکو نظر انداز کر دیا ہی، پھر ابن اثیر اور نویری مین بھی بعض جزوی اختلافات ہین، لیکن دقتِ نظر سے دیکھنے سے ان کی تطبیق ہوجاتی ہے، صرف بعض بعض جزوی فرق رہ جاتا ہے، جو لائقِ اعتنا نہین، مثلاً نویری نے ابراہیم کے ورود برطنیق کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، لیکن ابراہیم کے داخلۂ بلرم کی تاریخ ۱۰ رجب معین کی ہے، پھر ۱۴ دن قیام لکھا ہے، اور ۲ شعبان کو بلرم سے روانہ ہوجاتا ہے، پھر لکھتا ہے، کہ "۸ شعبان کو طبرمین روانہ ہوا، اسلئے ۲ شعبان سے ۸ شعبان جو وقفہ ہوتا ہے اسی مین فتح برطنیق کا تذکرہ ہونا چاہئے، اور یہی فرق نویری اور ابن اثیر کے بیان مین رہجاتا ہی، کہ ابن اثیر کے بیان سے ۳۰ رجب داخلہ برطنیق ہے اور نویری کے بیان سے وہ ۲ شعبان کو بلرم سے روانہ ہوا،

بڑھے اور قریب تھا کہ مجاہدین کے قدم اکھڑ جائین کہ لشکر کا قاری مسلمانون کا دل بڑھانے کیلئے انا فتحنا لک فتحًا مبینا کی آیت تلاوت کر رہا تھا، ابراہیم نے قاری کو پکار کر کہا، پڑھو ہٰذان خصمان اختصموا فی ربهم (یعنی یہ دونون دشمن اپنے پروردگار (کی راہ) مین لڑ رہے ہین)

قاری نے یہ آیت تلاوت کرنی شروع کی اور ابراہیم یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا، اللھم انی اختصم انا والکفار الیک فی ھذا الیوم (خدایا! ہم اور یہ کفار تیرے ہی راستہ مین آج لڑ رہے ہین)، ابراہیم کے اس جوش ایمان سی مجاہدین کے ایمان تازہ ہوگئے، ابراہیم یہی رجز پڑھتا فوج کے ایک دستہ کو ساتھ لیکر رومیون کی ایک سمت پر ٹوٹ پڑا، یہ دیکھتے ہی مجاہدین نے بھی تلوارین سنبھال لین، اور ایسی بے جگری سے ٹوٹ پڑے کہ صفون کی صفین چاک ہوگئین، اور دم بھر مین پورا مطلع صاف ہوگیا، ہزیمت خوردہ رومی پسپا ہوئے ابراہیم انکا تعاقب کرتا شہر کے پھاٹک پر پہنچ گیا، اور پھر تمام مجاہدین طبرمین مین داخل ہوگئے،

ہزیمت خوردہ سپاہیون نے مختلف کوہ ودشت اور وادی کی راہ لی، مسلمان ان کا تعاقب کر کے ڈھونڈتے رہے، اور جو جہان ملگیا، وہان قتل کیا گیا، اور اسی طرح اسلامی لشکر کے شہر مین پہنچنے کے بعد شہر کے عام باشندون نے بھی اپنی حفاظت کی تدبیرین کرلین، جن جن لوگون کو موقع ملا، وہ فرار ہوگئے، طبرمین لب ساحل آباد تھا، ساحل پر کشتیان کھڑی رہتی تھین، موقع پاتے ہی کشتیون پر سوار ہوئے، اور جزیرہ کو خیرباد کہہ دیا،

لیکن جو لوگ شہر مین باقی رہ گئے تھے، ان مین سے ناعاقبت اندیش گروہ نے طبرمین کے ایک اندرونی مستحکم قلعہ مین پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا، مسلمانون نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، چند دن کے معمولی مقابلہ کے بعد قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے، جہان کچھ لوگ قتل کئے گئے، اور جو باقی بچے اونھین گرفتار کر کے طوق غلامی اون کی گردن مین ڈالدیا گیا، اور شہر اور قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانون کے قبضہ مین آئی،

یہ واقعہ ۲۲ شعبان ۲۸۹ھ مین پیش آیا،

سقوط طبرمین کا اثر قیصر روم پر،

طبرمین سرزمین صقلیہ مین حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سب سے آخری باجگذار شہر تھا، اسکے سقوط کے ساتھ ہی صقلیہ سے حکومت بیزنطی کا خاتمہ ہو گیا،

اس لئے اوسکے سقوط کی خبر سے قسطنطنیہ مین صفِ ماتم بچھ گئی، اور خود قیصر روم نے وفورِ رنج وغم مین سر سے تاج اوتار کر پھینک دیا، یہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ تھا، اس سے سارے قسطنطنیہ مین ایک آگ لگ گئی، اور فدائیانِ تاج وتخت جوق درجوق مسلمانانِ صقلیہ سے انتقام لینے کے لئے صفِ لشکر مین داخل ہونے لگے، اور قسطنطنیہ مین بڑے جوش وخروش سے فوجکشی کی تیاریان شروع ہو گئین، درباریون نے قیصر کو تاج پہننے پر آمادہ کیا، لیکن وہ کسی طرح تیار نہین ہوا، یہان تک کہ جب مسلمانانِ صقلیہ سے انتقام کیلئے ایک لشکر تیار ہو گیا تو ساتوین دن تاج اُٹھا کر سر پر رکھا، لیکن ادھر ابراہیم بھی حالات سے بےخبر نہ تھا، اسکے جاسوس قسطنطنیہ مین موجود تھے جب اوس کو رومیون کے حملہ آوری کی خبر ملی، اوس نے جاسوسون سے قسطنطنیہ مین یہ افواہ پھیلائی کہ اب ابراہیم خود قسطنطنیہ پر حملہ آوری کے قصد سے صقلیہ سے روانہ ہونے والا ہے،

ابراہیم کی یہ حکمتِ عملی کامیاب رہی، اس خبر کے پھیلتے ہی وہ بیزنطی لشکر جو صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے روانہ ہونے والا تھا، قسطنطنیہ کے جنگی مورچون کی حفاظت پر مامور کر دیا گیا، اور شبانہ روز عربون کے جنگی بیڑے کی آمد کا دہشت انگیز انتظار ہونے لگا،

پھر کہا جاتا ہے، کہ کچھ دنون کے بعد ایک بیڑا قسطنطنیہ سے صقلیہ بھیجا گیا، لیکن پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اُس کے صقلیہ پہونچنے کے بعد اوس کا کیا حشر ہوا،[1]

باقی ماندہ شہرون اور قلعون کی تسخیر

اس کے بعد ابراہیم ان شہرون قلعون اور چھوٹی چھوٹی آبادیون کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک اسلامی حکومت کے زیر علم نہین آئے تھے، چنانچہ فوج کا ایک دستہ

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹، نہایۃ الارب در ماری، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۵، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین فتح طبرمین کا سال ۹۰۶ء ہے، جسکے رو سے سال ہجری ۲۹۵ھ ہوتا ہے، تعجب ہے کہ انسائیکلوپیڈیا مین صقلیہ کے اسلامی فتوحات کے جسقدر سنین لکھے گئے ہین وہ سب ہجری سنین کے مطابق ہوئے ہین لیکن اس موقع پر یہ اختلاف کیون ہے، لیکن بہرحال انسائیکلوپیڈیا کا یہ بیان صحیح نہین ہے کیونکہ ابراہیم اس سے بہت پہلے وفات پا چکا ہے،

اپنے پوتے ابومضر زیادۃ اللہ کی سرکردگی مین شہر میقش روانہ کیا، جو طبرمین اور مسینا کے درمیان آباد تھا، دوسرا دستہ اپنے دوسرے لڑکے ابوالاغلب[1] کے سپرد کیا، جو دمنش پہنچا، ان دونون مقام کے باشندے اسلامی دستون کے پہنچنے سے پہلے ہی شہر کو خالی چھوڑ کر فرار ہو چکے تھے، مسلمانون نے شہر پر مع مال و متاع قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ابراہیم نے فوج کے مختلف دستے جابجا مختلف شہرون اور قلعون پر بھیج دیے، جو سب کو زیر علم لاتے گئے، مثلاً ایک دستہ اپنے ایک لڑکے ابوحجر کی سرکردگی مین رمطہ بھیجا، اسی طرح ایک دوسرا دستہ سعدون الجلوی نامی ایک قائد کی سیادت مین لیاج روانہ کیا، اہلِ شہر نے جزیہ کی شرط پر صلح چاہی لیکن اولاً ان اطراف مین جزیہ کی شرط پر جو صلحین ہوئی تھین، وہ قائم نہین رہ سکین، علاوہ ازین جب اس علاقہ کے مرکزی شہر اسلامی اطاعت مین داخل ہو چکے تھے، تو ان چھوٹے چھوٹے شہرون کی خودمختاری برقرار رکھنی مناسب نہ تھی، اسلئے مسلمان قائد نے جزیہ کی شرط نامنظور کردی، مجبوراً رومی ہتھیار رکھ کر قلعہ سے باہر نکل آئے، اور قلعہ مسمار کر دیا گیا، اور قلعہ کی اینٹ اور پتھر کو سمندر کی لہرون مین ڈال دیا گیا، کہ دوبارہ تعمیر نہ ہوسکے،[2]

پورے جزیرہ پر کامل تسلط

یہی قلعہ لیاج صقلیہ مین رومیون کا سب سے آخری مامن تھا، اسکی تسخیر کے ساتھ ہی جزیرہ صقلیہ سے نہ صرف حکومت بیزنطی کا نام و نشان مٹ گیا، بلکہ رومی استیلا، کا خاتمہ ہوگیا، اور جزیرہ کے چپہ چپہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، فتح صقلیہ کی اصل مہم ۲۱۲ھ/۸۲۷ء میں اسد بن فرات کے ہاتھون شروع ہوئی تھی، وہ آج ۲۸۹ھ/۹۰۱ء مین ابراہیم بن احمد کے ہاتھون پورے اٹھتر برس مین اتمام کو پہنچی، فالحمد للہ علیٰ ذالک،

---

[1] بعض مورخین نے ابراہیم کے دور مظالم مین اسکے لڑکے ابوالاغلب کے قتل کا واقعہ لکھا ہے، غالباً وہ مقتول لڑکا کوئی دوسرا ہوگا،

[2] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹۷، ونہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۵۲،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی ابراہیم نے صقلیہ کی مکمل تسخیر کے بعد جنوبی اٹلی پر توجہ کی، کہ یہان کے سلسلۂ فتوحات کو بھی کسی اتمام تک پہنچادے چنانچہ وہ اسی مقصد سے طبرمین سے مسینا پہنچا، اور یہان دو دن قیام کے بعد ۲۶ر رمضان المبارک ۲۸۹ھ ۹۰۱ء کو صوبہ قلوریہ (کلبریہ) روانہ ہوگیا،

قلوریہ پہنچکر اسلامی فوج کے دستے جابجا پھیلادئے، اور خود بھی ایک جانب پیشقدمی کرتا گیا، اور جابجا نصارٰی کی فوجین مقابلہ مین آئین، اور میدان چھوڑکر پسپا ہوئین، اسی طرح پیشقدمی کرتے ایک مشہور شہر کسنتہ (کسنٹ)، کی جانب روانہ ہوا جب باشندگان کسنتہ کو اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی. تو وہ اس لشکر کے کسنتہ پہنچنے سے پیشتر ایک وفد کی صورت مین جزیہ کی شرط پر امان طلب کرنے کے لئے ابراہیم کے پاس پہنچے، لیکن ابراہیم نے اٹلی کی اسلامی حکومت کے مصالح پیش نظر رکھکر جزیہ کی رقم قبول کرنے سے انکار کردیا، اور فوج کو اپنی پیشقدمی جاری رکھنے کا حکم دیا،

ابراہیم کا مرضِ موت لیکن ادھر ابراہیم کے لئے قضا و قدر کا فیصلہ کچھ اور صادر ہوا، فوج کوچ کرتی منزل بمنزل آگے بڑھ رہی تھی کہ خود ابراہیم کے کوچ کا وقت آپہنچا، مرض اسہال مین مبتلا ہوگیا، جب مرض لمحہ بلمحہ بڑھتا گیا، تو فوج کو اپنے راستہ پر آگے روانہ کردیا، اور خود ایک مختصر دستہ کے ساتھ فوج سے پیچھے رہ گیا،

محاصرۂ کسنتہ اسلامی لشکر ۲۷ر شوال کو کسنتہ پہنچ گیا، اور ایک وادی مین خیمہ زن ہوا، اسی اثنا مین ابراہیم بھی آپہنچا، اور اپنے لڑکون اور فوج کے ممتاز قائدین کو شہر کے مختلف دروازون پر متعین کردیا، اور قلعہ شکن منجنیقین نصب کردی گئین، اور محاصرہ جاری ہوگیا،

اگرچہ ابراہیم اپنی بیماری کے باوجود فوجی کارروائیون مین خود عملی دلچسپی لیتا رہا، مگر اوس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا، اور بالآخر ہچکیون کا تانتا بندھ گیا، اور چند لمحون کا مہمان نظر آنے لگا، محاصرین کیلئے یہ موقع نازک تھا، پیامِ صلح مسترد کرکے شہر کا محاصرہ کرلیا گیا ہے، اہلِ شہر مدافعت کی تیاریان کرچکے تھے،

اور اِدھر سالارِ فوج بسترِ مرگ پر پڑا دم توڑ رہا ہی،

ابراہیم کی وفات اور جانشینی جب قائدینِ لشکر ابراہیم کی زندگی سے مایوس ہوگئے، تو اوس کی زندگی ہی مین فوج کی قیادت اور صقلیہ کی ولایت اس کے پوتے ابو مضر زیادۃ اللہ کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا، لیکن ابھی ابو مضر سے استدعا بھی نہین کی گئی تھی، کہ شبِ شنبہ ۱۵ ذیقعدہ ۲۸۹ھ ۹۰۱ء کو ابراہیم کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی،

ابراہیم کی وفات کے بعد قائدین نے ابو مضر سے صقلیہ کی ولایت اور مجاہدینِ ایطالیہ کی فوری قیادت قبول کرنے کی استدعا، کی، لیکن اوس نے ان سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا، کہ اُس سے زیادہ حقدار اُس کا چچا ابو الاغلب موجود ہے، اور پھر خود بھی ابو الاغلب سے اصرار کیا، مگر ابو الاغلب نے یہ بار اوٹھانے سے انکار کیا، اور ابو مضر زیادۃ اللہ ہی نے کسنتہ کی دیوار کے نیچے فوج کا جائزہ لے لیا،

ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس والیِ صقلیہ (۲۴)،

۲۸۹ھ ۹۰۱ء تا ۲۹۰ھ ۹۰۲ء

کسنتہ کا قبولِ جزیہ ابو مضر کو سب سے پہلے کسنتہ کے محاصرہ کو یکسو کرنا تھا، حسنِ اتفاق کہ محصورین کو محاصرین کی ان پریشانیون کا کوئی علم نہین ہوا، وہ لوگ اسلامی لشکر کے محاصرہ سے لرزہ براندام ہو رہے تھے، اس لئے مقابلہ کرنے کے بجائے باوجودیکہ ایک مرتبہ صلح کا پیغام مسترد کر دیا تھا، مگر اس کی دوبارہ سلسلہ جنبانی کی اور جزیہ کی شرط پر طالبِ امان ہوئے،

ابو مضر نے محصورین کی درخواست خوشی سے قبول کرلی، اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی محاصرہ اوٹھا لیا گیا،

جنوبی اٹلی کو واپسی اس کے بعد جو اسلامی دستے ملک کے اطراف و جوانب مین پھیل گئے تھے، وہ کسنتہ طلب کئے گئے، جب پورا لشکر جمع ہوگیا، تو ابو مضر اپنے جدِ امجد کی لاش کو ایک تابوت مین رکھ کر اسلامی

لشکر کے ساتھ کسنتہ سے بلرم واپس آیا[1]،

تجہیز و تکفین

مراجعت بلرم کے بعد ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کئے گئے، اور وہ وفات کے تینتالیس ۴۳ دن کے بعد ۲۳ ذی الحجہ ۲۸۹ھ ۹۰۱ء کو بلرم مین دفن کیا گیا، اور اوس کی قبر پر بطور یادگار ایک عالیشان قصر تعمیر کر دیا گیا[1]

ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے بعد فوج کے وہ سپاہی جو اوس کی معیت مین صقلیہ آئے تھے، افریقیہ واپس چلے گئے[2]،

ابو مضر کی نااہلی

ابراہیم نے اپنی چند روزہ ولایت مین درحقیقت صقلیہ کی فوجی مہمون کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور اب والی صقلیہ ابو مضر کو اندرون جزیرہ مین کسی پیشقدمی کی ضرورت باقی نہین رہ گئی تھی، اگرچہ جنوبی اٹلی کی مہم موجود تھی، لیکن اس سلسلہ کے دوبارہ شروع کرنے کی بھی چندان کوئی فوری ضرورت نہین تھی، اسلئے اب صقلیہ مین اوسکی تمدنی، علمی، ادبی اور معاشی ترقی کا حقیقی دور آیا تھا،

لیکن افسوس ہے کہ جب صقلیہ مین فوجی مہمون سے فراغت کے بعد امن و سکون کا دار و دورہ ہوا، اور تمدنی و علمی ترقیون کے معراج کمال پر پہنچنے کا زمانہ آیا تھا، تو صقلیہ کی حکومت ایسے نوجوان شہزادے کے سپرد ہوگئی جو اس کا اہل ثابت نہین ہوا، اور فوجی مہمون سے فارغ البالی اور کچھ نشہ شباب کی سرمستیون سے وہ صقلیہ پہنچتے ہی عیش و عشرت مین مصروف ہوگیا، اور قصر حکومت مین دن رات جام شراب کا دور چلنے لگا، اور امور مملکت کی نگرانی کے بجائے لہو و لعب، سیر و تفریح اور عیش و عشرت کی محفلین گرم ہونے لگین،

---

[1] نہایۃ الارب درامار ی صہ ۴۵۱، ابن اثیر ج ۷، صہ ۱۹۷، اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲، صہ ۴۷۵، و ۴۴۳،

[2] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صہ ۴۷۵ و ۴۴۳، نہایۃ الارب درامار ی صہ ۴۵۱، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ج ۱، صہ ۱۸۱، مورخین نے ابراہیم کا دفن بلرم لکھا ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا، لیکن ابن اثیر نے اس کے بجائے قیروان لکھا ہے اور ابن [illegible] اور ابن ابی دینار اور ابو الفداء نے اسی موخر الذکر روایت کو نقل کیا ہے، اور ابن خلدون نے اول الذکر روایت پہلے نقل کی ہے، اور اوسکو قبول کرنے کے بعد ابن اثیر کی روایت کو بھی درج کر دیا ہے،

ابو مضر کی معزولی

جب ابو مضر کے باپ ابو العباس فرمانروائے افریقیہ کو اوسکی رندانہ زندگی اور امور مملکت سے بے پروائی کی اطلاع ملی، تو اوس کو معزول کردیا، اور افریقیہ بلا کر قید خانہ مین ڈال دیا،

جانشین

اور اوس کے بجائے محمد بن سرقوسی کو صقلیہ کی حکومت تفویض کردی، [1]

محمد بن سرقوسی والی صقلیہ (۲۵)

سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء

ابو العباس والی افریقیہ کا قتل

محمد بن سرقوسی نے سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء مین صقلیہ کی حکومت سنبھالی اس کے عہد حکومت کے چند ماہ گذرے تھے کہ ابو مضر نے قید خانہ مین اپنے باپ ابو العباس کے خلاف سازش کر کے اسکو تین صقلبی غلامون کے ذریعہ سے شب چہار شنبہ ۳۰ شعبان سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء کو قتل کرا ڈالا، اور اوس کے بجاے خود تخت حکومت پر قابض ہوگیا،

ابو مضر کی طبیعت مین یہ عجیب انقلاب تھا، ایک دن وہ صقلیہ کی ولایت از خود اپنے چچا ابو الاغلب کو دے رہا تھا، اور آج اوس نے تخت افریقیہ کے لئے اپنے باپ کو شہید کر ڈالا،

ابو مضر زیادۃ اللہ فرمانروائے افریقیہ

سنہ ۲۹۰ھ ۲۹۶ھ ۹۰۲ء ۹۰۸ء

والی صقلیہ کی معزولی

اس کے بعد ابو مضر نے اپنے باپ کے نامزد کردہ والی صقلیہ محمد بن سرقوسی کو معزول کردیا اور اسی سال سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء مین اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس کو اس عہدہ پر مقرر کیا،

---

[1] ابن اثیر ج، صہ ۳۶، وکتاب المونس فی اخبار افریقیہ وتونس والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صہ ۱۸۳، لیکن لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہے کہ ابو مضر نے ابو العباس کے خلاف افریقیہ پر چڑھائی کی تیاری کی تھی اور اسی لیے اسکو معزول کیا گیا

علی بن محمد بن ابی الفوارس والیِ صقلیہ (۲۶)

سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس کو چند دن سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہین ہوا، ابو مضر نے چند دن کے بعد اوس کو بھی معزول کر کے احمد بن ابی الحسین بن رباح کو ولایتِ صقلیہ سپرد کر دیا،[1]

احمد بن ابی الحسین بن رباح والیِ صقلیہ (۲۷)

سنہ ۲۹۰ھ تا ۲۹۶ھ ۹۰۲ء تا ۹۰۸ء

آخری اغلبی تاجدار کا آخری والیِ صقلیہ،

احمد بن ابی الحسین بن رباح، آخری اغلبی تاجدار افریقیہ کا مقرر کردہ آخری اغلبی والیِ صقلیہ ثابت ہوا، کیونکہ ابو مضر نے اس طرف جو روش اختیار کی، اوس سے دولتِ اغالبہ کی رہی سہی بنیاد متزلزل ہو گئی،

دولتِ اغالبہ کا زوال

اگرچہ اغلبی حکومت مین اضمحلال و اختلال ابراہیم بن احمد کے آخری دورِ حکومت سے شروع ہو چکا تھا، تاہم ابو العباس نے اپنی چند روزہ حکومت مین حالات بہت کچھ درست کر لئے تھے، اور اگر اوس کو چند سال اور حکومت کا موقع مل جاتا، تو شاید وہ تحریکِ دعوتِ شیعی کے استیصال مین کامیاب ہو جاتا،

ابو مضر نے برسرِ حکومت آتے ہی افریقیہ مین پھر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا، جس سے دولتِ اغالبہ کیخلاف ملک مین بد دلی پیدا ہو گئی، کیونکہ اوسنے اپنی شخصی حکومت کے استحکام اور اپنی ہوا و ہوس پوری کرنے کیلیے پہلے خود اپنے عزیز

---

[1] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۳۴،

واقارب کو قتل کیا، پھر حکومت کے دوسرے عہدیدارون کو تہ تیغ کیا، اور اس طرح اپنی ناعاقبت اندیشی سے وہ اپنا اقتدار قائم کر کے عیش و نشاط مین مصروف ہوگیا،

دعوت اسمٰعیلی کا عروج

جب افریقیہ کے اعیان و علمار نے جو ابراہیم کی معزولی کے بعد حکومت کے نظم و نسق مین شریک ہو گئے تھے، یہ حالات دیکھے تو نظامِ حکومت سے رفتہ رفتہ علیحدہ ہوگئے، اور ملک مین ابراہیم کے عہد سے بھی زیادہ اختلال اور بدامنی پھیل گئی جس سے دعوتِ اسمٰعیلی کی بنیادین قدرۃً مضبوط ہوگئین، اغالبہ کا دستِ راست احول جو اس تحریک کو اب تک دبائے ہوئے تھا، خود ابو مضر کے ہاتھون قتل ہوچکا تھا، اب کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکتی،

چنانچہ دعوت اسمٰعیلی کے داعی دعاۃ ابو عبد اللہ نے اپنی کامیابی کے توقعات دیکھ کر فرقۂ اسماعیلی شیعی کے امام ابو عبید اللہ المہدی کو افریقیہ بلا بھیجا اور خود منزل بمنزل کوچ کرتا، اور شہر بشہر فتح کرتا آگے بڑھا، کہین کہین معمولی لڑائیان ہوئین، اکثر مقام بلا مزاحمت قبضہ مین آئے، اغالبہ کا لشکر ابراہیم بن ابی الاغلب کی سرکردگی مین مقابلہ کر رہا تھا، ۲۴ر جمادی الاخریٰ کو ایک معرکۃ الآرا جنگ مین ابراہیم بن ابی الاغلب کو شکست ہوئی، یہی سب سے آخری میدان ثابت ہوا، کیونکہ ابو مضر ۲۴ر جمادی الاخریٰ کی اس شکست سے حواس باختہ ہوگیا، اور باوجودیکہ ابھی حکومت کی فوج مین اچھے اچھے قائدین موجود تھے، اور ابھی اسمٰعیلی لشکر دار الحکومت سے کافی دور تھا، اور دار الحکومت کے علاوہ چند دوسرے شہرون پر بھی اغلبی علم لہرا رہا تھا، لیکن ابو مضر نے تاج و تخت چھوڑ کر فرار ہوجانے کا قصد کرلیا، حکومت کے بہی خواہون نے اُسکو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا، اور ابو عبد اللہ کی بڑھتی ہوئی فوج کو روک لینے کا یقین دلایا، لیکن ابو مضر لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی طرح آمادہ نہین ہوا،

ابو مضر کا فرار اور دولتِ اغالبہ کا خاتمہ

چنانچہ ۲۶ر جمادی الاخری ۲۹۶ھ کو اغالبہ کا یہ آخری تاجدار قصرِ شاہی سے جسقدر دولت و ثروت کا

انبار ساتھ لیجا سکتا تھا، اونٹون پر لاد کر اور اپنے تمام اہل وعیال اور عزیز واقارب کو دشمنون کے رحم وکرم پر چھوڑ کر رقادہ سے فرار ہوا، وداع کے وقت ایک وفاشعار لونڈی آگے بڑھی، اور سینہ پر عود رکھ کر یہ چند شعر گائے،

لم انس یوم الوداع موقفها وجفنها فی دموعها غرق

رخصت کے دن کا مین یہ منظر نہین بھول سکتی، جب کہ اوس کی آنکھین آنسوؤن سے تر تھین،

وقولها والرکاب سائرۃ تترکنا سیدی وتنطلق

اور اوس کا یہ کہنا اوس حالت مین جب کہ اور سوار چل رہے تھے وہ ہمکو چھوڑ کر جا رہے ہین،

استودع الیہ ظبیۃ جزعت للبین والبین فیہ لی حرق

مین اُس ہرنی کو رخصت کر رہا ہون جو جدائی سے پریشان ہے اور مین بھی سوزِ فرقت سے جل رہا ہون،

ابو مضر کی آنکھون سے آنسوؤن کی جھڑی لگ گئی، اور تن بہ تقدیر تن تنہا، بادیدۂ پرنم محل سے باہر نکل آیا، اور راتون رات مصر کی راہ لی،

ابراہیم بن ابی اغلب نے ابو مضر کے نکلنے کے بعد باشندگان قیروان سے حلفِ اطاعت لیا، اور اسماعیلی فوج کے مقابلہ پر آمادہ کیا، لیکن وہ لوگ بہت جلد منحرف ہوگئے، ابراہیم نے اس ناکام کوشش کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آخری اغلبی تاجدارِ افریقیہ ابو مضر زیادۃ اللہ سے جاملا،

اسی کے ساتھ دولتِ اغالبہ کا آفتابِ اقبال جو ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے تک سرزمین افریقیہ کو اپنی تابانی ودرخشانی سے منور کرتا رہا، ۲۶ جمادی الاخری ۲۹۶ھ / ۹۰۸ء کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

غم نصیب ابو مضر طرابلس ہوتا ہوا مصر پہنچا، لیکن کسی جگہ چین نہین ملا، سرگشتہ تقدیر ادھر اودھر پھرتا رہا، آخر اثنائے سفر مین رملہ پہنچا، اسی کی خاک مین اوس کی خمیر لکھی تھی، چنانچہ ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء مین یہین آغوش لحد مین سو[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۶، وج ۸ ص ۱۵، تا ۱۷، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۰۰، تا ۲۰۲،

صقلیہ سے دولتِ اغالبہ کا خاتمہ

افریقہ مین دولتِ فاطمی کے قیام کے بعد صقلیہ کا آخری اغلبی والی احمد بن حسین بن رباح پندرہ ۱۵ دن تک اپنی جگہ پر برقرار رہا، اسکے بعد ایسے حالات پیش آگئے کہ صقلیہ مین از خود دولتِ فاطمی کا استقبال کیا گیا، نئے فاطمی تاجدار نے یہان کی ولایت کیلئے اپنا ایک قائم مقام نامزد کیا، اور ۱۱ رجب ۲۹۶ھ ۹۰۸ء سے صقلیہ مین بھی جدید حکومت قائم ہوگئی جسکی تفصیل آیندہ آئیگی،

دولتِ اغالبہ پر ایک نظر

اغالبہ صرف ایک سو گیارہ ۱۱۱ سال اور چند مہینے افریقہ کے حکمران رہے اور اس مدت مین گیارہ فرمانرواؤن نے حکومت کی، اگر اس قلیل زمانہ مین سے افریقہ کی سرکش قوم بربر کی بغاوتون اور غداریون کا زمانہ نکال لیا جائے تو مشکل سے پچھتر ۷۵ برس ایسے نکلین گے جن مین امن و امان قائم رہا، اور انھین نظامِ حکومت کی تشکیل اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کا موقع ملا،

لیکن انھون نے اسی قلیل ترین عہدِ حکومت مین نہایت نمایان کارنامے انجام دئے، انھون نے محض اپنی قوتِ بازو سے تقریباً تمام شمالی افریقہ کو زیرنگین کیا، صرف مختلف گوشون مین دو ۲ چھوٹی چھوٹی حکومتین بنو مدار کی سلجماسہ مین اور بنو رستم کی تاہرت مین علی الترتیب ایک سو تیس ۱۳۰ اور ایک سو ساٹھ ۱۶۰ سال تک قائم رہین، لیکن اغالبہ کا عہدِ حکومت اگرچہ ان سے بھی کم ثابت ہوا، اور انھون نے صرف ایک سو گیارہ ۱۱۱ سال اور تین مہینہ تک فرمانروائی کی لیکن تمام شمالی افریقہ پر چھا گئے، اور ان کے حدودِ حکومت سواحل بحر روم کا احاطہ کرتے ہوئے حدودِ صوبۂ مصر تک جا پہنچے،

دولتِ اغالبہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ایک والی کی حیثیت سے افریقہ کی حکومت سنبھالی تھی، اس سے پہلے تک افریقہ مرکزی حکومتِ بغداد کو کوئی خراج دینے کے بجائے قیام امن کے لئے اس سے مصارف لیا کرتا تھا، ابراہیم وہ پہلا والی ہے، جس نے دولتِ عباسیہ بغداد کو ان مصارف سے سبکدوش کر دیا، اور افریقہ سے خراج کی ایک متعینہ رقم بھیجنے لگا، اور ابراہیم اور ہارون رشید سے جو کچھ شرائط طے پائے اون کے رو سے افریقیہ

کی حکومت بنو اغلب کیلئے نسلاً بعد نسلٍ وقف ہوگئی، اور باوجودیکہ اونھین افریقیہ مین اس قدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا، کہ اپنی خودمختاری کا بھی اعلان بھی کرسکتے تھے لیکن فرمانروایانِ اغالبہ اپنی دانشمندی سے خلافتِ عباسیہ کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رہے، اور خطبہ مین خلیفۂ وقت اور فرمانروائے اغلبی کا نام ساتھ ساتھ پڑھا جاتا رہا،

شمالی افریقیہ کا وہ تمام علاقہ جو اغالبہ کے ماتحت تھا، چونکہ بحرِروم کے سواحل پر آباد تھا، اس لئے انھون نے بحری طاقت مین نمایان امتیاز حاصل کرلیا تھا، چنانچہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ باب قیادۃ الاساطیل مین اسکی تصریح کی ہے کہ افریقیہ اور اندلس کی اسلامی حکومتون کی بحری طاقتین، اوس زمانہ مین دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقتین تھین،

یہی وجہ تھی کہ بحرِروم کے تمام جزائر انھی دونون اسلامی حکومتون کے زیرِاقتدار آگئے تھے، جو جزیرے اندلس سے قریب پڑتے تھے، وہ اندلس کے قبضہ مین تھے، لیکن اون کی تعداد کم تھی، اور جو جزائر شمالی افریقیہ کے گرد واقع تھے، یا شمالی افریقیہ کے ان جزیرون سے قریب پڑتے تھے وہ اسلامی حکومتِ اغالبہ افریقیہ کے زیرِاقتدار تھے،

بحرِروم کے اون جزائر پر مسلمانون کے حملے اگرچہ بہت پہلے شروع ہوچکے تھے، جن کی تفصیل کسی گذشتہ باب مین گذرچکی ہے، لیکن ان پر ایسے حملے بالعموم انھی اغالبہ کے عہد مین شروع ہوئے، جو مستقل طور پر انھین زیرِاقتدار لانے کیلئے کئے گئے تھے، چنانچہ اغالبہ جزیرۂ سسلی کے علاوہ بحرِروم کے اور بہت سے دوسرے جزیرون پر بھی قابض ہوئے، پھر اپنی علوہمتی سے سواحلِ اٹلی پہنچے، اس سے آگے بڑھ کر اندرونِ اٹلی مین داخل ہوئے اور پھر سواحلِ فرانس سے جاکر ڈانڈے ملادئے، اغالبہ کی یہ تمام کامیابیان صرف اُن کی بحری قوت کی بنیاد پر تھین، اور بالآخر یورپ کی تمام عیسوی حکومتون اور خصوصاً حکومتِ بیزنطی نے ان کا بحری تفوق تسلیم کرلیا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ شمالی افریقیہ، صقلیہ اور بحرِروم کے دیگر جزائر پر قابض ہونے کے علاوہ اٹلی کی ریاستین

بھی ان کے زیرِ اقتدار آگئین، اور اٹلی مین آبنائے میسینا سے کوہ آلپس تک راستہ مین کوئی قوت اون کے سدِّ راہ نہین ہو سکتی تھی ہو موسیو سدیو اغلبی فتوحات پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے آخر مین لکھتے ہین:-

"اس بیان مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو فتوحات بحرِ روم پر اغلبیون کو حاصل ہوئی تھین، وہ افریقہ اور اسپین کے دوسرے عربون کی فتوحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھین[1]"

دولتِ اغالبہ صقلیہ کے مختلف دور اور صقلیہ کی کمل تسخیر مین تاخیر کا باعث

پھر اغالبہ کی بحری طاقت کے اس تفوق کے باوجود سسلی کی مکمل تسخیر مین اس قدر تاخیر کیون ہوئی، کہ اس کا سلسلہ ۲۱۲ھ/۸۲۷ء سے شروع ہو کر ۲۸۹ھ/۹۰۱ء مین جا کر اٹھتر برس مین اختتام کو پہنچا؟ اس کا جواب کسی قدر تفصیل طلب ہے، عہد اغالبہ مین اسلامی حکومت کے مختلف دور گذرے ہین، اُن کے کل مدتِ حکومت مین ستائیس ۲۷ ولاۃ صقلیہ آئے اور توسیعِ فتوحات کے بارے مین ان مختلف دَورون مین مختلف ولاۃ کا نقطۂ نظر مختلف رہا،

سب سے پہلا دور دولتِ اسلامیہ صقلیہ کے بانی قاضی اسد بن فرات کی آمد سے فتحِ بلرم تک ہے،

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ/۸۲۷ء مین مازر پر بلا مزاحمت قابض ہوئے تو اوسی کو اسلامی حکومت کا صدر مقام قرار دے کر اونھون نے اپنی توجہ سرقوسہ کی فتح پر مبذول کر دی کہ اون کے نقطۂ نظر سے بیزنطی دار الحکومت کی فتح ہی گویا پورے جزیرہ کی فتح تھی، اثنائے راہ مین مختلف مقامات پر بھی حملے ہوئے اور قاضی اسد نے اپنی صلح جو طبیعت کی افتاد سے یہی چاہا کہ کہین خونریزی کی نوبت نہ آئے، اور لوگ ادائے جزیہ کی شرط پر امان طلب کر لین، اور پھر وہ اسی نقطۂ نظر سے سرقوسہ پہنچے کہ اوس کی تسخیر کے بعد وہ پورے جزیرہ کو جزیہ ادا کرنے پر رضامند کر لین گے، اور جہان معرکہ آرائی کی نوبت آئے گی، وہ مقام اسلامی حکومت کے قبضہ واقتدار مین داخل ہو گا،

قاضی اسد بن فرات اپنے بعد مسلمانانِ صقلیہ کے سامنے یہ نقطۂ نظر قائم کر گئے کہ پیشقدمیون

---

[1] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵،

کی تمام کوششین مرکزی مقام پر جاری رکھی جائین، اور باقی چھوٹے چھوٹے شہرون اور قلعون سے جزیہ کی شرط پر صلح کی جائے، چنانچہ ان کے جانشین محمد بن ابی الجواری نے اسی نقش قدم کی پیروی کی لیکن جب مسلمانون پر مصائب کا طوفان آیا، اور سرقوسہ کی مہم ناکام ثابت ہوئی، تو اونھون نے اپنے زاویہ نگاہ مین تبدیلی کی، اور بعض دوسرے شہرون پر حملہ آور ہو کر قابض ہوئے تاہم مرکزی شہر پر قبضہ کرنے کا تخیل اب بھی موجود رہا، اور اسی سلسلہ مین قصریانہ پر قسمت آزمائی کرنی چاہی، اور مسلسل دو سال تک یہ کوششین جاری رہین، یہانتک کہ ایک دور ابتلا کے بعد بلرم پر قبضہ ہو گیا،

بلرم مسلمانون کو ایسے موقع سے مل گیا کہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے مسلمانون کا بہترین صدر مقام بن سکتا تھا، اور اسی لئے مشرق کی فنیقی قوم نے اوس کو دار الحکومت قرار دیا تھا مسلمانون نے تسخیر بلرم کے بعد اسلامی حکومت کی تشکیل کی، اور مسلسل دو سال تک فوجی مہمون کا سلسلہ موقوف رہا، پھر جب فوجی مہمون کا آغاز ہوا تو اوسکی ابتدا قصریانہ سے ہوئی، اولاً یہان کی پچھلی ناکامی کا انتقام اور پھر دار الحکومت سے اسکے قریب ہونے اور اسکے زیر اثر ایک وسیع علاقہ کے ہونیکے باعث مسلمانون کی تمام تر توجہ اسی شہر پر مرکوز رہی، تا انکہ ادائے جزیہ کی شرط پر یہ سلسلہ موقوف ہوا، اس اثنا مین مسلمانون نے ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقیون کی شاہراہ کھول دی، بلرم اور اوس کے زیر اثر علاقہ مین ایسا کاروبار جاری ہو گیا، جو ایک مستقل حکومت کے شایان شان ہو سکتا تھا، یہ صقلیہ کی اسلامی حکومت کا **دوسرا دور** تھا،

اس کے بعد مسلمانان صقلیہ نے جزیرہ مین دو مستقل حکومتون کا وجود تسلیم کر لیا، ایک طرف صقلیہ کی اسلامی حکومت تھی، اور دوسری طرف رومیون کی بیزنطی حکومت، اب اولاً اونھون نے بیزنطی حکومت کو نظر انداز کر کے اسلامی حکومت کے بقا و تحفظ کی فکر کی، اور اسی سلسلہ مین افریقیہ و صقلیہ کے مابین جزائر پر تسلط حاصل کیا، اور پھر جزیرہ کے اوس جنوبی علاقہ کو جو دار الحکومت بلرم کے آس پاس تھا اپنے قبضہ مین لائے، اور اوس کے بعد بیزنطی حکومت کے خاتمہ کے لئے اوس کے پایہ تخت پر اقتدار حاصل کرنے کا قدیم تخیل پھر لوٹ آیا،

اور اسی بنا پر بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ کے زیر اثر صوبہ مسینا پر توجہ مبذول کی، کہ یہان سے بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ پر زد پڑتی تھی، اور نیز اسلامی حکومتِ صقلیہ کی ترقی کے لئے ریاستہاے ایطالیہ سے تجارتی تعلقات وغیرہ قائم ہو سکتے تھے، چنانچہ فتح مسینا کے بعد یہ دونون مقصد حاصل ہوئے، لیکن ولایت مسینا کی فتح کے بعد ہی بیزنطی عمال نے اسی بنا پر اپنا پایہ تخت سرقوسہ سے قصریانہ منتقل کر لیا، اور پھر اسی بنا پر مسلمانون کو بھی اپنی پیشقدمی کا نقشہ بدلنا پڑا، اور انھون نے اپنی عنانِ توجہ قصریانہ پر دوبارہ منعطف کر لی، اور اسی فتح پر اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **تیسرا دور** ختم ہو گیا،

اس کے بعد جب سرقوسہ دوبارہ پایہ تخت قرار پایا، تو مسلمانون نے بھی اپنی تمام تر توجہ پھر سرقوسہ کی مہم پر مبذول کی، اور یہ مہم بھی اتمام کو پہنچی، اور یہ اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **چوتھا دور** تھا،

اس کے بعد دولتِ اغالبہ صقلیہ کا **پانچوان دور** اوس کے دورِ احتلال سے شروع ہوتا ہے جس کے وجوہ و اسباب اس سے پہلے بہ تفصیل گذر چکے ہین، لیکن اس دور مین بھی جب کہ اسلامی حکومت مختلف قسم کی خانہ جنگیون مین مبتلا تھی، اور اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ تقریباً موقوف ہو چکا تھا جب صقلیہ کے رومیون نے ایک نئے قلعہ کو درست کر کے اس کو مرکزی حیثیت سے دار الحکومت کا لقب دیا، تو والیِ صقلیہ نے پیشقدمی کر کے اس جدید دار الحکومت پر قبضہ کر لیا، اور اس طرح انھون نے جزیرہ مین گویا اپنی حریف سلطنت کا خاتمہ کر دیا، اور اسی بنا پر جب ابو العباس نے یہان امن و امان قائم کر کے فوجی مہمون کا دوبارہ آغاز کیا، تو اوس نے اندرونِ جزیرہ مین پیشقدمی کرنے کے بجاے جنوبی اٹلی کا رُخ کیا،

اسی کے بعد ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کے قصد سے صقلیہ آتا ہے، اور چند ہی دن مین بغیر کسی زیادہ مزاحمت کے سارے جزیرہ پر قابض ہو جاتا ہے، اور یہی دولتِ اغالبہ صقلیہ کے سلسلۂ محاربات کی آخری کڑی ہے جسے **چھٹا دور** کہا جا سکتا ہے،

ملکی فتوحات کے لحاظ سے جزیرہ مین مسلمانون کے یہی چند دور گذرے ہین، ان تمام دورون پر

اجمالی نگاہ ڈالنے سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان مین سے ہر ایک دور اپنی جگہ پر اس قدر مستقل ہے کہ لوگون نے ہر ایک دور کے خاتمہ پر گویا اوسکو جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور آغاز ہی مین بلرم کی فتح کے بعد اسلامی حکومت کی بنیاد یہان ایسی مستحکم سمجھ لی گئی، کہ کبھی انھین پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال سرے سے پیدا ہی نہین ہوا، البتہ ان مختلف دورون مین سے ہر دور مین یہ قدر مشترک ضرور موجود رہا کہ حکومت بیزنطی کے پایہ تخت پر قبضہ کیا جائے اور مسلمانون کے نقطۂ نظر سے پایہ تخت پر قابض ہو جانے کے دوسرے معنی پورے جزیرہ کی تسخیر کے تھے، چنانچہ جب سنہ ۲۴۴ھ ۸۵۸ء مین قصریانہ اسلامی اقتدار مین داخل ہوا جو اوس زمانہ مین بیزنطی پایۂ تخت کی حیثیت رکھتا تھا، تو مسلمانون نے اسکو پورے جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور اسی بنیاد پر ابن ابی دینار کا بیان ہے کہ پورا جزیرہ ۳۵ سال مین تسخیر ہو گیا، حالانکہ اس وقت تک جزیرہ کے تہائی حصہ سے زیادہ اسلامی مقبوضات مین داخل نہین ہوا تھا،

اس لئے اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانون نے پورے جزیرہ کی تسخیر کا تخیل کبھی سامنے نہین رکھا، وہ پہلے دار الحکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اور اسی راستہ سے پورے جزیرہ پر حکمران ہونا چاہتے تھے، اور یہی اس تاخیر کا اصل باعث ہے،

فتحِ سرقوسہ کے بعد بھی جب پورے جزیرہ کی تسخیر نہایت آسان ہو گئی تھی، جس کا یورپین مورخین کو بھی اعتراف ہے، لیکن اونھی حالات کے گرد و پیش جنکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اونھون نے خود اس جانب توجہ نہین کی اور اسی لئے جب ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال لیکر صقلیہ آیا تو چند ہی دن مین اسکو اتمام تک پہنچا دیا،

اہم شہرون کی تسخیر لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ بیزنطی پایہ تخت کو نشانہ بنانے کی وجہ سے مسلمانون نے کسی دوسری جانب رُخ نہین کیا، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کا اصل محاذ پایہ تخت رہا، اور اسی ضمن مین انھون نے دوسرے شہرون پر بھی فوجکشیان کین، اور رفتہ رفتہ فتحِ سرقوسہ سے پہلے تقریبًا دو تہائی جزیرہ

پر قابض ہو گئے، اور جزیرہ کے اہم شہر بلرم، بوطرا، ابتش، جرجنت، بیناؤ، نوطس، مسینا، لیتنی، شکلہ، رغوص، بیترہ، اور لنبیا ذہ وغیرہ بیزنطی دار الحکومت کے مفتوح ہونے سے پہلے اسلامی اقتدار مین داخل ہو چکے تھے، لیکن جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا، اگرچہ کبھی کبھی توسیعِ فتوحات کے نقطۂ نظر سے ان پر حملے کیے گئے، تاہم ان مین سے اکثر کی تسخیر پایہ تخت کی تسخیر کی کوششون کے ضمن مین ظہور پذیر ہوئی،

فوجکشیون اور پیشقدمیون کی کثرت،

علاوہ ازین دولتِ اغالبہ صقلیہ کی سرگذشت مین فوجی پیشقدمیون اور فوجکشیون کی بہ کثرت مثالین ملتی ہین، اور دراصل یہ فوجکشیان بھی اصل نقطۂ نظر کے حصول کے ذریعے اور واسطے تھین، جو حسب ذیل مقاصد کے لئے کیجاتی تھین،

(۱) رومی مقبوضات کے شہر اور آبادیان جزیہ قبول کرین،

(۲) جو شہر جزیہ قبول کرنے سے انکار کرین اور مقابلہ کرین، اونھین اس قدر تہ و بالا کیا جائے کہ حکومت بیزنطی کے قبضہ سے از خود نکلنا چاہین،

(۳) حکومت بیزنطی کے ذرائع آمدنی کو مسدود کرنے کے لئے اوس کے مقبوضات کی پیداوار سے وہانکے باشندونکو محروم کر دیا جائے، خواہ وہان کی زراعت کو حاصل کر کے یا اوس کو برباد کر کے یہ مقصد حاصل ہو،

اوس عہد کے قانون جنگ و صلح کے رو سے دشمن کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کرنا اصولاً روا بھی سمجھا جاتا تھا، کہ وہ سب علاقے دار الحرب تھے، اور انھین خود دشمنون کے نقطۂ نظر سے حق حاصل تھا، کہ اون کے مقبوضات کی زراعت برباد کر دین، مویشیون کو چھین لین، اگر کسی علاقہ کے باشندے مقابلہ کرین تو اونھین تہ تیغ کرین، اور جو ان مین سے گرفتار ہو جائین، اور ان کے بارے مین متحارب حکومت سے کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکے تو لونڈی غلام بنا کر فروخت کر دین اور اگر اسی سلسلہ مین کوئی شہر مفتوح ہو جائے، تو زیر علم کر لین، ورنہ ان مصائب سے بچنے کے لئے جزیہ قبول کر کے اسلامی حکومت،

کی حفاظت مین آجائین، مسلمانون نے اس قسم کی پیشقدمیان کثرت سے کین، چنانچہ ایک سے زیادہ مرتبہ رومیون نے مسلمانون کی اس قسم کی پیشقدمیون کو روکنے کیلئے مختلف شرائط پر کسی محدود مدت تک کیلئے عارضی صلحین کین اور جب تک اوس صلح کی مدت قائم رہی، فوجکشی ملتوی رہی،

اسی طرح جب رومیون کو موقع ملتا، وہ بھی اسلامی مقبوضات کو تاخت وتاراج کرتے، اور صلح کے موقعون پر تین تین چار چار سو قیدی فدیہ دیکر چھوڑائے جاتے،

دولتِ اغالبہ کے زوال کا سبب

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ جہان ابراہیم کی ذات صقلیہ مین فتوحات اسلامی کی تکمیل کا باعث بنی، وہان صرف اسی کی شخصیت دولتِ اغلبیہ کے زوال کا موجب بنی، اگرچہ اس سے جو کچھ سرزد ہوا، وہ ہوش وخرد مین نہین، بلکہ مراق وخفقان مین، اس لئے درحقیقت دولتِ اغلبیہ کے زوال کی تمام تر ذمہ داری اون ارکانِ دولت پر آتی ہے، جو ابراہیم کے عہد مین حکومت کے ذمہ دار عہدون پر فائز تھے، اگر وہ اس کے مراق کی ابتدا ہوتے ہی، اوسکو حکومت سے دستبردار ہونے کی دھمکی دیتے، اور اگر اس صورت مین بھی حالات روبہ اصلاح نہ ہوتے، تو خلافتِ عباسیہ سے رجوع کرنے مین جو کچھ اونھون نے آخر مین کیا وہ ابتدا ہی مین کر گذرتے تو غالبًا دولتِ اغالبہ کو اس قدر جلد یہ تلخ انجام دیکھنا نہ پڑتا، اور ابراہیم شروع ہی سے یا تو حکومت سے کنارہ کش ہوجاتا، اور ابو العباس کو اپنا جانشین بناتا، یا دلجمعی سے اپنے کو سنبھالنے کی فکر کرتا، جیسا کہ اپنے آخر عہدِ حکومت مین فرمانِ خلافت پاکر دربارِ خلافت مین حاضری، اور وہان کی جواب دہی کی ذمہ داری قبول کرنے سے خائف ہوا، اور حیلہ جوئی کرکے صقلیہ چلا آیا،

لیکن یہ کنارہ کشی غایت درجہ بتاخیر ہوئی، سلسلۂ علت ومعلول کی کڑیان اس سے پہلے پوری ہوچکی تھین، صرف نتیجہ کا ظہور باقی تھا، کہ اوس کے طویل دورِ مظالم کے نتائج وعواقب کے طور پر سرزمین افریقیہ مین دعوت اسمٰعیلی پورے طور پر بار آور ہوچکی تھی، اور ابراہیم زیادہ تر اسی لئے اپنی روش بدلکر حکومت سے کنارہ کش ہوا، کہ اس کے باعث افریقیہ مین دعوتِ اسمٰعیلی کو روز بروز قبولیت حاصل ہوتی جاتی تھی، چنانچہ

ابنِ خلدون لکھتا ہی،

وفی ایامه ظهر ابو عبد الله الشیعی	ابراہیم کے زمانہ مین ابو عبد اللہ الشیعی کتامہ مین ظاہر
بکتامه .... وهو من الاسباب التی	ہوا.......... اور منجملہ دیگر اسباب کے یہ بھی ایک
دعته للتوبة والاقلاع وخروجه	سبب ہے جس نے اسکو تائب ہونے تاج و تخت چھوڑنے
الی صقلیه	اور صقلیہ چلے جانے پر آمادہ کیا،

اس لئے اگر ابراہیم کے دورِ مظالم کے شروع ہوتے ہی اسکو حکومت سے الگ ہونے پر مجبور کیا جاتا تو دولتِ اغالبہ کا اس قدر جلد خاتمہ نہ ہوتا،

پھر یہ بھی بخت و اتفاق کی بات ہے کہ جب ابراہیم کے بعد ابو العباس نے نئے سرے سے حکومت سنبھال لی اور یہ توقع پیدا ہوئی کہ حکومت اغلبیہ کی متزلزل بنیاد کچھ دنون کے لئے سنبھل جائے، اور شاید وہ دعوتِ اسمٰعیلی کے استیصال مین کامیاب ہوجائے، کہ اچانک اوس کے سرمستِ شباب ناخلف لڑکے ابو مضر نے رہی سہی امیدون کا خاتمہ کر دیا، اور اپنے باپ ابو العباس کو قتل کر کے دولت اغلبیہ کے زوال کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر قبول کرلی، اور پھر باغیون سے مقابلہ کی قوت رکھنے کے باوجود حکومت سے دستبردار ہو کر افریقہ سے نکل پڑا، اور اس طرح خود اپنے ہاتھون اپنی قبر تیار کرلی، اور آوارۂ وطن آغوشِ لحد مین جا لیٹا، اور اسی کے ساتھ خانوادۂ اغالبہ کی سطوت و عظمت اور جاہ و جلال کا آفتاب بھی غروب ہوگیا،

دولتِ فاطمیہ

سنہ ۲۹۶ھ ۹۰۸ء سنہ ۳۲۶ھ ۹۴۷ء

دولتِ فاطمیہ، شیعی تحریک کی اسماعیلی شاخ سے تعلق رکھتی ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے، کہ شیعی تحریک جسمین ہمیشہ سے عجمی روح کارفرما رہی ہے، اوس نے اول روز سے اپنی کامیابی کا گر مخفی دعوت و تبلیغ (پروپگنڈا) کو قرار دیا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد مین ابن سبا وغیرہ کی شیعی تحریک اسی تدبیر سے کامیاب ہوئی، اور حضرت عثمانؓ شہید ہوئے، اور مسلمانون مین کشت و خون تک نوبت پہنچی، اور بجاے ایک اسلام کے تین سیاسی اسلام یعنی اہل سنت والجماعة، شیعہ اور خارجی، ہوگئے،

حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت، اور حضرت امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب بنوامیہ دنیاے اسلام کے تنہا مالک ہوگئے، تو اہل بیتِ کرام یعنی بنوامیہ کے خلاف بنوہاشم کی تائید مین، ایک متفقہ شیعی تحریک بروے کار آئی، اور بالاخر ابومسلم خراسانی کے ہاتھون اوس نے سنہ ۱۳۲ھ ۷۴۹ء مین بنوامیہ کا تخت الٹ دیا، مگر جب اس ہاشمی تحریک کے چہرہ سے پردہ اوٹھا تو ہاشمیہ اور اہل بیت مین سے عباسی خاندان کی کامیابی کی صورت مین وہ نظر آئی،

اب وہ کشاکش جو بنوہاشم اور بنوامیہ کے باہمی اقتدار کے لئے جاری تھی، وہ عباسیہ اور علویہ (یعنی اولاد علیؓ ابن ابی طالب) کی صورت مین قائم ہوگئی، عباسیہ اب برسرِ حکومت تھے اور علویہ اپنی مخفی تحریکون مین مصروف

اور جب کبھی اون کی دعوت کو کہین کامیابی نصیب ہوئی، اونھون نے کھل کر تیغ و سنان سے عباسیہ کا مقابلہ کیا، بالآخر ان علویہ کے بھی دو حصے ہو گئے، یعنی ایک تو وہ جو حضرت علیؓ کی زوجۂ مطہرہ حضرت فاطمہؓ بنتِ رسولؐ کی اولادِ کرام تھی، اور دوسرے وہ جو حضرت علیؓ کی دوسری بیبیون کے بطن سے تھے، فاطمی کے معنی حضرت علیؓ کی نسل سے حضرت فاطمہؓ کے سلسلہ سے جو اولاد ہوئی،

حضرت علیؓ کی فاطمی نسل مین حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام علی زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق تک تمام شیعیانِ اہلِ بیت کا اتفاق رہا، امام جعفر صادق کی اولاد مین دو نامور تھے، ایک اسمٰعیل، دوسرے موسیٰ کاظم، اس لیے شیعی گروہ بھی دو حصون مین منقسم ہو گیا، ایک نے موسیٰ کاظم کو، اور دوسرے نے اسمٰعیل کو امام مانا، امام موسیٰ کاظم والے، امام موسیٰ کے بعد امام علی رضا کو، پھر امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکری زکی، پھر امام مہدیِ منتظر کو امام مان کر بارہ امامون پر امامت تمام کر دی، یہ اثنا عشری کہلائے جو آج ایران کا عام مذہب ہے،

اسمٰعیل کی امامت کے معترف، اسمٰعیل کے بعد محمد مکتوم بن اسمٰعیل، جعفر مصدق بن محمد مکتوم، اور حبیب بن جعفر مصدق ہین، اور انھین کی نسل مین کہا جاتا ہے، کہ ابو محمد عبید اللہ ملقب بہ مہدی ظاہر ہوا، اور یہی دولتِ فاطمیہ کا بانی بنا، جس نے سب سے پہلے شمالی افریقہ مین ظہور کیا، اور اوس کے تیسرے جانشین المعز لدین اللہ نے عباسیون کو نکال کر مصر پر قبضہ کیا، اور اپنے مرکزِ حکومت کو شمالی افریقہ سے ہٹا کر مصر مین منتقل کیا، اور مصر مین دولتِ فاطمیہ کی بنیاد ڈالی[1]،

---

[1] ابھی فاطمی خلفا مین سے آگے چل کر ایک خلیفہ الحاکم بامر اللہ پیدا ہوا، جس کے دو بیٹے ہوئے، نزار اور علی الظاہر لاعزاز دین اللہ، اس طرح فاطمی اسمٰعیلی امامت دو حصون مین منقسم ہو گئی، ایک نزاری اور دوسرے ظاہری، ظاہر لاعزاز دین اللہ مصر کا خلیفہ ہوا، اور آخر یہ امامت سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھون تباہ ہوئی، اسی سلسلہ کے لوگ آج ہندوستان مین بوہرے کہلاتے ہین، اور نزاری کی بنا حسن بن صباح نے کوہستان ایران مین ڈالی، اور قلعہ الموت مین باطنی حکومت کی بنیاد استوار کی، جس کا خاتمہ ہلاکو خان تاتار کے ہاتھ سے ہوا، اسی سلسلہ کے امام ہز ہائنس آغا خان ہین،

اس مخفی تحریکِ دعوت کے چلانے کی صورت یہ تھی، کہ کسی مناسب مقام پر جہان امام ہوتا، اوس کا پوشیدہ صدر مقام ہوتا، اور اوس کے تحت تمام ملک مین اوسکے ہشیار مبلغون کی نگرانی مین اوسکی شاخین ہوتین، اور ان مین سے ہر ایک اوس امام کی بیعت لوگون سے لیتا، اور جب کسی حصۂ ملک مین کسی نائب کو معتد بہ افراد کی بیعت حاصل ہوجاتی، وہ ان کو لیکر حکومت کے مقابلہ کے لئے اوٹھ کھڑا ہوتا، اب یا وہ کامیاب ہوجاتا، اور یا مارا جاتا، پھر اوس کا دوسرا جانشین مقرر ہوتا، اور یہ تحریک آگے کو چلاتا، ان مبلغون کا اصطلاحی نام داعی اور جمع کی صورت مین دعاۃ تھا،

ان اسماعیلی دعاۃ اور خصوصًا داعی الدعاۃ کی تعلیم و تربیت صدر مقام کے افاضل کے زیر اہتمام ہوتی، اور جب وہ تعلیم و تربیت مین پورے اوتر جاتے تو حسب ترتیبِ تعلیم و تربیت کی مناسبت سے مختلف مقامات پر بھیج دیئے جاتے، اور یہی دعاۃ اپنی ولایت مین شیعی دعوت کی تبلیغ و اشاعت تحریک کے مخالف افواہون کی تردید و انسداد، اور حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت کی منظم جدوجہد کرتے، اور اپنی تمام جدوجہد کی مفصل روداد نیز باشندگانِ ولایت کی ذہنی استعداد و ذہنی انقلاب کی پوری تشریح صدر مقام مین بالالتزام بھیجتے، اور پھر یہان سے اونھی رودادون کے حسب اقتضا مختلف ہدایتین جاری ہوتین،

چنانچہ اسی اصول کے زیر اثر سرزمین افریقیہ مین بھی اسماعیلیون کے دعاۃ نامزد ہوئے، ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ افریقیہ مین اسماعیلی دعوت کا سب سے پہلا داعی ایک شخص حلوانی نامی آیا، اور اسی کی مدد کے لئے ایک اور داعی ابوسفیان نام بھی بھیجا گیا، یہ دونون حضرت امام جعفر مصدق بن محمد المکتوم بن جعفر صادق کے فرستادہ تھے، ان لوگون نے افریقیہ پہنچ کر حکومت کے پایۂ تخت سے دور بنو کتامہ نام ایک مشہور بربری قبیلہ کی سرزمین کو اپنی جدوجہد کی جولانگاہ بنایا،

بنو کتامہ بربریون مین سب سے زیادہ بہادر تھے، اور وہ افریقیہ کی حکومتِ وقت سے ہمیشہ برسرپیکار رہتے تھے، اسماعیلی داعیون نے ان کو بہت جلد اپنے قابو مین کرلیا،

چنانچہ اسماعیلی داعی حلوانی اور ابوسفیان ارضِ کتامہ پہنچ کر ان لوگون مین اپنی پوری قوت سے تبلیغ شروع کر دی، حلوانی نے اپنا مستقر مرماجنہ[1] کو قرار دیا، اور ابوسفیان نے شہر سوف حمار کو، ان لوگون نے زہد وورع، تقوی اور مذہبی تقدس کے اظہار سے بنو کتامہ مین بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل کر لی، اور لوگ عقیدتمندانہ ان کے پاس آنے لگے، یہ ان کی پہلی کامیابی تھی، اس کے بعد دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا، اور ان شہرون کے آس پاس مذہب کے پیروون کا ایک گروہ پیدا ہو گیا، لیکن ابھی یہ داعی اپنی کوششون کے ثمرات نہ دیکھنے پائے تھے کہ کچھ دنون آگے پیچھے دونون کا انتقال ہو گیا[2]،

ان دونون کے انتقال کے بعد افریقہ کے لئے ابوعبداللہ کا انتخاب ہوا، ابوعبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن زکریا صنعا کا رہنے والا تھا، امام اسماعیلی محمد الحبیب نے اس کی تعلیم و تربیت کے لئے اوسکو کمسنی سے ابنِ حوشب کے سپرد کیا، ابن حوشب شیعی دعوت کے بڑے مبلغون مین سے اور امام اسماعیلی محمد کا دستِ راست تھا، چنانچہ عبداللہ کی ہر قسم کی تعلیم و تربیت ابن حوشب ہی کے زیر نگرانی ہوئی، ابن حوشب نے اس کو ان الفاظ مین افریقہ کی خدمت سپرد کی، کہ

> ”حلوانی و ابوسفیان مغرب مین ارض کتامہ کو قابل زراعت بنا چکے ہین، اب اون کے انتقال کے بعد اس سرزمین کے لئے تم سے بہتر کوئی دوسرا موجود نہین، جلد سے جلد جاؤ کہ صالح اور تیار زمین تمہارے لئے موجود ہے“

اتفاق سے حج کا موسم تھا، ابوعبداللہ اپنے ایک رفیقِ کار عبداللہ بن ابی ملاحف کے ساتھ دولت وثروت کا ایک انبار ساتھ لئے ہوئے مکہ معظمہ پہنچا، کہ یہان بنو کتامہ کے کچھ لوگ حج کے لئے آئے ہون گے اس کے بعد وہ مکہ معظمہ سے بنو کتامہ کے چند افراد کی معیت مین مختلف حیلون سے مصر پہنچا، اور پھر صحر الصحرا

---

[1] ابن اثیر مین ”مرمجنۃ“ اور ابن خلدون مین اسی کا نام ”مرغۃ“ ہے، لیکن جغرافیہ کی متداول کتابون ابن حوقل، مقدسی، اصطخری اور یاقوت وغیرہ مین ”مرماجنۃ“ ہے، اسلئے مین نے ابن اثیر کے لفظ مرمجنۃ کو مرماجنۃ لکھا ہے۔ [2] ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱، وابن اثیر ج ۸ ص ۲۳

ہوتا ہوا، افریقیہ روانہ ہوا، اور مختلف مقاموں مین ٹھہر کر ۱۵ ربیع الآخر ۲۸۸ھ/۹۰۱ء کو ارضِ کتامہ کے ایک مرکزی مقام انکجان مین پہنچ گیا،

ابو عبد اللہ کے مکہ معظمہ سے افریقیہ پہنچنے، یہان تحریک شروع کرنے اور اوس مین رفتہ رفتہ کامیاب ہونے کی ایک طویل داستان ہی، جو دولتِ فاطمی کی مستقل تاریخ کا ایک باب ہو سکتی ہی، یہان مختصراً یہ کہنا کافی ہی، کہ ابو عبد اللہ بنو کتامہ کو منظم کرکے بربرون کا ایک لشکرِ جرار حکومتِ اغلبیہ کے خلاف میدانِ جنگ مین لے آیا، لوائے اسماعیلی اسکے ہاتھ مین امامِ منتظر کے لئے سربلند تھا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے عہد سے کھلم کھلا مقابلہ ہونے لگا، اور بالآخر جب ۲۶ جمادی الاخریٰ ۲۹۶ھ/۹۰۸ء کو آخری اغلبی تاجدار ابو مضر زیادۃ اللہ افریقیہ سے فرار ہوا تو ابو عبد اللہ نے فوراً ہی تمام افریقیہ مین دولتِ اسماعیلی فاطمی یا دولتِ عبیدیین کے قیام کا اعلان عام کر دیا، اور جمعہ کے دن خطبہ مین ابو عبد اللہ نے اپنے امام منتظر عبید اللہ المہدی کو امیر المومنین المہدی کے لقب سے موسوم کیا، اور اسی دن افریقیہ سے خلافتِ عباسیہ کا قطعی انقطاع ہو گیا،

عبید اللہ المہدی اسمٰعیلی،

۲۹۶ھ—۳۲۲ھ
۹۰۸ء—۹۳۳ء

افریقیہ کا دولتِ فاطمیہ کا پہلا فرمانروا فرقہ اسماعیلیہ کا امام عبید اللہ المہدی تھا، اس کا سلسلۂ نسب چند پشتون سے حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے، بغداد کے خلفائے عباسیہ نے گو اس کے نسب کی صحت مین کلام کیا، اور علما، اور سادات کی طرف سے ۴۰۲ھ/۱۰۱۱ء مین ایک محضر بھی تیار کرایا جسمین فاطمیہ کی صحتِ نسب کا انکار کیا گیا، مگر محققین اس محضر کو خلفائے عباسیہ کی ایک سیاسی سازش سے زیادہ وقعت نہین دیتے، چنانچہ ابن اثیر، ابنِ خلدون اور مقریزی نے بدلائل اس محضر کا پردہ چاک کیا ہی،[1]

---

[1] تاریخ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۰ تا ۲۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱، و مقریزی در خطط مصر ج ۲ ص ۱۵۹،

عبیداللہ کو اوس کے باپ محمد الحبیب نے اپنی وفات کے وقت اپنا جانشین بنایا، اور مغرب مین جانے کی وصیت کی، جب وہ اس وصیت کے مطابق مغرب روانہ ہوا، تو اوس کی خبر عباسی خلیفۂ وقت تک پہنچی، اور دربارِ خلافت سے اوس کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا، عبیداللہ اپنے لڑکے ابوالقاسم کو ساتھ لے کر شام سے مصر کو روانہ ہوگیا، معتضد نے قاصد دوڑائے اور والیِ مصر کو اسکی گرفتاری کے لئے لکھا، یہ قاصد عبیداللہ کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچ گئے، چنانچہ عبیداللہ مصر مین داخل ہوتے ہی گرفتار کرلیا گیا، لیکن عجیب اتفاق کہ وہ شخصی مشابہت سے مصر مین رہا کردیا گیا، اور وہان سے افریقیہ روانہ ہوگیا،

جب معتضد کو خبر ملی تو والیِ مصر کو تہدید آمیز خط لکھا، اور پھر فرمان والیانِ افریقیہ کو لکھ بھیجا، کہ وہ ڈھونڈ کر گرفتار کرلیا جائے، چنانچہ اوسکی گرفتاری کا حکم افریقیہ کے تمام شہرون مین بھیج دیا گیا،

عبیداللہ مغرب و افریقیہ کے مختلف شہرون مین روپوش مارا مارا پھرا، لیکن بنوکتامہ تک کسی طرح رسائی حاصل نہ ہوئی، بالآخر وہ اپنے رفقا سمیت سلجماسہ مین گرفتار کرلیا گیا،

لیکن قضا و قدر کا فیصلہ اس کے برعکس تھا، بنو فاطمہ کا آفتابِ اقبال طلوع ہوچکا تھا، اسی اثنا مین ابوعبداللہ الداعی کی قوت کو فروغ حاصل ہوا، آخری اغلبی تاجدار ابومضر تاج و تخت چھوڑ کر افریقیہ سے بھاگ کھڑا ہوا، ابوعبداللہ نے دارالحکومت پر قبضہ کرنے کے بعد سلجماسہ پر لشکر کشی کی، اور ۶ ذی الحجہ یوم شنبہ کو شہر مین داخل ہوگیا،

عبیداللہ اور اوس کا لڑکا ابوالقاسم مریم بنت مدرار کے مکان مین مقید تھے، قید سے باہر نکلے اور ابوعبداللہ ادب سے آگے بڑھا، اور فرطِ مسرت سے اوس کے قدمون پر گر پڑا، اور تاج و تخت پیش کئے[۱] اور

---

[۱] ابن خلدون ج ۴ ص ۳۰ لغایۃ ۳۷، ابن اثیر ج ۸ ص ۲۷ لغایت ۲۹، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۲۰۲، لغایت ۲۲۰، دولت فاطمیہ کا بانی ابوعبداللہ الداعی اسنتِ جاریہ کے مطابق دولتِ عباسیہ کے بانی ابومسلم خراسانی کی طرح تہ تیغ کیا گیا،

فرقۂ اسماعیلیہ کے متبعین نے اپنے امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کی، اور پھر یہ پوری جماعت شاہانہ تزک و احتشام سے دارالحکومت مین داخل ہوئی،

پھر رفتہ رفتہ تمام شمالی افریقہ بنو فاطمہ کے زیر اقتدار آ گیا، اور بنو اغلب کے ممالک محروسہ کے علاوہ بنو مدرار کی ۱۳۰ سالہ حکومت (سلجماسہ) اور بنو رستم کی ۱۶۰ سالہ حکومت (تاہرت) کا بھی خاتمہ ہوا، اور سارے افریقہ مین بنو فاطمہ کی واحد خود مختار حکومت قائم ہوگئی،

انقلاب حکومت کا اثر صقلیہ پر

افریقہ کے انقلاب حکومت کے اثرات فوراً صقلیہ بھی پہنچے، اور یہان کے معززین اور عام باشندے بھی دو گروہون مین منقسم ہوگئے، ایک گروہ نے افریقہ کی فاطمی حکومت کا استقبال کرنا چاہا جس کی قیادت علی بن محمد بن ابی الفوارس نے اپنے ہاتھ مین لی جس کو ابو العباس سابق فرمانروائے افریقہ نے ابو مضر زیادۃ اللہ کے بعد صقلیہ کی حکومت تفویض کی تھی، اور دوسرا گروہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کے ساتھ تھا جس کو ابو مضر نے افریقہ کی حکومت سنبھالنے کے بعد علی بن محمد بن ابی الفوارس کے بجائے نامزد کیا تھا، اور اوس وقت یہی صقلیہ کا وہ آخری والی تھا جسکو سب سے آخری اغلبی تاجدار نے مقرر کیا تھا،

حامیان دولت فاطمیہ کو اقتدار حاصل ہوا، اور علی بن محمد بن ابی الفوارس کی سرکردگی مین ایک ہی حملہ مین موجودہ والی صقلیہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کو گرفتار کرکے قید خانہ مین ڈال دیا گیا اور اوس کے گھر بار، مال و متاع سب لوٹ لیا، یہ واقعہ ۱۱ رجب ۲۹۶ھ ۹۰۹ء یعنی حکومت اغالبہ کے زوال کے ٹھیک پندرہوین دن پیش آیا.

اسکے بعد علی بن محمد بن ابی الفوارس نے احمد بن ابی الحسین کو پابہ زنجیر عبید اللہ المہدی کی خدمت مین پیغام تہنیت کے ساتھ افریقہ بھیج دیا، اور اس طرح مسلمانان صقلیہ نے اس جدید حکومت سے اپنی اطاعت کا اظہار کیا، اور اسی کے ہمراہ عبید اللہ کی خدمت مین مسلمانان صقلیہ کا ایک محضر بھی پہنچا جس مین دستور کے

مطابق علی بن محمد بن ابی الفوارس کو عہدۂ ولایت پر سرفراز کرنے کی استدعا کیگئی تھی، عبید اللہ نے یہ درخواست منظور کرلی، اور وہ دولتِ فاطمی افریقیہ کا صقلیہ مین سب سے پہلا والی مقرر ہوا،

علی بن محمد بن ابی الفوارس فاطمی والی صقلیہ (۱)

۲۹۶ھ — ۲۹۷ھ
۹۰۸ء — ۹۰۹ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس عہدِ اغالبہ مین بھی ولایتِ صقلیہ کے خدمات انجام دے چکا تھا، اور اگرچہ اسی کے ہاتھون صقلیہ مین دولتِ اغلبیہ کا خاتمہ ہوا، اور فرمانروائے فاطمی کو صقلیہ پر تسلط حاصل کرنے کی کوئی خاص زحمت نہین کرنی پڑی، اس لئے یہ علی بن محمد بن ابی الفوارس کا دولتِ فاطمی کے لئے ایک اہم کارنامہ کہا جا سکتا ہی،

لیکن اس کے باوجود علی بن محمد بن ابی الفوارس نے جس حیثیت سے ولایتِ صقلیہ پر قبضہ کیا تھا، سیاسی مصالح کے لحاظ سے اوس کا یہ اقتضا، نہ تھا، کہ یہان کی حکومت اوسکو تفویض کر دیجائے، کہ وہ فاطمی حکومت کے بغیر کسی ایک سپاہی کی موجودگی کے یہان مطلق العنان حیثیت اور باشندگانِ صقلیہ کی پشت پناہی سے حکومت کرے، اس طور پر یہان دولتِ فاطمی کے اثر و اقتدار کے قیام کے کم امکانات ہو سکتے تھے، تاہم وقتی مصالح کا یہی اقتضا تھا کہ اسی طور پر اوس کو یہان کا والی نامزد کر دیا جائے، چنانچہ عبید اللہ نے اس کو ولایتِ صقلیہ کی سند لکھ کر بھیج دی، اور بری و بحری حملے جاری کرنے کا حکم دیدیا، ۱؎

لیکن جب افریقیہ مین انقلابِ حکومت کا قیامت خیز طوفان ختم ہوا، اور ملک مین امن و امان کا دار دورہ ہوا تو ہر ایک صیغہ کے لئے جداگانہ نظام قائم ہوا، اور حکومت کا نظم و نسق نئے سرے سے جاری ہو گیا، تو اسی سلسلہ مین مختلف لوگون کی وفاداری و جان نثاری کے صلہ کا وقت بھی آپہنچا، اور عبید اللہ کے معتمدین افریقیہ کی مختلف ولایتون پر نامزد کر دیئے گئے، اس موقع پر قدرۃً صوبہ صقلیہ کا سوال بھی سامنے آیا، لیکن علی

۱؎ نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۴،

بن محمد بن ابی الفوارس کو معزول کر کے ایک نئے فتنہ کا سامان پیدا کرنا تھا، اس لئے عبید اللہ نے موقع کا انتظار کیا، اتفاقِ وقت کہ علی بن محمد بن ابی الفوارس نے عبید اللہ سے افریقیہ آنے کے لئے چند دن کی عارضی رخصت طلب کی ہمسکار خود نشانہ پر آ رہا تھا، عبید اللہ نے اجازت بھیجی، اور جب وہ افریقیہ پہنچا، تو آتے ہی دار الحکومت رقادہ کے قیدخانہ میں ڈال دیا گیا[1]

اس کے بجائے اپنے ایک معتمد خاص حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا،

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر فاطمی والیِ صقلیہ[2]

۲۹۷ھ - ۲۹۹ھ / ۹۰۹ء - ۹۱۱ء

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر بنو فاطمہ کے محسن ترین قبیلہ کتامہ کا ایک رکن تھا[2] وہ افریقیہ سے روانہ ہو کر سالِ رواں کے ختم ہونے سے پیشتر ۱۰/ ذی الحجہ ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء کو مازر پہنچا، اور یہان سے دار الحکومت بلرم آیا،

جدید نظم ونسق اور حکومت کا مذہب شیعی قرار پانا

ابن ابی الخنزیر دولتِ فاطمی کا وہ پہلا شیعی گورنر تھا، جو افریقیہ سے نامزد ہو کر آیا، اور صقلیہ کی حکومت کا دولتِ فاطمی کے نقطۂ نظر سے جدید نظم ونسق قائم کیا، اس نے حکومتِ صقلیہ کو مختلف صوبوں بلرم جرجنت قصریانہ اور سینا وغیرہ میں تقسیم کیا، ہر صوبہ پر جدا جدا والی مقرر کئے جن میں سے صوبہ جرجنت کی گورنری اپنے ایک حقیقی بھائی کے سپرد کی،

انقلابِ حکومت کے بعد جس طرح افریقیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب شیعی قرار پایا، اسی طرح ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب بھی شیعی قرار دیا گیا، اور اسی لیے جس طرح

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۸، و نہایۃ الارب، و اماری ص ۴۳۵، [2] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۷،

مذہب کے بدلنے سے افریقہ کے مذہبی ونیم مذہبی عہدون مین تغیر وتبدل ہوا، اوسی طرح صقلیہ کے عہدون مین بھی ردّ وبدل ہوا، چنانچہ اسی سلسلہ مین والی صقلیہ نے سابق قاضی صقلیہ کو معزول کرکے اوس کے بجائے عہدۂ قضاء کے فرائض ایک شخص اسحٰق بن منہال کے سپرد کردئے[1]،

مشرقی صقلیہ کے رومیونکی سرکشی اور صقلیہ مین اسلام وعیسائیت کی جنگ کا دوبارہ آغاز

افریقہ اور صقلیہ کے اس انقلاب حکومت سے صقلیہ کے اوس مشرقی حصہ نے جس کو ابراہیم نے اپنے آخری حملہ مین زیر کیا تھا، اور جو تمامتر رومی باشندون پر مشتمل تھا، فائدہ اوٹھایا، اور اسلامی حکومت سے بغاوت کرکے اٹلی کی عیسائی حکومتون سے مدد طلب کی، اور پھر صقلیہ مین اسلامی حکومت کے خلاف رومیون کی اس سرکشی سے حکومت بیزنطی کی امیدین بھی تازہ ہوگئین، اور بیزنطی بیڑے صقلیہ اور جنوبی اٹلی کے سمندرون مین پھر منڈلانے لگے، کہ اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرین، اور اسکی وجہ سے صقلیہ اور اٹلی مین اسلام اور عیسائیت کی جنگ کا بھی دوبارہ آغاز ہوگیا، اور اس کا سلسلہ صقلیہ مین اسلام کے آخر عہد حکومت تک جاری رہا، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابراہیم کے فتوحات کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے:-

"ابراہیم کے بعد خانہ جنگی شروع ہوگئی، اور صقلیہ کے عیسائیون نے دنیائے عیسائیت سے مدد طلب کی، اور مشرقی صقلیہ مین عربون کے اقتدار کو زوال آگیا، اور پھر نہ بیزنطی فرمانروا صقلیہ کے دعوی سے کبھی دستبردار ہوئے، اور نہ کبھی اس کے دوبارہ حصول سے ناامید ہوئے، اور جزیرہ مین عیسائیت سے جنگ کے علاوہ خود بیزنطی شہنشاہیت اور مسلمانون مین براہ راست لڑائی شروع ہوگئی، لیکن یہ لڑائیان بہ نسبت صقلیہ کے ایطالیہ مین زیادہ پیش آئین"،

رومیون کی سرکشی اور استیصال

صقلیہ مین ان لڑائیون کے پیش نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہان رومیون نے جب کبھی سر اوٹھایا اسلامی حکومت نے انھین فوراً زیر کرلیا، چنانچہ اس سلسلہ مین دولت فاطمیہ کے عہد

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۰، نہایۃ الارب در امارہ ص ۴۳۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۳۰۷،

ہین صقلیہ مین جو سب سے پہلے بغاوت رونما ہوئی، وہ ۲۹۸ھ ۹۱۰ء مین مشرقی صقلیہ مین اہلِ دمنش کی جانب سے تھی، ابن ابی الخنزیر نے بغاوت کی خبر سنتے ہی فوجکشی کی، اور بغاوت فرو کی اور قیدیون کو ساتھ لیکر بلرم چلا آیا[۱]،

صقلیہ مین ایک جدید انقلاب کے آثار،

ادھر صقلیہ کے رومیون مین یہ نقل و حرکت تھی، اور ادھر ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومتِ شیعی قرار پاجانے کے باعث مسلمانانِ صقلیہ کے درمیان بھی ایک حرکت پیدا ہوگئی، کیونکہ دعوتِ شیعی کی تبلیغی کوششین جو کچھ تھین، وہ صرف افریقہ تک محدود رہی تھین، اسلئے مسلمانانِ صقلیہ تک اس دعوت کی کوئی آواز نہین پہنچی تھی، اور وہ اسی طرح مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے راسخ العقیدہ پیرو تھے،

پھر مسلمانانِ صقلیہ اپنے نامزد کئے ہوئے اہلِ سنت والی علی بن محمد بن ابی الفوارس کے معزول کئے جانے پر پہلے سے چین بجبین تھے کہ یہان کی حکومت کے مختلف شعبون مین دولتِ شیعی کے اثرات نمودار ہوئے، اور مختلف معزز عہدون پر شیعون کو مقرر کردیا گیا، علاوہ ازین ابن ابی الخنزیر کا عام طرزِ عمل بھی یہان کے باشندون کے ساتھ کچھ اچھا نہ تھا، ان وجوہ سے یہان دولتِ فاطمی کے خلاف بدگمانیان پیدا ہوئین، جس سے یہان کے باشندون اور عمالِ حکومت کے تعلقات مین کشیدگی پیدا ہوگئی، اور وہ روز بروز ترقی کرتی گئی، خصوصاً ابن ابی الخنزیر مسلمانانِ صقلیہ کے تمام حلقون مین بری نگاہ سے دیکھا جانے لگا،

اسی سلسلہ مین ایک اتفاقی حادثہ یون پیش آیا، کہ والیِ صقلیہ ابن ابی الخنزیر نے دمنش سے واپسی کے تھوڑے دنون بعد کسی تقریب سے عمائدینِ شہر کو اپنے محل مین کھانے پر مدعو کیا، اور شہر کے معززین و رؤساء قصرِ حکومت مین جمع ہوئے، اتفاق سے قصر مین داخلہ کے بعد ان مہمانون مین سے کسی نے کمرے کے کسی بیرونی حصہ مین والی کے پیش خدمتون کو ننگی تلوارون سے مسلح دیکھا، معززینِ صقلیہ و عمالِ حکومت کے

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ صہ ۱۳۲ وابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۸ ،

تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے، ان ننگی تلوارون سے کھٹک پیدا ہوئی، اور لوگ اضطراری طور پر کمرے کی کھڑکیان کھول کر "السلاح" "السلاح" ہتھیار ہتھیار چلانے لگے، اس ندائے عام سے سارے شہر مین ایک ہلچل مچگئی، اور لوگ ہر طرف سے تلوارین لئے ہوئے قصر شاہی کے گرد جمع ہوگئے اور پھر جوش غضب مین مشتعل مجمع نے محل کی کھڑکیون سے آتش باری شروع کردی،

لیکن تھوڑے ہی وقفہ مین محل کے مہمانون کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا، اور خطرہ کے انسداد کے لئے سب کے سب محل سے باہر نکل کر مجمع کے سامنے آئے، لیکن مشتعل مجمع کو سمجھانا آگ سے کھیلنا ہے، عمائدین نے مجمع کو لاکھ لاکھ سمجھایا، لیکن اس نے ایک نہین سنی، اور کسی طرح قابو مین نہ آسکا، اور پھر بڑھتے بڑھتے محل مین گھس آیا، اور والی صقلیہ پر جھپٹ پڑا، ابن ابی الخنزیر سے اوسوقت کچھ نہ بن پڑی تو جان بچانے کے لئے اپنے محل کی پشت پر اپنے ایک ہمسایہ کے مکان مین کود پڑا، جس سے پنڈلی کی ایک ہڈی ٹوٹ گئی، اور بھاگ نہ سکا، اس اثنا مین مشتعل مجمع یہان بھی آپہنچا اور اوسکو گرفتار کرلیا، یہ واقعہ ۲۹۹ھ / ۹۱۱ء کے آخری مہینون مین پیش آیا،

ابن ابی الخنزیر ابھی شورش پسندون کے ہاتھ مین رہا، اور اس کے بجائے صقلیہ کے محکمۂ خراج کے افسر اعلیٰ خلیل نے حکومت کا نظم و نسق عارضی طور پر سنبھال لیا، اور ان واقعات کی تفصیل عبید اللہ فرمانروائے افریقیہ کے پاس بھیج دی، اصل واقعہ کے لحاظ سے ابن ابی الخنزیر کی معزولی کا کوئی سبب موجود نہ تھا بلکہ سرکشون کی یہ انتہائی فتنہ انگیزی تھی جس کی پاداش مین انھین کیفر کردار تک پہنچانا تھا لیکن حکومت فاطمی کے ابتدائی ایام تھے، کارکنان حکومت کو ابھی بہت سے امور سے چشم پوشی کرنی پڑتی تھی، اسلئے عبید اللہ نے مصالح حکومت کو پیش نظر رکھ کر باشندگان صقلیہ کی اس حرکت کو نظر انداز کردیا، اور حکومت کی طرف سے عفو عام کا اعلان کیا گیا، اور اس اعلان کے بعد نہ حکومت کے رعب و داب کے لحاظ سے ابن ابی الخنزیر کو ولایت صقلیہ پر برقرار رکھا جا سکتا تھا، اور نہ اسکی غیرت اسکو قبول کرسکتی تھی کہ ان حالات

کے بعد اس منصب کو اپنے لئے باعث سرفرازی تصور کرتا، اس لئے اس کے بجائے علی بن عمر البلوی کو والی مقرر کیا گیا،

علی بن عمر البلوی فاطمی والی صقلیہ (۳)

۲۹۹ھ
۹۱۱ء

علی بن عمر البلوی، ۲۷ ذی الحجہ ۲۹۹ھ ۹۱۱ء کو صقلیہ پہنچا[1]

انقلابِ حکومت لیکن اس اثنا میں صقلیہ میں دولتِ فاطمی کے خلاف منظم جد وجہد ہو چکی تھی، اس لئے عبید اللہ نے حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو معزول کر کے جس طرح آتشِ بغاوت کو فرو کرنا چاہا تھا، اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا، اور باشندگانِ صقلیہ نے علی کے ورود کے ساتھ ہی اختلافِ مذہب کے نام پر جس کا تذکرہ ابھی کیا جا چکا ہے، دولتِ فاطمی کے خلاف علانیہ علمِ بغاوت بلند کر دیا،

علی اولاً ایک کمزور فطرت کا انسان تھا، اور پیری میں اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا، اور شاید حکومت کے نظم و نسق کا کوئی سابقہ تجربہ بھی نہیں رکھتا تھا، اور علاوہ ازیں ابھی تک دولتِ فاطمی صقلیہ کی فوجی طاقت تمام تر مسلمانانِ صقلیہ ہی کی اجتماعی طاقت پر مشتمل تھی اس لئے وہ اس متحدہ بغاوت کا چند دن بھی مقابلہ نہ کر سکا اور روپوش ہو کر کسی جانب نکل گیا، اور مسلمانانِ صقلیہ نے فاطمی علم کو سرنگون کر کے صقلیہ سے آناً فاناً دولتِ فاطمی کا خاتمہ کر دیا،

---

[1] نہایۃ الارب در امارئ ص ۳۵۴ و ابن اثیر ج ۸ ص ۲۸، ۲۹،

طوائف الملوکی

سنہ ۳۰۰ھ - سنہ ۳۰۳ھ
۹۱۲ء - ۹۱۵ء

تشکیل حکومت کی کوششین

باشندگانِ صقلیہ نے دولتِ فاطمیہ کے خلاف یہ بغاوت محض مذہبی اختلاف کے باعث کی تھی، اس لئے بغاوت کی کامیابی کے بعد اس موقع پر جدید حکومت قائم کرنے کیلئے اون کے درمیان صقلیہ کی گذشتہ اسلامی حکومت دولتِ اغالبہ کی یاد قدرۃً تازہ ہوگئی، اور جدید حکومت کی تشکیل کے فرائض صقلیہ کے ایک رئیس احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کے سپرد کرنا چاہے، جو صقلیہ مین خانوادۂ اغالبہ کا چشم و چراغ تھا، اور اوس کا خاندان یہان ایک مدت سے سکونت پذیر تھا،

چنانچہ صقلیہ کے مسلمان احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اوس سے صقلیہ مین ایک آزاد و خود مختار حکومت قائم کرنے کی درخواست کی،

لیکن ابن قرہب کی پوری زندگی صقلیہ مین گذری تھی، وہ مسلمانانِ صقلیہ کے وقتی جوش و خروش اور اطاعت کر کر کے منحرف ہو جانے کی عادتون سے آگاہ تھا، اور ابھی چند دن پیشتر دولتِ اغالبہ سے انحراف کر کے دولتِ فاطمیہ کا جس جوش و خروش سے استقبال کیا اور پھر دولتِ فاطمیہ سے بغاوت کر کے ابن ابی الخنزیر کے ساتھ جو طرزِ عمل اختیار کیا تھا، وہ سب اون کے سامنے تھے، اس لئے اوس نے اس اہم ذمہ داری کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اسی شور و شر سے بچنے کے لئے ایک غار مین جا کر چھپ گیا، لیکن شورش پسندون نے اوسکو وہان بھی جا گھیرا، اور اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا کر اس بارِ امانت کو اوٹھا لینے پر اس قدر سخت مجبور کیا کہ اوس نے چار و نا

سپر ڈال دی، اور بلرم آکر حکومت کی تشکیل مین مصروف ہوگیا،

احمدؒ بن زیادۃ اللہ بن قرہب عباسی والی صقلیہ

۳۰۰ھ ۹۱۲ء - ۳۰۳ھ ۹۱۵ء

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب نے ایک مرتبہ پھر صقلیہ مین خانوادۂ اغالبہ کے اقتدار کو از سر نو قائم کر دیا اور ایک آزاد و خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت ہاتھ مین لیلی،

ابن قرہب نے جب عنانِ حکومت سنبھالی صقلیہ کا چپہ چپہ اس کا مطیع و منقاد تھا، البتہ صرف بعض مقامات مین بعض فاطمی والیانِ صوبہ مستولی رہے، ورنہ ملک کے تمام عمالِ حکومت، فوج اور عام باشندون نے اوس کی ہمنوائی کی،

حکومت کا جدید نظم و نسق اور خلافتِ عباسیہ سے تجدید تعلقات

اوس نے عنانِ حکومت ہاتھ مین لیتے ہی اولاً عمالِ حکومت مین ردّ و بدل کیا، فوج کو اپنے لڑکے کی نگرانی مین دیا، اور عہدۂ قضا پر جو ایک نیم مذہبی عہدہ تھا ایک شخص ابن خامی کو مقرر کیا، پھر عباسی خلیفۂ وقت المقتدر باللہ سے سلسلہ جنبانی کی کہ وہ یہان کا ایک جائز والی تسلیم کیا جائے،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی

مشرقی صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین اسلام اور عیسائیت کی جنگ کے سلسلہ کے آغاز کا جو تذکرہ انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے گذر چکا ہے، اتفاق سے اوس سلسلہ کی ایک کڑی اس زمانہ مین بھی نمودار ہوئی، اور جنوبی اٹلی اور مشرقی صقلیہ دونون مقامون پر رومیون نے سر اٹھایا، اسلئے ابن قرہب نے اپنی گوناگون مصروفیتون کے باوجود ان کے حملون کے جواب مین ایک بیڑا ۳۰۰ھ ۹۱۲ء مین صوبہ قلوریہ روانہ کیا، جو وہان کے رومی شہرون کو تاخت و تاراج کر کے وافر مالِ غنیمت ساتھ لیکر واپس آیا،

طبرمین پر فوجکشی

اس کے بعد ابن قرہب کو صقلیہ مین مشرقی صقلیہ کے رومیون کے طبرمین مین

جمع ہونے کی اطلاع ملی، رومیون نے اس شہر کو نئے سرے سے مستحکم کر کے اسکو مشرقی صقلیہ کا مرکز قرار دیا، ابن قرہب نے اس کے انسداد کے لئے اپنے لڑکے علی کی سرکردگی مین ایک لشکر روانہ کیا،

طرمین اسلامی دار الحکومت سے دور پر تھا جس کی وجہ سے ابھی تک کوئی اسلامی آبادی قائم نہ ہوسکی اسلیئے یہان کے عیسائی جب موقع پاتے اطاعت سے منحرف ہو جاتے اور اسی شہر کو مشرقی صقلیہ کا مرکز بناتے، اس لیے ابن قرہب نے اس مرتبہ اوس کو فتح کر کے یہان اسلامی آبادی قائم کرنی چاہی تاکہ اولاً مشرقی صقلیہ کے عیسائیون کو بار بار سر اوٹھانے کا موقع نہ مل سکے، اور نیز اوس نے اسی شہر کو اپنے اہل و عیال کے لئے بھی مامن قرار دینا چاہا، کیونکہ ابھی تک اوس کو مسلمانان صقلیہ کی اطاعت پر پورا بھروسہ نہین ہوا تھا،

لیکن ابن قرہب کے یہ منصوبے پورے نہ ہو سکے، علی چھ مہینے تک محاصرہ کئے پڑا رہا، اور کامیابی کی کوئی صورت نہین نکلی، اسی اثنا مین اس طویل محاصرہ سے چند نوجوان اُکتا گئے، اور ایک دن کسی بات پر ایسے برگشتہ ہوئے کہ خود اپنے سپہ سالار علی کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اسمین آگ لگادی، جب آگ کے شعلے بلند ہوئے اور علی باہر نکل آیا تو ایک جماعت آگے بڑھی، کہ علی کا کام تمام کر دے، لیکن اوس کے چند جان نثارون نے اوس کی جان بچائی، اور علی اپنا ناکام محاصرہ اٹھا کر چلا آیا،

خلافت عباسیہ سے ابن قرہب کو سند ولایت

اس اثنا مین ابن قرہب کا فرستادہ قاصد صقلیہ کی ساری سرگذشت لے کر بغداد پہنچا جسکی بارگاہ خلافت مین پذیرائی ہوئی، اور پھر خلیفۃ المقتدر باللہ کی جانب سے چند قاصدون کی معرفت ابن قرہب کے لئے حکومت کی سند، سیاہ علم، سیاہ رنگ کا خلعت اور نیز طلائی طوق اور کنگن صقلیہ روانہ کئے گئے،

ابن قرہب نے خلیفہ عباسی کے ان قاصدون کا اون کے شایان شان خیر مقدم کیا، اور عباسی خلعت کو عقیدت سے قبول کیا،

اب ابن قرہب کی حیثیت صقلیہ مین متغلب کے بجای ایک جائز والی عباسی کی تھی، دربارِ خلافت کی جانب سے ابن قرہب کے ان امتیازات سے سرفراز ہونے سے اسکو صقلیہ مین بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی، اور نیز خلافتِ عباسیہ سے بھی باشندگانِ صقلیہ کو مزید وابستگی ہوگئی،

دولتِ فاطمی سے انقطاع

اسی کے بعد ابن قرہب نے صقلیہ مین خلافتِ عباسی کی عام دعوت کا غلغلہ بلند کر دیا، اور یہان کی تمام مسجدون مین جمعہ کے خطبہ مین عبیداللہ المہدی کے نام کے بجائے المقتدر باللہ عباسی کا نام لیا گیا، اور صقلیہ چند سال کے وقفہ کے بعد ضابطہ کے ساتھ ایک مرتبہ پھر دولتِ عباسیہ کے زیر سایہ آگیا، یہ واقعہ سنہ ۳۰۰ھ ۹۱۲ء مین پیش آیا،

افریقیہ اور صقلیہ کی جنگ

یون اگرچہ عملاً صقلیہ سے بنو فاطمہ کی حکومت کا خاتمہ علی بن عمر البلوی پر ہوچکا تھا لیکن ابھی تک ابن قرہب نے عبیدیین سے انقطاع کا کوئی باضابطہ اعلان نہین کیا تھا، خطبۂ جمعہ مین یہ پہلا اتفاق تھا کہ خلیفہ فاطمی کے بجائے خلیفہ عباسی کا نام لیا گیا، اور یہی گویا دولتِ فاطمی سے اعلانِ جنگ کے مترادف تھا،

اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ عبیداللہ المہدی اپنے دورِ حکومت کے آغاز کے باوجود ابن قرہب کی اس جسارت سے چشم پوشی کرتا، کیونکہ صقلیہ مین بنو عباس کے اثر و اقتدار قائم ہوجانے سے حکومتِ افریقیہ کی زندگی کے لئے مستقل خطرات پیدا ہوجانے کے امکانات تھے، اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ صقلیہ مین ان حالات کے پیدا ہوجانے کے باوجود عبیدیین کا جنگی بیڑا ساحلِ صقلیہ پر لنگرانداز نہ ہوجائے،

صقلی بیڑے کی افریقیہ کو مدافعانہ روانگی

اس لئے ابن قرہب نے اسی پیش بینی کے ساتھ خود پیشقدمی مناسب سمجھی اور قبل اس کے کہ افریقیہ کا بیڑا صقلیہ پر حملہ آور ہو، خود صقلیہ کا جنگی بیڑا افریقیہ پر حملہ آوری کیلئے سنہ ۳۰۱ھ ۹۱۳ء مین اپنے ایک لڑکے محمد کی سرکردگی مین روانہ کیا، ابن قرہب کی وہ پیش بینی برمحل ثابت ہوئی، اور افریقیہ کے قریب پہنچتے ہی ساحلِ لمطہ پر ایک مسلح فاطمی بیڑا نظر آیا، جسکی قیادت

سابق والیِ صقلیہ حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کے ہاتھ مین تھی،

دولتِ فاطمیہ کی شکست

ساحل لمطہ پر ان دونون بیڑون مین نہایت خونریز جنگ ہوئی، اہلِ صقلیہ اپنی جدید خود مختار حکومت کے نشہ سے سرشار تھے، دل کھول کر لڑے، اور افریقی بیڑے کو مغلوب کر لیا، فاطمی امیر البحر ابن ابی الخنزیر صقلی امیر البحر محمد کے ہاتھ سے قتل کیا گیا، اور پھر محمد نے اوس کا سر کاٹ کر نویدِ فتح کے طور پر اوسکو اپنے باپ ابن قرہب کے پاس صقلیہ بھیج دیا، اور چھ سو سپاہیون کو گرفتار کر کے فاطمی بیڑے کو جلا کر خاکستر کر دیا،

فاطمی بیڑے کی تباہی کے بعد عبید اللہ کی ایک فرستادہ فوج لمطہ پہنچی، جو اسی بیڑے کی معاونت کے لئے آئی تھی، محمد نے نوجوانانِ صقلیہ کو خشکی پر اوتار کر صف درصف آراستہ کیا، اور دونون فوجون مین بڑی جنگ شروع ہو گئی، ممکن تھا کہ صقلی فوج کے لئے یہ مقابلہ دشوار ہوتا، لیکن دوسری طرف فاطمی لشکر صاحب الدول المنقطعہ کی تصریح کے مطابق لڑائی مین دلچسپی لینے کے بجائے لہو لعب مین مصروف ہو گیا، اور اس جنگ کا نتیجہ بھی فاطمیین کے خلاف نکلا اور دست بدست معرکہ آرائی کے بعد انجام کار افریقہ کی فوج کو پسپا ہونا پڑا، اور اوس کے ساتھ جو خیمہ و خرگاہ تھا، وہ نوجوانانِ صقلیہ کے ہاتھ آیا،

اس کامیاب جنگ سے نوجوانانِ صقلیہ کے حوصلے بلند ہو گئے، اور امیرِ لشکر محمد آگے بڑھ کر افریقہ کے ایک دوسرے ساحلی شہر سفاقس کے ساحل پر اوترا، اور شہر کو تاخت و تاراج کیا، اور پھر یہان سے طرابلس الغرب کی جانب روانہ ہو گیا، لیکن وہان عبید اللہ المہدی کا لڑکا القائم پہلے سے مورچہ جمائے موجود تھا، اس لئے وہان اوترنے کی ہمت نہ کر سکا، مالِ غنیمت سے لدے پھندے جہاز لیکر صقلیہ چلا آیا،

جنوبی اٹلی پر تاخت

پھر اوسی زمانہ مین صوبہ قلوریہ پر ایک دوسری فوجکشی کی ضرورت پڑی، اور ایک اسلامی لشکر یہان روانہ کیا گیا، جو یہان کے مختلف شہرون کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد اہل

غنیمت لے کر بلرم لوٹ آیا،

صقلیہ کی افریقہ پر چڑھائی اور ناکامی

ابن قرہب کے حوصلے ان پے درپے فتوحات سے بڑھ گئے، اور فتح افریقیہ کے خواب دیکھنے لگا، اور ایک عظیم الشان بیڑا افریقیہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کردیا، لیکن اگرچہ صقلیہ کی بحری طاقت ایسی مستحکم تھی، کہ اوس نے بحر روم کی ناکہ بندی کر رکھی تھی، اور وہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوتون کا مقابلہ کرتی تھی تاہم یہ اوسی وقت تک ممکن تھا جب تک افریقیہ کی بحری طاقت اوسکی پشت پناہ ہوتی، اور افریقیہ وصقلیہ کی متحدہ طاقت کسی تیسری طاقت کے مقابلہ مین آتی، لیکن ان دونون کی انفرادی حیثیت مین افریقیہ پھر بھی ایک مرکزی حکومت کا صدر مقام تھا، اوسکی عسکری وبحری طاقت مرکزی طاقت کی حیثیت رکھتی تھی، پچھلی جنگ مین صقلیہ کو افریقیہ پر جو فتح حاصل ہوگئی تھی، وہ ایک امر اتفاقی تھا، جو خاص حالات مین پیش آگیا، ورنہ صقلیہ کی عسکری وبحری طاقت اس لائق نہ تھی کہ وہ افریقیہ کے مقابلہ مین میدان مین لائی جاتی، زیادہ سے زیادہ یہ ممکن تھا، کہ وہان افریقی بیڑون کا مقابلہ کرسکتی، جو افریقیہ سے مسافت طے کرکے صقلیہ پر حملہ آور ہوتے،

اس لئے ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ جو کچھ ہونے والا تھا، وہ پیش آیا، اور افریقی بیڑے نے صقلیہ کے تمام جہازون کو گرفتار کرلیا،

صقلیہ مین ابن قرہب کے خلاف بغاوت

ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کے نتائج صرف اسی حد تک نہین رہے، بلکہ یہی بحری شکست اوس کے زوال کا دیباچہ بنی، صقلیہ مین اوس کے خلاف علم بغاوت بلند ہوئے، اور ابن اثیر وغیرہ بہ اتفاق لکھتے ہین کہ اوسکی اسی ناکامی سے صقلیہ مین اوس کے اثر واقتدار کو صدمہ پہنچا، اور جا بجا بغاوت نمودار ہوگئی، اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے اہل جرجنت نے اپنی بغاوت کا اعلان کیا، جرجنت مین خالص اسلامی آبادی تھی، اور عجب کیا کہ ابن ابی الخنزیر کا بھائی اپنی جماعت کے ساتھ یہان ابھی تک موجود ہو، چنانچہ ابن قرہب کے خلاف

خروج کر کے اسکی اطلاع عبید اللہ المہدی کو افریقیہ بھیج دی گئی،

اس کے بعد آناً فاناً ہر جگہ ابن قرہب کی ہوا اوکھڑ گئی، اور جابجا سے اس کے دست بردار ہو جانے کے مطالبے آنے لگے، ابن قرہب نے معاملات کو روبہ اصلاح لانے کی کوشش کی اور اپنے مخالفین کو لطف و ملائمت سے ہموار کرنا چاہا، انھین اون کے گذشتہ مواعید یاد دلائے لیکن کوئی تدبیر کارگر ثابت نہین ہوئی، اور دست برداری کا مطالبہ روز بروز بڑھتا گیا،

اس وقت تک علمِ بغاوت صرف اہل جرجنت کے ہاتھ مین تھا، پھر رفتہ رفتہ دوسرے شہر بھی اس علم کے نیچے آتے گئے، یہان تک کہ عام بغاوت پھیل گئی، لوگون کا میلان طبع بدلا افریقیہ کی ماتحتی قبول کرنے پر آمادگی ظاہر ہونے لگی، پھر باغیون کی منتشر جماعت کی شیرازہ بندی ہوئی، اور صقلیہ کے ایک سربرآوردہ شخص ابو الغفار نامی کو امیرِ جماعت قرار دے کر ابن قرہب پر متفقہ حملہ کی تیاریان کی گئین،

ابن قرہب سے دستبرداری کا مطالبہ،

اگرچہ یہ بغاوت ابن قرہب کے خلاف ہوئی تھی لیکن اس کی بجز اوس بحری شکست کے کوئی ایسی خطا نہ تھی، کہ باشندگانِ صقلیہ یا باغیون کے اس جدید سرگروہ ابو الغفار کے دل مین اوس کے خلاف بغض و عناد ہوتا، اس لئے ابو الغفار نے صقلیہ کے چند اصحابِ حل و عقد کی ایک جماعت کو اوس کے پاس بھیجا، کہ وہ حکومت سے کنارہ کشی کے بعد جدھر مناسب سمجھے چلا جائے، لیکن ابن قرہب کی غیرت نے اسکو قبول نہین کیا، اور ایک فیصلہ کن جنگ پر اپنی قسمت کا فیصلہ رکھا اودھر باغی ابو الغفار کی قیادت مین تھے، اور ادھر ابن قرہب اپنی جان نثار جماعت کے ساتھ میدان مین تھا، دونون مین جنگ آزمائی ہوئی اور بالآخر ابن قرہب کو اپنی پوری جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہونا پڑا،

ابن قرہب کا فرار اور گرفتاری

جب ابن قرہب اپنی کامیابی سے مایوس ہوگیا، تو اوس نے چند جہازون

کا خفیہ انتظام کیا، اور اندلس فرار ہو جانے کے قصد سے اپنا مال و اسباب جہازون پر لادا لیکن باغیون کو عین موقع پر اطلاع مل گئی، تمام جہاز لوٹ لئے، اور ابن قرہب مع اپنے تمام اعوان و انصار کے جن مین اوس کا لڑکا محمد اور اوس کے عہدِ حکومت کے قاضی ابن خامی بھی تھے، گرفتار کر لئے گئے، اور پھر پابہ زنجیر عبید اللہ المہدی کے پاس افریقیہ روانہ کردئے گئے،

ابن قرہب کی افریقیہ کو روانگی، اور عبید اللہ سے دوبدو گفتگو

یہ واقعہ اواخر ۳۰۳ھ ۹۱۶ع مین پیش آیا، اور محرم ۳۰۴ھ ۹۱۶ع مین یہ تمام قیدی طوق وسلاسل سے جکڑے ہوئے، افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ پہنچے، اتفاقِ وقت کہ عبید اللہ اوس وقت وہین موجود تھا، اوس نے ابنِ قرہب کو اپنے پاس بلایا، اور بغاوت کے اسباب و علل پوچھے، ابن قرہب نے صرف ان چند لفظون مین اسکو جواب دیا: کہ

"باشندگانِ صقلیہ نے زبردستی مجھے اپنا فرمانروا بنایا، اور مین اسکو ناپسند کر رہا تھا، مین نے ایک غار مین جا کر پناہ لی، اور روپوش ہوا لیکن اونھون نے وہان پہنچ کر نذرِ آتش کر دینے کی دھمکی دی اور اوس کے بعد پھر زبردستی مجھے معزول کر دیا، حالانکہ اب یہ بھی میرے لئے ناپسندیدہ تھا"،

ابن قرہب کا قتل

اس گفتگو کے بعد عبید اللہ ان سب کو لیکر دار الحکومت رقادہ پہنچا، جرم پہلے سے ثابت تھا سزا تجویز ہوئی، پہلے اونھین تازیانے لگائے گئے، پھر سب کو ابن ابی الخنزیر کی قبر پر باب سلم لیجایا گیا، ابن ابی الخنزیر ابن قرہب کے لڑکے محمد کی تلوار کا نشانہ بنا تھا، اور صقلیہ مین باغیون کی یورش سے اوسکی ایک ٹانگ پہلے ٹوٹ چکی تھی، ابن قرہب اسی انتقام مین یہان لایا گیا تھا، چنانچہ پہلے سب کے پیر اور ہاتھ کاٹے گئے، اور اس کے بعد ہر ایک کو باب سلم پر چڑھا کر مصلوب کر دیا گیا،

مدتِ حکومت

ابن قرہب نے صقلیہ پر کل تین برس گیارہ مہینے حکومت کی[1] اور اوس کے خاتمہ کے ساتھ صقلیہ سے خلافت عباسیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا، اور صقلیہ کی فضا مین تین سال گیارہ مہینے کی فرقت کے بعد پیغام مہدویت کی صدائین گونج گئین،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۵۳ و ۴۹ ۵، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۲، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۳۶، ابن عذاری حوادث ۳۰۴ھ، الدول المنقطعة در یادگاری مضامین جلد ۲ صفحہ ۱۱۰، اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷۶، نہایۃ الارب مین صرف "گیارہ مہینے" ہی جو نسخہ کی غلطی ہے

دولتِ فاطمیہ صقلیہ

سنہ ۳۰۴ھ — سنہ ۳۳۶ھ
۹۱۶ء — ۹۴۷ء

ولایت صقلیہ کا عارضی انتظام

مسلمانانِ صقلیہ نے ابن قرہب کے استیصال کے بعد ابو الغفار کی اطاعت قبول کی، لیکن پھر نہ ابو الغفار کے مستقل تقرر کی درخواست افریقیہ بھیجی، اور نہ ابو الغفار نے خود اس کی تحریک کی، بلکہ افریقیہ سے کسی دوسرے شخص کو اس عہدہ کے لئے طلب کیا،

باشندگانِ صقلیہ کی ایک درخواست

لیکن ادھر چند سال سے مسلمانانِ صقلیہ حکومت کے نظم ونسق پر جس طرح حاوی ہو گئے تھے، وہ اپنے اس اقتدار کو بھی نقصان نہ پہنچانا چاہتے تھے اسلئے ان لوگون نے یہ بھی افریقیہ لکھ بھیجا کہ جدید فاطمی والی کے ساتھ کسی نئے لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہین ہے، یہان کی فوجی طاقت حکومت کا اقتدار قائم رکھنے کے لئے کافی ہے، اس طرح گویا وہ رسمی طور پر دولتِ فاطمیہ کے نامزد کردہ والی کے ماتحت رہ کر یہان کی حکومت پر اپنا موجودہ اقتدار بھی قائم رکھنا چاہتے تھے،

درخواست کی نامنظوری اور جدید والی اور ایک نئے لشکر کی روانگی

لیکن عبید اللہ نے اپنے پچھلے تجربون کی بنا پر اپنے قائم مقام کو یہان کے باشندون کے رحم وکرم پر چھوڑ کر بھیجنا مناسب نہ سمجھا، اور بے پروائی سے اس درخواست کو مسترد کر دیا، اور

ابوسعید موسیٰ بن احمد نامی ایک شخص کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ صقلیہ کی ولایت پر بھیج دیا،

ابوسعید موسیٰ بن احمد فاطمی والیٔ صقلیہ (۴)

سنہ ۳۰۴ھ
۹۱۶ء

ابوسعید کی آمد اور باشندگانِ صقلیہ کا طرزِ عمل

ابوسعید موسیٰ بن احمد صقلیہ کے ساحلی شہر طرابنش پہنچا، اوس کا لشکر قبیلہ کتامہ کے جرار سپاہیوں پر مشتمل تھا، اور نیز انھی مین سے چند ایسے ممتاز اصحابِ حلّ وعقد بھی تھے، جو مشیرِ سلطنت کی حیثیت رکھتے تھے، اور ابوسعید اس اہتمام سے صقلیہ پہنچا، کہ گویا وہ یہان دولتِ فاطمی کی نئے سرے سے بنیاد ڈالنے اور حکومت کے نظم ونسق کو درست کرنے آیا تھا،

لیکن باشندگانِ صقلیہ کی طبعی سرکشی بھی مسلّم تھی، عبید اللہ نے ان کے علی الرغم یہ لشکر بھیجا تھا اسلئے وہ اس سے اپنی ناراضی کا اظہار کئے بغیر نہین رہ سکے، اور اس کا پہلا مظاہرہ یون ہوا کہ جب ابوسعید صقلیہ کے ساحل پر اترا تو وہان اوس کے استقبال کے لئے ایک متنفس بھی موجود نہ تھا، اگرچہ باشندگانِ صقلیہ کی یہ سردمہری جدید والی کیلیے قدرۃً اشتعال انگیز ثابت ہوئی اور اوس کے ساحل پر قدم رکھتے ہی راعی ورعایا کے درمیان اختلاف کی بنیاد نئے سرے سے قائم ہوگئی، تاہم ابوسعید نے اس موقع پر اون کی اس حرکت سے چشم پوشی کی، اور جب معززینِ جرجنت کا ایک وفد اس کی خدمت مین باریاب ہوا، تو اوس نے توقع سے زیادہ اوسکے ارکان کی پذیرائی کی اور حکومت کی جانب سے انھین خلعت پیش کیا، اہلِ جرجنت کی یہ پذیرائی خصوصیت کے ساتھ اسلئے بھی تھی، کہ سب سے پہلے انھی لوگون نے فاطمی دولت کا علم دوبارہ اوٹھایا تھا، اور انھی کی یہ خواہش تھی کہ جدید والی کی معیت مین کسی لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہین ہے،

ابوالغفار کی گرفتاری

ابوسعید کی اس حکمتِ عملی کا باشندگانِ صقلیہ پر اچھا اثر ہوا، اور اون کی مرضی کے خلاف لشکر بھیج دینے سے جو ناخوشگواری پیدا ہوگئی تھی وہ دور ہوگئی، لیکن یہ ابوسعید کی ایک وقتی کارروائی تھی، وہ

موقع کا منتظر رہا، اور بالآخر ایک دن باشندگانِ صقلیہ کے سرغنہ ابوالغفار کو گرفتار کر لیا، یہ وہی ابوالغفار ہی جو ابن قرہب کے بعد باشندگانِ صقلیہ کے اتفاقِ عام سے عارضی طور پر والی مقرر کیا گیا تھا، اور درحقیقت اس وقت اسی کی شخصیت ابوسعید والیٔ صقلیہ کے مدمقابل تھی،

بغاوت لیکن ابوسعید نے باشندگانِ صقلیہ کے جذبات کا غلط اندازہ لگایا تھا اس سے ابوغفار کی گرفتاری مین کسی قدر عجلت ہوگئی، چنانچہ اسکی گرفتاری سے سارے جزیرہ مین آگ لگ گئی، سب سے پہلے اس کا بھائی احمد یہ خبر لے کر جرجنت پہنچا، اور باشندگانِ جرجنت کو حکومت کے خلاف برانگیختہ کرنے مین کامیاب ہوگیا پھر باغیوں کا ایک لشکر اپنی قیادت مین لے کر طرابنش پہنچا، اہلِ طرابنش پہلے ہی سے آمادہ فساد تھے وہ بھی اس کے زیرِ علم آئے، اور اوس کے بعد مختلف شہرون سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے آئے، اور احمد کے علم کے نیچے جمع ہوتے گئے، اور ابوسعید والیٔ صقلیہ اور احمد برادر ابوالغفار کی فوجون کے درمیان محاذِ جنگ قائم ہوگیا،

ابوسعید نے اس موقع پر ایک نئی حکمت عملی اختیار کی وہ اپنے لشکر کو لے کر طرابنش کے ایک ساحلی میدان مین نکل گیا، اور اسی میدان مین اپنے مورچے جمالئے، شاہی فوج کی پشت پر سمندر لہرین مار رہا تھا اور سامنے طرابنش کی آبادی تھی، اسی کے ساتھ اوس نے آبادی اور اس میدان کے درمیان سدِ سکندری کے طور پر ایک شہر پناہ کی دیوار تعمیر کی اور دونون فوجون مین موقع موقع سے جنگ شروع ہوگئی،

جنگ آزمائی کا یہ سلسلہ چند ماہ تک قائم رہا، اس اثنا مین نہایت خونریز لڑائیان ہوئین، اور اگرچہ ان لڑائیون مین رفتہ رفتہ باغیون کی قوت کمزور ہوتی گئی، اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے لیکن وہ ہمت نہ ہارے، اور جنگ کا سلسلہ طول پکڑتا گیا، بلرم بھی ابوسعید سے باغی تھا، اور اس کا بھی محاصرہ کر لیا گیا،

جب ابوسعید نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو اوس نے پھر وحشیانہ طرزِ عمل اختیار کیا قبیلۂ کتامہ کے وحشی

ورندون کو طرابنش کے مضافات مین بھیج دیتا وہ صقلیہ کی شریف آبادیون مین سے عورتون اور بچون کو گرفتار کرلاتے اور ان مسلمان شریف زادیون کے ساتھ بھی اپنی حیاسوز حرکتون سے باز نہ آتے، اس قسم کے ایک ایک حملہ مین دو دو ہزار عورتین اور بچے گرفتار ہو ہو کر آئے، اور اسکی وجہ سے مسلمانانِ صقلیہ کے درمیان حکومت کے خلاف مذہبی جذبۂ منافرت وعناد کو ترقی ہوتی ہو گئی، لیکن وہ مہینون سے مقابلہ کرتے کرتے عاجز آگئے تھے اسی اثنا مین افریقہ سے ابوسعید کو ایک زبردست کمک پہنچ گئی جس سے باغیون کی رہی سہی قوت بھی زائل ہو گئی، اور وہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہو گئے،

طلب امان

چنانچہ اہلِ صقلیہ کا ایک وفد ابوسعید کے پاس امان طلب کرنے کے لئے آیا، ابوسعید نے اس شرط پر درخواست منظور کی کہ فساد کے جو بانی ہین وہ اوس کے سپرد کر دئے جائین،

اہل صقلیہ نے یہ شرط آسانی سے قبول کر لی، اور باغیون مین سے دو سرغنہ ابوسعید کے سپرد کر دئے جن مین سے ایک ابوالغفار کا بھائی احمد تھا، اور ایک دوسرا سردار ابن علی داد السعاری تھا، ان دونون کی گرفتاری کے بعد جنگ کے اختتام کا اعلان کر دیا گیا. شاہی فوج طرابنش مین داخل ہوئی، اور اسی اعلان کے ساتھ بلرم کے باشندون نے بھی اطاعت قبول کر لی،

سزائین

جنگ کے خاتمہ سے پہلے اگرچہ باغیون کو امان مل چکی تھی، لیکن ابوسعید نے طرابنش مین داخلہ کے بعد اس کا کوئی لحاظ نہین کیا، اور بغاوت کے مستقل استیصال کے لئے اولاً شہر کی فصیل منہدم کی، پھر عام باشندون کے تمام ہتھیار گھوڑے اور غلام ضبط کر لئے، اور تاوان جنگ کے طور پر ایک بھاری ٹکس اہل شہر پر عائد کیا، اور پھر جنگ کے تمام قیدیون اور دونون رہبرون کو جو پہلے گرفتار کر لئے گئے تھے بظاہر عبید اللہ کے پاس افریقہ روانہ کیا، اور جب یہ جہاز وسط سمندر مین پہنچا تو نہایت بیدردی سے غرقاب کر دیا گیا،

شاہی معافی نامہ

سب سے آخر مین ضابطہ کے طور پر یہ رسم بھی پوری ہوئی کہ عبید اللہ کی جانب سے عام

باشندگان صقلیہ کے نام ۳۰۴ھ ۹۱۶ء کے اواخر مین ایک معافی نامہ آیا، اور اس پروانۂ شاہی کی سارے جزیرہ مین تشہیر کی گئی،

ابوسعید کی عہدۂ ولایت سے سبکدوشی اور سالم بن ابی راشد کا تقرر

قیامِ امن و امان کے بعد ابوسعید نے یہان اپنے قیام کی ضرورت نہین سمجھی، اسلئے خود ہی ولایتِ صقلیہ کی خدمت سے سبکدوشی چاہی، اور عہدۂ ولایت کو معززینِ کتامہ مین سے ایک شخص سالم بن ابی راشد کے سپرد کیا، اور اوسکی معیت مین قبیلۂ کتامہ کے چند آدمی بطور مشیر مقرر کردیے، اور خود قیروان چلا آیا،[1]

سالم بن ابی راشد فاطمی والیِ صقلیہ (۵)

۳۰۵ھ - ۳۲۵ھ
۹۱۷ء - ۹۳۶ء

سالم بن ابی راشد ۳۰۵ھ ۹۱۷ء مین عہدۂ ولایت پر آیا، اور کامل آٹھ سال امن و امان سے گذر گئے، اس ہشت سالہ مدت مین وہ ملکی نظم و نسق مین مصروف رہا جب اس مدت مین صقلیہ کی جانب سے کامل اطمینان ہو گیا تو ۳۱۳ھ ۹۲۵ء سے پھر فوجی مظاہرے شروع کیے گئے، اور مسلمانانِ صقلیہ کی یہ تمام فوجی پیشقدمیان سب کی سب جنوبی اٹلی مین پیش آئین،

اٹلی پر تاخت

اس دور مین جنوبی اٹلی پر تاخت کا آغاز افریقہ کے ایک بیڑے سے ہوتا ہے، یہ بیڑا ایک آزمودہ کار بحری قائد قوارب کی سرکردگی مین آیا، اور ریو مین اسلامی اقتدار کو بحال کیا، اس کے بعد ۳۱۰ھ ۹۲۲ء مین ایک بیڑا ایک فوجی افسر مسعود کی سرکردگی مین جو آزاد کردہ غلام مومنین تھا اٹلی پہنچا، یہ اسلامی بیڑا بیس جہازون پر مشتمل تھا، اور اٹلی کے ایک شہر آغاتی پر حملہ آور ہوا، اٹلی مین اس نام کے ایک سے زیادہ شہر ہین غالباً اس موقع پر آغاتی سے وہ آبادی مراد ہے،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۵۵، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۴۱، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۶، و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلها المسلمون در اماری ص ۱۶۸،

جو شہر ریو سے جانب شمال چار میل پراگاٹا کے نام سے آباد ہے، مسعود اپنے معمولی حملہ کے بعد کامیاب ہوا، اور شہر اسلامی قلمرو مین داخل ہوگیا، فتحمندی کے بعد وہ اپنے قیدیون کو ساتھ لیکر مہدیہ چلا آیا،[51]

مسعود کی اس کامیابی سے حکومت افریقیہ کو اٹلی مین ایک درخشان مستقبل کی جھلک دکھائی دی، لیکن قدیم تجربون سے اٹلی کی پیشقدمیون مین حکومت صقلیہ کی شرکت ضروری قرار پاگئی تھی، اسلئے عبیداللہ نے اپنے حاجب خاص ابو محمد جعفر بن عبید کی سرکردگی مین ایک زبردست جنگی بیڑا روانہ کیا، کہ وہ صقلیہ پہنچ کر اٹلی کے تاخت و تاراج کیلئے روانہ ہوجائے، لیکن اتفاق وقت کہ حالات ایسے نہ تھے، کہ اس وقت اٹلی کی طرف پیش قدمی کیجاتی، اسلئے جعفر بن عبید کو مجبوراً موسم سرما صقلیہ ہی مین بسر کرنا پڑا، اور اسی سلسلہ مین تقریباً ایک سال گذر گیا،

فتح بریصانہ وغیرہ

بالآخر ایک مدت کی تعویق کے بعد ۳۱۳ھ ۹۲۵ء مین اسلامی لشکر اٹلی روانہ ہوا، یہ لشکر صقلیہ اور افریقیہ دونون کی فوج پر اپنے اپنے امیر کے ماتحت مشتمل تھا، امیر سالم اور امیر جعفر دونون اٹلی پہنچکر دو مختلف سمتون مین اپنی اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوگئے، سالم نے اپنی پیشقدمی کے لئے صوبہ انکبردہ کو منتخب کیا، اور یہان کے متعدد اہم شہر بریصانہ وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اور ان پیشقدمیون مین اسلامی لشکر کو کثیر مال غنیمت حاصل ہوا،[52]

فتح واری

دوسری طرف امیر جعفر شہر واری (اوریا ORIA) پر حملہ آور ہوا، اور یہان عیسائیون اور مسلمانون مین ایک نہایت زبردست زور آزمائی ہوئی، جسمین مسلمانون کو ظفریابی ہوئی، چھ ہزار عیسائی تہ تیغ اور تقریباً دس ہزار سپاہی گرفتار کیئے گئے، اور انھی مین شہر کا گورنر جو ایک بطریق تھا، گرفتار ہوگیا، گورنر نے اپنی گرفتاری کے بعد صلح کا پیغام دیا، اور پانچ ہزار مثقال پر معاملہ طے پایا، اور شہر اسی

---

[51] ڈکشنری آف جغرافیہ مرتبہ جارج، آر، ایمپرس و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۶۱ [52] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۶۳

و ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۷، و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون دراماری ص ۱۱۷

گورنر کے سپرد کر دیا گیا، جس نے اسلامی حکومت کی اطاعت کا وعدہ کیا، اور ضمانت مین دو یرغمال جعفر کے سپرد کیے، جنمین سے ایک صقلیہ کا اسقف اور دوسرا قلوریہ کے کسی شہر کا والی تھا، جعفر ان دونوں کو ساتھ لیکر ۲۶ ربیع الثانی ۳۱۳ھ / ۹۲۵ء کو صقلیہ واپس آگیا[1]، اور اسی کے ساتھ سالم کا لشکر بھی لوٹ آیا[2]،

مال غنیمت،

اٹلی کے اس اسلامی حملہ مین بے حد وحساب دولت ہاتھ آئی، جعفر نے صقلیہ واپس آکر تمام فتوحات کی اطلاع عبید اللہ کو بھیجی، اور پھر کچھ دنون کے بعد مال غنیمت کا انبار جہاز پر لاد کے خود مہدیہ روانہ ہوا، اور عبید اللہ کی خدمت مین پیش کیا،

لیکن خود عبید اللہ کا بیان ہے کہ اٹلی کے اس اسلامی حملہ مین جس قدر مال غنیمت ملا، اس کا عشر عشیر بھی عبید اللہ تک نہین پہنچا، عبید اللہ کا ایک خادم ذیل کا واقعہ بیان کرتا ہے:-

"مین ایک دن عبید اللہ کی خدمت مین حاضر ہوا، اوس کے سامنے زر و جواہر، بیش قیمت ریشم اور دولت و ثروت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، مین نے کہا "آقائے من! میری نگاہون نے یہ منظر اپنی زندگی مین اس سے پہلے نہین دیکھا"، عبید اللہ نے کہا "یہ وہ مال غنیمت ہے جو واری سے حاصل ہوا ہے" اس پر مین نے ابو احمد جعفر کی تعریف شروع کی کہ یہ شخص بڑا امانت دار ہے، لیکن عبید اللہ یہ سنتے ہی فوراً مجھے روک کر کہنے لگا "بخدا اوس نے اونٹ کے دو کانون کے سوا مجھے اور کچھ بھی نہین دیا[3]"۔

جنوبی اٹلی پر صارب صقلبی کے بحری حملے اور فتح طارنت و ترمولہ وغیرہ

اس کامیابی سے حکومت اسلامی کو اٹلی سے مزید توقعات وابستہ ہو گئے، اور ۳۱۵ھ / ۹۲۷ء مین ایک نوجوان صقلبی صارب[4] نامی چوالیس ۴۴ جہازون کے بیڑے کے

---

[1] البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۲۹۵، و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۶۹، [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۷، [3] البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۲۶۵

[4] صارب نام نویری کے نسخہ مین ہے، البیان المغرب مین "صاب" بغیر نقطہ ہے، لیکن اوسکے اردو مترجم مولوی محمد جمیل الرحمن صاحب نے اسکو صابر کر دیا ہے، مگر ہمارے خیال مین "صاین" کو "صابر" کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ "صاین" کر سکتے ہین، خصوصاً اسلئے کہ اس کا یہی املا تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون مین ہے، عجب کیا کہ یہی "صاین" صحیح ہو، لیکن ہم نے بغیر کسی معقول ترجیح کے نویری کے نسخہ سے اسکو "صارب" اختیار کر لیا ہے۔

ساتھ صقلیہ پہنچا، اور یہان سے اٹلی روانہ ہوگیا، اور صوبہ انکبردہ کے ایک شہر وترنتو (OTRANTO) پر لنگر انداز ہوا، یہان متعدد معرکہ آرائیان ہوئین، جن مین بہت سے عیسائی مقتول ہوئے، یہ اسلامی بیڑا فتوحات کے بعد مال غنیمت اور قیدیون کو لے کر مہدیہ واپس آگیا،[1]

صارب اس مراجعت کے چند ہی ماہ بعد ۳۱۶ھ/۹۲۸ء مین مہدیہ سے تیس ۳۰ جہازون کے بیڑے پر دوبارہ روانہ ہوا، اور صقلیہ پہنچا، اور یہان سے صقلیہ کی بحری فوج ہمراہ لی، اور انکبردہ مین لنگر انداز ہوا، لیکن یہان کوئی مقابلہ نہین ہوا، صرف کسی موقع پر چند قیدی پکڑ لئے،

اس کے بعد اسلامی جہاز اسی صوبہ مین آگے روانہ ہوئے اور طارنت (ٹارنٹو) پہنچے، اور شہر کا محاصرہ کرلیا، یہ شہر مسلمانون کے زیر اقتدار رہ چکا تھا، عیسائیون نے چند دن اسلامی حملہ کا جواب دیا، پھر تاب مقاومت نہ لاسکے، اور شہر اسلامی اقتدار مین داخل ہوگیا،[2]

اسکے بعد دو قلعون قلعہ غیران اور قلعہ حسب کا رخ کیا، اور ان پر چھاپے مارے، جو بہت جلد مفتوح ہوگئے، اور قلعہ کے تمام املاک پر قبضہ کرلیا، پھر یہان سے سلیر کے شہر پناہ کے نیچے ڈیرے ڈال دئے، لیکن اہل شہر نے ایک متعین رقم، اور یہان کی خام پیداوار ریشم پر صلح کی، پھر نیپلس (NAPLES) پہنچے، یہان کے گورنر نے بھی اسی طرح کچھ مال و دولت اور کپڑے وغیرہ دے دلاکر جان بچائی،[3] لیکن یہ صلحین کوئی مستقل حیثیت نہین رکھتی تھین، صرف عارضی طور پر ایک سال کیلئے معاہدہ کرلیا گیا تھا،[4]

پھر اسلامی لشکر ان مقامات کو طے کرکے اٹلی کے ایک دوسرے اہم شہر ادرنت پہنچا، یہان مقابلہ سخت تھا، اہل شہر، شہر پناہ کے دروازے بند کرکے بیٹھ گئے، مسلمانون نے بھی طویل محاصرہ کا ارادہ کرلیا، چنانچہ اسلامی لشکر شہر پر وقتاً فوقتاً مختلف آلات حرب سے حملہ آور ہوتا، اور شہر کی عمارتون کو نقصان

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۲۸ و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۱، [2] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۶، و ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۱۷ ابن اثیر نے تارنٹو کو صوبہ قلوریہ مین بتایا ہے حالانکہ وہ انکبردہ مین تھا، [3] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۲۷ [4] تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۰،

پہنچاتا رہا، لیکن کوئی آخری نتیجہ برآمد نہ ہونے پایا تھا کہ سوء اتفاق سے اسلامی لشکر مین ایک مہلک وبا پھیل گئی، اور لشکر کو مجبوراً کوچ کر دینا پڑا[۵۱] لیکن روانگی سے پہلے حکومت قلوریہ سے ایک سال کیلئے معاہدہ کرلیا، اور اوس سے کچھ مال غنیمت حاصل ہو گیا[۵۲]

اس کے بعد صارب نے تیسری مرتبہ ۳۱۷ھ ۹۲۹ء مین پھر کوچ کیا، اتفاقِ وقت کہ کسی موقع پر صارب کے ساتھ صرف چار جہاز تھے، اور اودھر کوئی رومی افسر سردغوس گذر رہا تھا، دونون کی وسط سمندر مین مڈبھیڑ ہو گئی، اور فتحمندی کا سہرا صارب ہی کے سر بندھا،

اسکے بعد وہ شہر ترمولہ (TERMOLI) پہنچا جو اٹلی کے مشرقی ساحل پر کپٹینا تا کے علاقہ مین اسوقت بھی نقشون مین اسی نام سے نظر آتا ہے اس حملہ مین بھی صارب فتحیاب ہوا، اور شہر پر قابض ہو گیا، اس جنگ مین بیشمار قیدی ہاتھ آئے جن کی تعداد صاحبِ تاریخ صقلیہ کی روایت کے بموجب ۱۲ ہزار تھی[۵۳]

حکومت کلبریہ کا قبول جزیہ

مسلمانون نے ۳۱۰ھ ۹۲۲ء سے ۳۱۷ھ ۹۲۹ء تک کی ان مسلسل پیش قدمیون سے اٹلی مین تہلکہ ڈال دیا، اور بالآخر حکومت قلوریہ اسلامی حکومت کے سامنے سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئی، اور مستقل امن و امان کے حصول کیلئے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی، اسلامی حکومت نے جزیہ کی ادائی کی شرط پیش کی، اور اسی پر معاہدہ مرتب ہو گیا، اور اس کے بعد اسی سال ۳۱۷ھ ۹۲۹ء مین اسلامی لشکر اٹلی سے واپس چلا آیا،

اس معاہدۂ صلح کے بعد مسلمانون کو اٹلی کے ایک وسیع علاقہ پر کامل اقتدار حاصل ہو گیا، اور جزیہ کی یہ رقم کم از کم عبید اللہ کے عہدِ حکومت تک بہ تحقیق معلوم ہے کہ سال بسال

---

[۵۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۶، وابن اثیر ج ۸ ص ۱۱، ابن اثیر نے سب واقعات ۳۱۳ھ کے ذیل مین یکجا بیان کردیے ہین [۵۲] تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷، [۵۳] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۷۲ وتاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۰،

افریقہ آتی رہی [1]

حملۂ جنووا جب اسلامی حکومت اور حکومت کلبریہ کے درمیان معاملات یکسو ہوگئے، اور جنوبی اٹلی پر مسلمانون کی پیشقدمی کا سلسلہ موقوف ہوگیا، تو عبید اللہ المہدی نے یورپ کی دوسری سمتون کا رخ کیا، نگاہ انتخاب شہر جنووا پر پڑی، جو آج کل اٹلی اور فرانس کی عین سرحد پر نقشہ مین نظر آتا ہے، چنانچہ ۳۲۲ھ / ۹۳۳ء مین ایک بحری لشکر یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی مین وہان روانہ ہوا، لیکن شہر پر حملہ آور نہ ہوسکا، اسکے مضافات مین لوٹ مار کر اور شہر کے استحکامات وغیرہ کو دیکھ کر واپس آگیا، [2]

عبید اللہ کی وفات یورپ مین اسلامی فتوحات اور پیشقدمیون کی رفتار یہین تک پہنچی تھی کہ عبید اللہ المہدی کا انتقال ہوگیا، اوس نے شبِ سہ شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ / ۹۳۲ء کو وفات پائی،

یہ دولت فاطمی یا دولتِ عبیدیین کا بانی تھا، چوبیس ۲۴ برس اور دس مہینے حکومت کی، اور اپنے قوت بازو اور عقل و تدبیر سے افریقہ، مغرب، طرابلس، برقہ اور صقلیہ پر قابض ہوا، پھر اپنی اولوالعزمی سے اٹلی پر تاخت کی اور چند سال کی جد و جہد مین اسکو مطیع کرلیا،

اسکے بعد اس کا سب سے بڑا لڑکا ابو القاسم القائم بامر اللہ کے لقب سے اوسکا جانشین ہوا،

ابو القاسم بن عبید اللہ القائم بامر اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ

۳۲۲ھ / ۹۳۳ء - ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء

ابو القاسم نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے باپ کے نقش قدم کی پیروی کی، اور خصوصًا

---

[1] نہایۃ الارب ، ز اماری صہ ۲۳۶ [2] ابن خلدون ج ۴ صہ ۲۰۸،

فوجی مہمین اوسی طرح جاری رکھین، اسی سلسلہ مین مختلف اطراف مین فوجین روانہ کین، جن مین ایک بحری فوج بھی تھی، تاکہ اُس مہم کی تکمیل ہو، جسکی داغ بیل اس کے باپ عبید اللہ کے عہد مین پڑچکی تھی،

حملۂ سردانیہ و کورسیکا

چنانچہ یہ بحری مہم اسی سال ۳۲۲ھ ۹۳۳ء مین یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی مین جنووا کے قصد سے روانہ ہوئی، جو تیس جنگی جہازون پر مشتمل تھی، اثناے راہ مین جزیرہ سردانیہ ملا، جو اس سے پہلے حکومتِ افریقیہ کا باجگذار رہ چکا تھا، پہلے اسی جزیرہ پر حملہ کیا گیا، رومیون کو شکست ہوئی، کچھ آدمی مقتول اور کچھ گرفتار ہوے، اوران کے چند جہاز بھی قبضہ مین آے، پھر اسلامی بیڑا آگے بڑھا، راستہ مین جزیرہ کورسیکا ملا جسے بعد مین نپولین کے مولد ہونے کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی، کورسیکا کے ساحل پر چند رومی جہاز کھڑے ہوے تھے، مجاہدین نے ان کو نذرِ آتش کر دیا،

فتح جنووا

کورسیکا سے کوچ کر کے جنووا آے جو اوس کے بالمقابل نقشہ مین نظر آتا ہے، اوس عہد مین شہر کے گرداگرد شہر پناہ کی دیوارین کھنچی ہوئی تھین، مجاہدین دیوار مین نقب مار کر شہر مین داخل ہوگئے، اہل شہر تابِ مقاومت نہ لاے، مجاہدین کے قدمون پر دولت و ثروت کا انبار لگ گیا، اور ایک ہزار حسین لونڈیان منتخب کی گئین، اور اسلامی بیڑا سب کو ساتھ لے کر مہدیہ چلا آیا، اور شہر پر عرب مورخین مؤلف تاریخ صقلیہ، ابن عذاری، ابن اثیر، نویری، ابن خلدون، اور ابو الفدا وغیرہ کے بیان کے روسے اسلامی اقتدار قائم ہو گیا[1]،

صقلیہ مین بغاوتین اور اس کے اسباب

جس زمانہ مین اسلامی حکومت صقلیہ کے استحکام اور اثر و نفوذ کی ترقی کیلئے یورپ کے مختلف حصون مین اسلامی پیشقدمیان جاری تھین، اتفاق وقت کہ انھین دنون صقلیہ پر بعض ایسے آفاتِ ارضی و سماوی نازل ہوے کہ باشندگانِ صقلیہ اقتصادی حیثیت سے تباہ

---

[1] تاریخ الاسلام ذہبی در اماری ص ۴۵۹، و ابن خلدون وغیرہ،

ہونے لگے، اور پھر انھی دنون مین سالم کے بعض مشیر کارون نے جنھیں حکومت کے نظم ونسق مین شریک بنایا گیا تھا، باشندون پر بعض ناروا محصول عائد کئے اور ان حالات سے صقلیہ کے باشندون مین حکومت کے خلاف بغض وعناد کے جذبات پھر تازہ ہوگئے،

بعض جدید محصولات کی وصولی

اس کی ابتدا عبید اللہ کے عین حیات ہی سے شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اس کے آخری دورِ حکومت مین حکومت کے ممتاز مشیر کار بلزمی، قلشانی، ابن سلمہ، اور ابن الدابہ وغیرہ نے سالم کے مشورہ سے باشندگانِ صقلیہ پر بعض جدید گران قدر محصول عائد کئے، اور رقمون کو سختی سے وصول کرکے خود افریقیہ روانہ ہوگئے، حکومت کی اس سخت گیری سے باشندون مین شورش پھیلی، اور بعد مین فرمانروائے افریقیہ نے ان لوگون کے اس طرزِ عمل پر بازپرس بھی کی،

آفاتِ ارضی وسماوی

ابھی باشندون کے جذبات ٹھنڈے نہین ہونے پاسے تھے، کہ جزیرہ مین چند طوفانی حوادث آگئے، پہلے متعدد دریاؤن کے جوش مین آجانے سے سیلاب کا ایک طوفان اُمنڈا، اور سیلاب کا پانی بلرم کے مضافات اور شہر کے اندر پھیل گیا جس سے بہ کثرت مکانات کے انہدام کے علاوہ کثرت سے لوگ غرقاب ہوگئے، اور یہ پریشانیان ابھی رفع نہین ہوئی تھین کہ دوسرے سال جزیرہ مین ایک بادِ سموم چلی، جس سے پوری فصل برباد ہوگئی، اور باغون کے پھل بھی گر پڑے، اور اسکی وجہ سے سارے جزیرہ مین سخت ابتری پھیل گئی،

سالم کے مظالم

اس موقع پر ضرورت تھی کہ حکومت عوام سے ہمدردی کرتی، لیکن سالم اپنی سخت گیر حکمت عملی پر قائم رہا، مسلمانانِ صقلیہ ان آفاتِ ارضی وسماوی سے پریشان تھے، اور سالم اپنے جبر وتشدد سے سرکاری ٹیکسون کی وصولی مین مصروف تھا،

دوسری طرف صقلیہ کی عیسائی رعایا بھی مطمئن نہین رہی کیونکہ اُس نے انھی دنون طبرمین کے عیسائی والی رنداش کو کسی جرم مین گرفتار کیا، اور اپنے قصر کے سامنے قتل کرادیا،

آتش بغاوت

ان حالات سے سارے جزیرہ مین بغاوت کے لئے فضا تیار ہو گئی، اور صقلیہ کی فتنہ پرداز جماعت نے موقع سے فائدہ اوٹھا کر لوگون کو بغاوت پر آمادہ کیا، اور صوبہ جرجنت مین بغاوت کا اعلان ہو گیا، اور باغیون نے جرجنت کے گورنر ابن ابی احمد کو وہان سے باہر نکال دیا، یہ واقعہ ۳۲۵ھ ۹۳۶ء مین پیش آیا، اور اسی طرح قلعہ بلوطا کے لوگون نے بھی بغاوت کی اور وہان کے حاکم ابن عمران کو شہر سے نکال دیا،

جب سالم کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو اوس نے افریقہ اور صقلیہ دونون کی متحدہ فوج کا ایک لشکر اہل جرجنت کی گوشمالی کیلئے روانہ کیا، باغیون نے مقابلہ کیا، اور شاہی فوج کو شکست دیدی،

اس کے بعد سالم نے ایک دوسرا لشکر مرتب کر کے، فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، اور دار الحکومت سے روانہ ہوا، جرجنت کے بیرونی حصہ مین شہر کے باہر دونون فوجین باضابطہ صف آرا ہوئین اور نہایت سخت لڑائیان شروع ہو گئین، بالآخر ماہ شعبان مین اہل جرجنت پسپا ہوئے،

لیکن ابھی سالم جرجنت مین داخل ہو کر امن وامان قائم نہ کرنے پایا تھا، کہ خود دار الحکومت بلرم سے بغاوت کی خبر پہنچی، بلرم مین اس وقت اسحاق بتانی اور محمد بن حمود دو فتنہ پرداز اشخاص سالم کے خلاف مصروف عمل تھے، ان لوگون نے اولاً اہل جرجنت کی کامیابی کی مبالغہ آمیز داستانین مشہور کین، اور پھر اہل شہر کو سالم کے دردناک مظالم کے افسانے سنا کر انہین برانگختہ کیا جس سے شہر مین بھی بغاوت کی آگ لگ گئی،

جب سالم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ بھاگا ہوا بلرم آیا، یہان شہر کے دروازے بند تھے، اس نے محاصرہ کر لیا، اور شاہی فوج اور باغیون مین موقع بموقع جھڑپ ہونے لگی اور محاصرہ طویل ہوتا گیا، یہانتک کہ ذی القعدہ کا مہینہ آگیا،

سالم کا افریقہ سے امداد طلب کرنا،

سالم کو ابھی تک بغاوت سے کوئی سابقہ نہین پڑا تھا، اسکو ابو سعید کی تیار کی ہوئی زمین ملی تھی، اور اتنے دنون اطمنان سے حکومت کرتا رہا، جرجنت کی بغاوت کو

ابتداءً اوس نے اتفاقی واقعہ خیال کیا، اور معمولی لشکر بھیج دیا، پھر اوس کی ناکامی کے بعد خود کوچ کر بیٹھا، لیکن دارالحکومت سے روانگی کے پہلے یہان کا انتظام مکمل کر لینا تھا اسلئے اب جیسے جیسے برم کی بغاوت طویل ہوتی گئی، اس کی پریشانیون مین اضافہ ہوتا گیا، آخر ان تمام حالات کی مفصل اطلاع دربارِ افریقیہ لکھ بھیجی، اور وہان سے جلد از جلد کمک طلب کی،

فرمانروائے افریقیہ القائم نے ایک لشکر جرار مرتب کیا، جس مین متعدد شجاع اور بہادر فوجی افسر بھی تھے، اور اس لشکر کو ایک تجربہ کار قائد خلیل بن اسحاق کی سرکردگی مین سالم کی معاونت کے لئے صقلیہ روانہ ہوجانے کا حکم دیا،

اہل صقلیہ کی ایک کامیاب حکمت عملی

جب جزیرہ مین سالم کی ان کارروائیون کی اطلاع پھیلی، اور شاہی فوج کی آمد کی خبر گشت کرنے لگی، تو باغیون کو ہوش آیا، انھین اپنی اندرونی قوت کا اندازہ تھا، اسلئے نہایت عجلت اور ہوشیاری سے باشندگانِ صقلیہ کی طرف سے ایک عرضداشت مرتب کی، اور ایک تیز رو جہاز کے ذریعہ سے ایک وفد القائم کی خدمت مین روانہ کر دیا،

عرضداشت مین پہلے القائم کو باشندگانِ صقلیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا گیا، اور پھر بغاوت و سرکشی کا اصل باعث صرف سالم کے طرزِ حکومت اور اوس کے بے پناہ جور و ظلم کو قرار دیا گیا، اور تصریح کی گئی، کہ یہ بغاوت حکومتِ افریقیہ کے مقابلہ مین نہین صرف سالم کے خلاف برپا ہے،

سالم کا عزل اور خلیل بن اسحاق کا تقرر،

یہ حکمتِ عملی باغیون کے سرغنہ اسحاق بستانی کی تھی، جو کامیاب ثابت ہوئی، چنانچہ القائم نے عرضداشت سنتے ہی خلیل بن اسحاق کو سالم کی معاونت پر بھیجنے کے بجائے اس کے ہاتھ اوسکی معزولی کا پروانہ دیکر اوسکو صقلیہ روانہ کر دیا،[1]

سالم کامل بیس برس سے اس جزیرہ پر حکمرانی کر رہا تھا، القائم کے اس طرزِ عمل سے باغیون کے مقابلہ مین

---

[1] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۷، تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۱، ابن اثیر ج ۸ ص ۲۵۲،

اسکی سخت توہین ہوئی، اور اگرچہ القائم کے اس طرزِ عمل سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہو گئی، لیکن اس طرزِ عمل کی اصولِ حکمرانی کے لحاظ سے توصیف نہین کیجا سکتی، اگرچہ یہ بھی صحیح ہو کہ سالم نے صقلیہ مین نہایت دردانگیز مظالم کئے تھے، تاہم یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ جو عرضداشت بعد مین بھیجی گئی، وہ علمِ بغاوت بلند کرنے سے پیشتر بھیجی جا سکتی تھی، لیکن اگر اس کے باوجود باغیون کو پاداشِ عمل سے محفوظ رکھنا تھا، تو کم سے کم حکومت کے وقار کو سنبھالنے کے لئے سالم کو بلطائف صقلیہ سے بلا لیا جاتا، ورنہ جو کچھ آج سالم کے ساتھ پیش آیا، کیا معلوم کل وہی اسکے جانشین خلیل کے ساتھ بھی پیش نہ آئے گا،

ابوالعباس خلیل بن اسحاق فاطمی والیِ صقلیہ(۶)

۳۲۶ھ ۹۳۷ء سے ۳۲۹ھ ۹۴۰ء

ابوالعباس خلیل بن اسحاق بن ورد افریقیہ کے ذی اثر و ممتاز افاضل مین تھا، طرابلس الغرب اوس کا وطن تھا، ابتداءً علوم ادب کی تحصیل مین مصروف رہا، پھر تصوف کا ذوق ہوا، اور صوفیہ کی صحبت مین شبانہ روز مسجد مین رہنے لگا،

اس کے بعد بعض حوادث کے پیش آجانے سے اوسکی زندگی مین انقلاب ہوا، اور امورِ مملکت مین دلچسپی لینے لگا، چنانچہ جب عبیداللہ کے عہدِ حکومت مین القائم کی سرکردگی مین مصر پر حملہ کیا گیا، تو اوس لشکر مین خلیل بھی اسکندریہ پہنچا، اور پھر مصر کے محکمۂ خراج کا افسرِ اعلیٰ مقرر ہوا، بعد ازین وہان سے افریقیہ آیا، اور افریقیہ اور مصر کی متحدہ فوج اور افریقیہ کی بحری طاقت کا افسرِ اعلےٰ مقرر کیا گیا،

خلیل جیسے جیسے اپنے ان مراتب مین ترقی کرتا گیا، اوسے فرمانروائے افریقیہ عبیداللہ کی خدمت مین زیادہ رسوخ ہوتا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اُس کا عبیداللہ کے مقربینِ خاص مین شمار ہونے لگا، عبیداللہ کی شان مین اس کے بعض قصائد بھی ہین، جن مین وہ کسی حد تک تجاوز کر گیا ہے،

پھر اتفاق سے کچھ دنون کے بعد کسی سلسلہ مین عبید اللہ کو خلیل سے شکر رنجی پیدا ہوگئی، جو بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچی کہ وہ خلیل کے خون کا پیاسا ہوگیا، اور اس کا کام تمام ہو چکا ہوتا، اگر القائم اسکو اپنے باپ کی خشمگین نگاہون سے بچا کر اپنے دامن مین چھپا نہ لیتا،

اس واقعہ کے بعد ہی خود القائم کا عہدِ حکومت آگیا اور صقلیہ مین اون حالات کے پیش آجانے سے عہدۂ ولایت پر مقرر کیا گیا،[1]

خلیل اواخر ذی الحجہ ۳۲۵ھ ۹۳۶ء مین افریقہ سے روانہ ہوا، اور اوائل محرم ۳۲۶ھ ۹۳۶ء مین ساحلِ بلرم پر اوترا،[2] اوس کی آمد کی خبر جزیرہ مین پھیلتے ہی لوگ جوق در جوق آتے، اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرتے، خلیل نے باشندگانِ صقلیہ کے اس طرزِ عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا،

اہلِ صقلیہ کی وفاداری

پھر باشندگانِ صقلیہ نے خلیل کی خوشنودی و ہمدردی دیکھ کر اپنی عورتون اور بچون کو اس کے پاس بھیجا کہ رو رو کر سالم کے مظالم بیان کرین، چنانچہ سب بچے اور عورتین خلیل کے پاس آئین، اور رقت انگیز لہجہ مین سالم کے مظالم کی ہولناک داستانین بیان کرتین، اور اپنے گریہ و ماتم سے ساری مجلس سر پر اٹھا لیتین، خلیل سب کو تسلی و تشفی دیتا، اور تلافیِ مافات کے وعدے کرتا،

اسی طرح جرجنت اور بلرم کے معززین کے وفود خلیل کی خدمت مین باریاب ہوے، اور سالم کے ظالمانہ طرزِ عمل اور اپنی بغاوت کے اسباب و وجوہ بتفصیل بیان کئے، اور پھر خلیل کے مطیع و منقاد رہنے کے حلف اوٹھائے،[3]

---

[1] الحلیۃ السیرا، ابن آبار، درا ماری ص ۱۰۴، [2] نہایۃ الارب درا ماری ص ۴۲۷ [3] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۵۳، و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۹،

خلیل کا جدید نظم و نسق

خلیل نے انہی حالات سے متاثر ہو کر ان وفود کے ارکان کے مشورون کے بموجب سالم کے مقرر کیے ہوئے تمام عمال کو صوبہ داریون اور دوسرے اہم عہدون سے معزول کیا، اور ان کی جگہ نئے عمال مقرر کرکے باشندگان صقلیہ مین اپنا مزید اعتماد حاصل کیا،[1]

دوسری طرف سالم معزول ہونے کے بعد اسی جزیرہ مین موجود تھا، جب اوس نے خلیل کا یہ رنگ دیکھا، تو اوس کے منتقمانہ جذبات ابھر پڑے، اور وہ خلیل کے خلاف اپنی معاندانہ کارروائیون مین مصروف ہو گیا، اور لوگون کو اس سے برگشتہ کرنے کیلئے مختلف افواہین پھیلانے لگا،

سالم کی بغاوت انگیزی

چنانچہ اوس نے سب سے پہلے انہی معززین جرجنت و بلرم کو جو خلیل کی خدمت مین باریاب ہو چکے تھے، اپنا تختۂ مشق بنایا، اور اون کے درمیان افواہ پھیلائی کہ القائم نے خلیل کو در اصل شاہی فوج کے قتل کا جو پچھلی بغاوت مین تہ تیغ کیگئی ہی، اہل صقلیہ سے انتقام لینے کیلئے روانہ کیا ہی، اگرچہ اسوقت وہ لطف و ملائمت سے پیش آرہا ہے، لیکن در پردہ انتقام لینے کی تیاریون مین مصروف ہی،

سالم کا یہ حربہ کارگر نکلا، اور جزیرہ مین خلیل کے خلاف آوازین پیدا ہو گئین، لیکن خلیل نے دور اندیشی سے کام لیا، اور قبل ازین کہ کسی کھلی بغاوت سے اوسے سابقہ پڑے اوس نے اس کی انسدادی تدبیرین شروع کردین،

ایک جدید شہر خالصہ کی تعمیر

صقلیہ کی بغاوتون مین عمال حکومت کو سب سے زیادہ دشواری اور مجبوری دار الحکومت بلرم کی بغاوت مین پیش آتی تھی، والی صقلیہ جب کسی دوسرے شہر کو مطیع کرنے روانہ ہوتا، تو خود دار الحکومت کے باشندے شہر کے دروازے بند کرلیتے، اور والی صقلیہ کو بار بار محاصرہ و مقابلہ کرنا پڑتا، اسلئے خلیل کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حکومت کے دفاتر اور عمال کے قیامگاہون کیلئے بلرم سے الگ اسی کے قریب ایک نیا شہر تعمیر کرے، اور اوسکو عام باشندون کے میل جول سے بچائے رکھے، کہ جب کسی

---

[1] نہایۃ الارب درامارى ص ۴۳۷،

دوسری جگہ فوجکشی کیجائے، تو تھوڑی سی شاہی فوج بھی دارالحکومت کے دروازے بند کرکے شہر پر تسلط قائم رکھ سکے، ورنہ اس وقت بلرم کی موجودہ شکل یہ تھی کہ والیِ صقلیہ اندرونِ شہر مین مقیم تھا، شاہی فوج جابجا پھیلی ہوئی تھی، اس لئے کبھی یہ پیش آتا، کہ باغی ولاۃ پر اچانک حملہ کر دیتے اور ولاۃ بے دست و پا گرفتار ہوجاتے، کیونکہ بلرم دارالحکومت ہونے کے علاوہ ایک تجارتی شہر تھا، اس لئے آبادی نہایت گنجان تھی، ایک ہی مقام پر کسی شہری کا مکان ہے، تو وہین پر کسی فوجی افسر کا، ایک جگہ تجارت کی منڈی لگی ہوئی ہے، اور وہین پر عمالِ حکومت نے اپنے دفاتر کھولے ہین، اس مشترک زندگی سے اولاً اربابِ حکومت کا رعب و داب صحیح طور پر قائم نہین ہوتا تھا اور پھر ملکی معاملات کے انصرام مین بھی دشواریان پیش آتی تھین، قصرِ حکومت کی ہر قسم کی خبرین محلہ محلہ گشت کرتین، اور پھر ایک شہر سے دوسرے شہر مین پھیل جاتین، اور اس طرح جزیرہ کے چپہ چپہ مین حکومت کے متعلق مختلف قسم کی موافق و مخالف افواہین پھیل جاتین، چنانچہ بہ کثرت بغاوتون کے علاوہ ابن ابی الخنزیر کا واقعہ چند ہی دن پیشتر گذرا تھا کہ محض تھوڑی سی غلط فہمی سے باغی اس کے محل مین اچانک گھس پڑے، اور وہ جست لگا کر ایک پڑوسی کے مکان مین کود پڑا، مگر وہان بھی پناہ نہین ملی،

اس لئے خلیل نے بلرم کی چہار دیواری کے باہر ساحلِ سمندر پر ایک وسیع رقبہ مین ایک جدید شہر کی تعمیر کا فیصلہ کیا،[1] اور اوسکی بنا و تخطیط کے بعد تیزی سے عمارتین بننے لگین، تمام عمارتین ایک دوسرے سے الگ اور حسبِ ضرورت تعمیر ہوئین، جن مین والیِ صقلیہ اور اسکے ماتحت عُمال کے جداگانہ محلات کے علاوہ حکومت کے تمام صیغون کے لئے الگ عمارتین بنائی گئین، جن مین ایوانِ حکومت، فوجی بارکین، قید خانہ، اور جہاز اور دیگر بحری آلاتِ حرب کے کارخانہ دار الصناعۃ کی عمارتین خاص طور پر قابلِ ذکر ہین، نیز اس حلقہ کے باشندون کے لئے ایک مسجد اور سڑکون پر جابجا حمام بنائے گئے، اس شہر کی تعمیر مین یہ خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا، کہ اس مین تعمیری حیثیت سے ایسی کوئی شان پیدا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ یہ محدود رقبہ بھی شہر کی

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۳،

شکل مین تبدیل ہو جائے، اسلئے اس عہد مین شہر کے جو جو لوازم مثلاً بازار، دوکان اور ہوٹل وغیرہ خصوصیت سے سمجھے جاتے تھے، وہ اس محدود حلقہ مین جگہ نہ پا سکے، اور اون کے لئے ایک عمارت بھی تعمیر نہین ہوئی، عمارتون کی تعمیر کے بعد نہایت مضبوط و مستحکم سنگی دیوار ہر چہار طرف کھینچ دی، اور اس سنگی شہر پناہ مین آمد و رفت کیلئے چارون سمتون پر چار دروازے رکھے گئے، یہ شہر پناہ بلرم کی قدیم فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تعمیر کی گئی،

یہ سلسلۂ تعمیر چند ماہ مین اختتام کو پہنچ گیا، اور خلیل نے اس محدود رقبہ کو "خالصہ" کے نام سے موسوم کیا، اور اسی سال حکومت کے تمام شعبے اس مین منتقل ہو گئے،[1]

خالصہ کی تعمیر باشندگانِ صقلیہ کی مرضی کے خلاف عمل مین آئی تھی، اور وہ اسقدر آناً فاناً اتمام کو پہنچائی گئی کہ سرکشون کو اپنی سرکشی کا موقع نہ ملسکا،

علاوہ ازین خلیل نے خالصہ کی تعمیر مین اپنی جرأت کا مزید ثبوت یہ دیا کہ وہ عمارتونکا تمام سامان یہان سے منتقل کر لے گیا، جسمین سرکاری اور غیر سرکاری مکانون کے انہدام کی ضرورت پیش آئی، اور خصوصاً خالصہ کی شہر پناہ بلرم کی فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تیار کیگئی، اور اس طریقہ سے اگرچہ باشندگانِ بلرم کو خالصہ کی تعمیر نہایت شاق گذری، لیکن انکے غیر مسلح کر دئے جانے کے باعث وہ بے دست و پا ہو چکے تھے اور در حقیقت اسی سلسلہ مین بلرم کی بغاوت و سرکشی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا،

بغاوت

جزیرہ مین بلرم کے بعد، جرجنت دوسرا سرکش شہر تھا جب وہان کے باشندونکو خلیل کی اس کاروائی کا علم ہوا، تو اونھین سالم کی پھیلائی ہوئی افواہون کا مزید یقین آیا، اور وہ حکومت سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے، اور اپنی حفاظت کیلئے جرجنت کی فصیل کے کمزور مقامات کو مستحکم کر لیا، لیکن ابھی وہ کوئی مزید پیشقدمی نہ کرنے پائے تھے

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۳، معجم البلدان ج ۳ ص ۳۹، شمس الدین صوفی دمشقی نے اپنی نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر مین اختتامِ تعمیر کا زمانہ ۳۲۵ھ قرار دیا ہے، لیکن یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے یہ تو خلیل کے ورود صقلیہ کے زمانہ سے بھی پہلے ہے۔

کہ اس اثنا میں یہ خبر خلیل کو پہنچ گئی وہ سنتے ہی ماہ جمادی الاولی ۳۲۶ھ/۹۳۷ء میں جرجنت پر حملہ آور ہوا اہل شہر فصیل کے دروازے بند کرکے محصور ہو گئے، خلیل نے ڈیرے ڈالدئے اس کے بعد جرجنت والے فصیل سے باہر نکلتے اور محاصرین پر حملہ آور ہوتے، اور یہ تقریبًا دستور ہو گیا، کہ صبح کو نکلتے اور شام تک نبرد آزمائی کرتے، اور رات کو فصیل کے اندر چلے جاتے اس طریقہ سے محاصرہ طویل ہوتا گیا، اور اسی طرح سات آٹھ مہینے گذر گئے،

آخر خلیل محاصرہ سے عاجز آگیا، اسی اثنا میں موسم سرما بھی آگیا، اور وہ محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہوا چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۶ھ/۹۳۷ء میں وہ جرجنت سے بے نیل مرام خالصہ واپس آگیا،

خلیل کی اس ناکام واپسی سے اہل جرجنت کی ہمت بڑھ گئی وہ بغاوت کا علم ہاتھ میں لیکر سارے جزیرہ میں پھیل گئے، اور شاہی فوج پر اپنی کامیابی و فتحمندی کے افسانے مشہور کئے، اور دوسرے شہر کو بغاوت پر آمادہ کرنے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف شہروں اور قلعوں پر بھیج دئے، کہ وہ اہل شہر کی امداد و معاونت سے شاہی عمال اور شاہی فوج کو شہر اور قلعہ سے نکال دیں،

چنانچہ ۳۲۷ھ/۹۳۸ء کے آغاز میں اہل جرجنت کی جد و جہد سے صقلیہ کے اکثر ممتاز شہر اور قلعے مازر، ابلاطنو، بلوط، اور قلعہ ابی ثور وغیرہ باغی ہو گئے، اور ان مقامات سے حکومت کے تمام عمال اور فوج باہر نکال دی گئی،

قحط سالی اس وقت صقلیہ کے باغی ہر طرف بہتر حال میں تھے لیکن صقلیہ کے پے در پے فسادات و انقلابات سے جزیرہ اور خصوصًا بلرم اور اوس کے مضافات میں سخت قحط پڑ گیا، اور لوگ اپنے لخت جگر بچوں کو بھون بھون کر کھانے لگے، چنانچہ صاحب تاریخ جزیرہ صقلیہ لکھتا ہے:۔

وکانت فی تلک الایام مجاعۃ شدیدۃ فی المدینۃ والبوادی حتی اکل الوالدون اولادھم	اور اسی زمانہ میں شہر اور دیہاتوں میں سخت قحط پڑا، یہان تک کہ لوگ اپنے بچون کو کھا گئے،

باغیون کی حکومت بیزنطی سے استمداد

جب جزیرہ مین یہ صورت پیدا ہوگئی تو باغیون نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا، اور صقلیہ کے مسلمان باشندون نے اسلامی حکومت کے خلاف اسکی قدیم دشمن و متحارب حکومت حکومتِ بیزنطی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی، حکومتِ بیزنطی کا تعلق ایک زمانہ سے صقلیہ سے منقطع ہوچکا تھا لیکن جب ایسے مواقع خود پیش کئے گئے، تو اُس نے اس سے فائدہ اوٹھایا، اور ایک بیزنطی بیڑا صقلیہ کے مسلمان باغیون کی امداد کے لئے قسطنطنیہ سے روانہ کیا، جس پر فوج کی ایک کثیر تعداد سوار تھی، اور نیز باغیون کو قحطزدگی سے بچانے کے لئے غلون سے بھرے ہوئے جہاز بھی اس جنگی بیڑے کے ساتھ صقلیہ بھیجے گئے،

افریقیہ سے کمک اور سالم کی وفات

دوسری طرف خلیل نے ان واقعات کی مفصل روداد القائم کو لکھ بھیجی، اور وہان سے ایک عظیم الشان لشکر صقلیہ پہنچا، اسی اثنا مین سالم سابق امیرِ صقلیہ نے جو درپردہ باغیون کی رہنمائی کر رہا تھا، وفات پائی، اور خلیل کو اس کمک کی آمد اور سالم کی وفات سے بڑی تقویت پہنچی اور اوس نے ایک منظم طریقے سے باغی شہرون اور قلعون پر تاخت شروع کی،

بغاوت کا استیصال

خلیل کی یہ فوجکشی نہایت کامیاب ہوئی، اور باغی بیزنطی لشکر کی امداد کے باوجود شاہی لشکر کا راستہ کہین نہ روک سکے، وہ سب سے پہلے اپنا لشکر لیکر قلعہ ابی ثور پہنچا، اور اس پر قابض ہوا پھر بلوط گیا اور وہان بھی کامیاب ہوا، یہان سے ابلاطنو پہنچا، اور یہان ابھی محاصرہ ہی مین تھا، کہ سنہ ۳۲۷ھ ۹۳۸ء ختم ہوگیا،

جب ابلاطنو کے محاصرہ مین سال ختم ہوگیا، تو وہ یہان کا محاصرہ اوٹھا کر جرجنت چلا گیا کہ یہی باغیون کا مرکزی مقام تھا، اور اوس کا محاصرہ کرلیا، اگرچہ ملک مین قحط سالی اور سالم کی وفات کے باعث اہلِ جرجنت کی قوت ٹوٹ چکی تھی، لیکن حالتِ محاصرہ مین بیرونِ شہر سے اون کے تعلقات چند خفیہ راستون سے قائم تھے، اسلئے خلیل کا یہ محاصرہ بھی طویل ہوگیا، اور وہ اس

سے گھبرا کر اس کا اہتمام ایک تجربہ کار فوجی افسر ابوخلف بن ہارون کے سپرد کیا اور خود خالصہ چلا آیا، کہ یہان حکومت کی مختلف ضرورتون کو پورا کرے،

اسی طریقہ سے جرجنت کے محاصرہ کو کامل دوسال گذر گئے، اس اثنا مین نہ محاصرین شہر مین داخل ہوئے، اور نہ محصورین نے امان طلب کی، لیکن دوسال گذرنے کے بعد اون کی حالت بد سے بدتر ہوگئی، اور ایسی صلاحیت بھی نہین رہی، کہ خفیہ راستون سے آمد ورفت جاری رکھنے کے باوجود محاصرہ کا مقابلہ کرتے رہین،

باغیون کا ترک وطن وترک مذہب

جب اہل جرجنت کو مقابلہ سے بالکل مایوسی ہوگئی، تو یہان کے باشندون مین سے ایک کثیر تعداد جسمین زیادہ تر یہان کے امراء ومعززین تھے، حکومت کے انتقام کے خوف سے انھی خفیہ راستون سے فرار ہوگئے، اور آس پاس کے عیسائی ملکون مین پناہ گزین ہوئے، اور وہان امن وامان سے زندگی بسر کرنے کیلئے مذہب اسلام ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی، جو تمامتر انھی کی بغاوتون اور سرکشیون کا نتیجہ تھا،

شہر کے معززین وامراء کے نکلنے کے بعد باقی ماندہ لوگون کے لئے محاصرہ کے مشکلات زیادہ بڑھ گئے، اسلئے اسلامی سپہ سالار ابوخلف بن ہارون کو بہت جلد صلح کا پیغام بھیجا، ابوخلف نے اس شرط پر امان دی کہ جرجنت کے مستحکم قلعہ سے جس پر اس شہر کی حفاظت کا دارومدار ہے شہر کی فوج نیچے اوتر آئے، اور اوسکو خالی کرکے حکومت کے قبضہ مین دیدے، اہل شہر نے اس شرط کی تعمیل کی، اور شہر پر قبضہ ہوگیا،

لیکن ارباب حکومت کے دل مین اہل جرجنت کی طرف سے اس قدر غیظ وغضب پیدا ہوچکا تھا کہ اونھون نے شہر مین داخلہ کے بعد اپنے مواعید کا بھی کوئی پاس نہین کیا، اور شہر کے تمام جنگجو باشندون کو گرفتار کرکے خالصہ روانہ کردیا۔

جرجنت کی اطاعت کے بعد پھر صقلیہ کے دوسرے شہرون مین حکومت کا اقتدار خود بخود قائم ہوگیا، اور بلا استثنا، تمام شہرون اور قلعون نے اپنی اپنی اطاعت کا اقرار کیا، اور اب گویا پورے جزیرہ مین پھر ایک نئے سرے سے ایک منظم حکومت کا دار و دورہ شروع ہوگیا،

یہ بغاوت جسقدر اہم تھی، اسی قدر دیرپا رہی، چنانچہ جمادی الاولی ۳۲۶ھ/۹۳۷ء سے شروع ہوئی تھی، اور ذی الحجہ ۳۲۹ھ/۹۴۰ء مین اختتام کو پہنچی،[1]

افریقیہ مین آتش بغاوت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر صقلیہ کی بغاوت فرو ہوئی، اور ادھر مرکزی حکومت افریقیہ مین اس سے زیادہ سخت بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، اس بغاوت کا علمبردار قبیلۂ زناتہ کا ایک شخص ابویزید بن کیداو تھا، ابویزید عقیدۃً خارجی تھا، اور اگرچہ اوس نے عبید اللہ المہدی ہی کے عہد حکومت ۳۱۶ھ/۹۲۸ء مین دولت فاطمی کے خلاف خروج کیا تھا، اور عبید اللہ کے بعض مذہبی تشدد و مظالم کے باعث مسلمانان افریقیہ کے مختلف فرقون کے پیرو اس کے زیر علم آگئے تھے، اور باغیون کا ایک اچھا خاصہ جتھا تیار ہوگیا تھا، تاہم عبید اللہ اپنی قوت بازو سے اس فتنہ کو دبائے رہا، اگرچہ اوسکے حملون کا سلسلہ کبھی موقوف نہین ہوا، مگر القائم کے عہد حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی ابویزید کی دعوت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا، القائم کو اوس کے فرو کرنے مین دشواریون کا سامنا ہوا،[2]

خلیل کی افریقیہ روانگی

اس موقع پر اوس کو اپنا قدیم تجربہ کار قائد خلیل یاد آیا، اور اسکو جلد سے جلد صقلیہ سے افریقیہ طلب کیا، خلیل کو یہ فرمان عین اوس وقت ملا جب اوس نے صقلیہ کی تمام بغاوتین سر کرکے ایک اطمینان کی سانس لی تھی، چنانچہ اوسکو چند دن بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہین ہوا، اور صقلیہ کی زمام حکومت عارضی طور پر ابو عطاف[3] محمد بن اشعث کے سپرد کی، اور ایک دوسرے شخص

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۵۳، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۹۹ و تاریخ جزیرۃ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در لماری ص ۱۷۳،

[2] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۱۵، ۳۱۶، [3] تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون مین "ابو عطاف" کے بجائے "ابن عطاف" ہے جو عام روایتون کے خلاف ہے

ابن کونی کو اسکا معاون مقرر کیا، اور انھی دونون کی ذمہ داری پر بھروسہ کرکے وہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۹ھ/۹۴۰ء مین جمعہ کے دن صقلیہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کی بغاوتون کے قطعی استیصال کیلئے جرجنت کے باغیون مین سے چیدہ سرکشون کو ایک جہاز پر اپنے ہمراہ سوار کیا، اور جب وہ وسط سمندر مین پہنچا، تو قیدیون کے اوس جہاز کو نیچے سے توڑوا ڈالا، اور سرکشون کی یہ پوری جماعت غرقاب ہوگئی، [۵۱]

خلیل کا عہدِ حکومت

کہا جاتا ہے کہ خلیل کا عہدِ حکومت نہایت دردناک مظالم سے لبریز ہے، لیکن اسکو نظرانداز نہ کرنا چاہیے، کہ خلیل کا تمام دورِ حکومت بجز ابتدائی چند دنون کے، فتنہ و فساد سے مملو رہا،

باشندگانِ صقلیہ نے خلیل سے مسلسل چار برس تک باضابطہ جنگ کی، اس لئے اس شورش و انقلاب اور اوس کے بعد کے ہنگامۂ دار و گیر مین باشندگانِ صقلیہ کی کثیر تعداد تہِ تیغ ہوئی، ابن عذاری نے خلیل کے عہدِ حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

خلیل بن اسحاق نے صقلیہ مین وہ کچھ کیا جسکو نہ اوس کا کوئی پیش رو وہان انجام دیسکا تھا، اور نہ اس کے بعد کے آنے والون نے کیا، اس نے مسلمانون کو خونریزی اور گرسنگی سے ہلاک کر ڈالا، یہان تک کہ وہ عیسائی ممالک مین بھاگ گئے، اور ان مین سے اکثر نے عیسائی مذہب قبول کرلیا،،

یہ صقلیہ مین چار سال تک والی رہا جب وہان سے ۳۲۹ھ/۹۴۰ء مین افریقہ پہنچا، تو ایک دن معززین افریقہ کے ایک مجمع مین مختلف موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی، اسی سلسلہ مین اوسکے صقلیہ جانے کا بھی تذکرہ آیا، اس پر خلیل خود نہایت فخر و تبختر سے اپنے کشتگانِ ظلم کی تعداد کے متعلق رک رک کر یون کہنے لگا "مین نے وہان ہزارون کو قتل کیا، لیکن پھر کچھ ٹھہر کر کہا نہین مین نے وہان چھ ہزار آدمی مارے ہونگے،، مگر پھر فوراً ہی اسکی بھی تردید کی، اور کہہ اوٹھا "نہین واللہ اس سے کہین زیادہ" [۵۲]

---

[۵۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۵۳، [۵۲] البیان المغرب حوادث ۳۲۵ھ (ترجمہ اردو) ص ۲۹۹، پھر خلیل افریقہ مین ابو یزید سے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا اور ۳۳۲ھ مین اس کا لشکر اس سے باغی ہوگیا، ابو یزید نے اسکو مع چند رفقاء کے گرفتار کرلیا اور پھانسی پر لٹکا دیا،

ابو عطاف محمد بن اشعث الازدی فاطمی والی صقلیہ (۷)

۳۲۹ھ ۹۴۰ء سے ۳۳۶ھ ۹۴۷ء

ابو عطاف کو خلیل نے عارضی طور پر اپنا قائم مقام بنایا تھا، اس کا یہی عارضی انتخاب مستقل تقرر کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا، کیونکہ حکومت افریقیہ اس وقت اپنے داخلی مشکلات مین مبتلا تھی، ان جزی امور پر توجہ نہ کر سکی، اس لئے خلیل ہی کی نامزدگی سے ابو عطاف نے مستقل طور پر عنان حکومت سنبھال لی، اور حکومت افریقیہ کی خاموشی سے اس انتخاب کی تصدیق ہو گئی،

بغاوت کے بعد بدامنی

جب ابو عطاف نے حکومت سنبھالی تو اوس کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، اگرچہ خلیل یہان کا سیاسی مطلع صاف کر چکا تھا، لیکن گذشتہ چند سال کی بغاوت، قحط سالی، اور آفات ارضی و سماوی کے پیش آجانے سے یہان کے باشندون کی اقتصادی و معاشی حالت ابتر ہو گئی، اور ملک مین ایک دوسری قسم کی بدامنی اور ابتری پھیل گئی، چوری، ڈاکہ، اور رہزنی لوٹ مار قتل اور غارتگری کی وارداتین کثرت سے پیش آنے لگین، اور ملک مین ہر طرف خوف و ہراس طاری ہو گیا،

ابو عطاف نے دانائی سے ان حالات پر قابو حاصل کیا، اور ملک مین نظم و نسق کر کے ہر طرف امن و امان قائم کیا،[۱]

القائم کی وفات اور المنصور کی جانشینی

اسی اثنا مین ۱۳ر شوال ۳۳۴ھ ۹۴۵ء کو فرمانروائے افریقیہ القائم بامر اللہ نے وفات پائی، اس کی وفات نازک موقع پر ہوئی تھی، ابو یزید کا لشکر دار الحکومت کے قریب آچکا تھا، اعیان حکومت نے نہایت خاموشی سے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو المنصور من اللہ کے

---

[۱] تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلها المسلمون در ماری ص۳۷، ۱

لقب سے تخت پر بٹھا دیا، اور القائم کی وفات کو راز مین رکھ کر سکہ اور خطبہ بدستور اوسی کے نام سے جاری رکھا[1]

ابو طاہر اسمعیل بن ابی القاسم المنصور من اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ

۳۳۴ھ تا ۳۴۱ھ
۹۴۵ء تا ۹۵۲ء

افریقیہ کی بغاوت کا اثر صقلیہ پر

اسمٰعیل المنصور ۳۲ برس کی عمر مین تخت حکومت پر بیٹھا، لیکن اوس نے جس پُر آشوب زمانہ مین عنان حکومت ہاتھ مین لی تھی اس وقت دولت افریقیہ موت و زیست کی کشمکش مین مبتلا تھی، اس کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی ابو یزید پایۂ تخت مہدیہ کے قلعہ تک آپہنچا، اور المنصور سخت سراسیمگی مین مبتلا ہو گیا،

انھی وجوہ سے وہ صقلیہ کی طرف مطلق توجہ نہ کر سکا، اور سیاسیات صقلیہ سے بالکل کنارہ کش رہا[2] اور پھر جب اسی اثنا مین ابو یزید مہدیہ کے دروازے تک پہنچ گیا تو باشندگان مہدیہ کی ایک کثیر تعداد خوف و دہشت سے وہان سے فرار ہو کر صقلیہ مین آکر پناہ گزین ہوئی،

صقلیہ کے عیسائیون کی سرکشی

المنصور کی صقلیہ سے عدم توجہی اور ان مصیبت زدون کی صقلیہ مین پناہ گزینی سے دولت فاطمی کی بیچارگی اور بے بسی کی مبالغہ آمیز داستانین سارے جزیرہ مین پھیل گئین، اور اس سے ابو عطاف کے رعب و داب اور صقلیہ مین شاہی اقتدار کو صدمہ پہنچا، اور اس کا نمایان اثر یہان یہ ظاہر ہوا، کہ یہان کی عیسائی رعایا نے سالانہ خراج کی ادائی سے متفقہ طور پر انکار کر دیا، اور اگرچہ ان لوگون نے تلوارین بے نیام نہین کین، لیکن درحقیقت یہ سرکشی صقلیہ کی پہلی بغاوتون سے زیادہ سخت تھی، ابو عطاف خاموشی سے سب تماشا دیکھتا رہا، اور کچھ نہ کر سکا، اس طرح سے تحصیل وصول مطلق بند ہو گئی، اور اس کا نمایان اثر صقلیہ کے خزانہ پر پڑا،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۴۷، وغیرہ، [2] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰،

ابوعطاف پر حملہ

اسی اثنا مین ۳۳۵ھ ۹۴۶ء مین ایک دوسرا واقعہ یہ پیش آیا، کہ صقلیہ کے ایک معزز و شجاع قبیلہ طبری کے چند معززین اور ابوعطاف مین کچھ اختلافات پیدا ہوئے، ابوعطاف کی بیچارگی کا اندازہ ہو چکا تھا، اس قبیلہ کے ایک انبوہ کثیر نے اوس پر عین عید الفطر کے دن حملہ کیا، حملہ آورون کی جماعت مین اہل بلرم بھی شریک ہو گئے، ابوعطاف کے ارد گرد جو محافظ دستہ تھا، وہ تہ تیغ ہوا، اور اسکو فرار ہونے کا موقع ملگیا، چنانچہ خالصہ کے قلعہ مین آکر پناہ لی، چونکہ اوس کی فوجی طاقت ایسی نہ تھی کہ باشندگان بلرم پر فوجکشی کرتا اسلئے خاموشی سے قلعہ بند ہو گیا،

حملہ آور قلعہ کے گرد منڈلاتے رہے، لیکن یہ قلعہ بلرم کا کوئی محل نہ تھا کہ وہ اپنی تیراندازی سے اسکے چھجے گرا ڈالتے، آخر حملہ آورون کو ناکام لوٹنا پڑا، البتہ جوش غیظ و غضب مین شاہی طبل و علم قلعہ سے اوتار کر ساتھ لیتے گئے،

افریقیہ مین امن و امان کا قیام اور اس کا اثر صقلیہ پر

صقلیہ مین یہ بدامنی اور سرکشی صرف افریقیہ کی بغاوت کی وجہ سے تھی، وہان کے حالات ۳۳۶ھ ۹۴۷ء کے اوائل مین رو بہ اصلاح آئے اور ابویزید باغی آغاز سال کے ساتھ ہی ماہ محرم ۳۳۶ھ ۹۴۷ء مین مار ڈالا گیا، اور اسکے قتل کے بعد اسکے جو چند اعیان و انصار سرغنہ باقی رہ گئے تھے، چھ مہینے ان کے تعاقب مین گذرے، یہانتک کہ رمضان ۳۳۶ھ ۹۴۷ء مین المنصور اپنے دار الحکومت مین لوٹ آیا، اور سارے ملک مین امن و امان قائم ہو گیا،

حسن بن علی الکلبی کا ولایت صقلیہ پر تقرر،

ابوعطاف مدت سے اس موقع کا منتظر تھا جب افریقیہ کے امن و امان کا حال سُنا تو اپنی بیکسی کی مفصل داستان لکھ بھیجی، اور اس جزیرہ کے حالات کے اصلاح و درستی کی طرف توجہ دلائی، المنصور نے اس پر فوری توجہ کی، اور ایک آزمودہ کار قائد حسن بن علی الکلبی کو جو ابویزید کی بغاوت فرو کرنے مین کارہائے نمایان انجام دیچکا تھا صقلیہ کی ولایت کا فرمان لکھکر حوالہ کیا، اور وہ صقلیہ روانہ ہو گیا،[1] اس جدید والی حسن بن علی الکلبی کے ورود صقلیہ سے تاریخ صقلیہ مین ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اور وہ دولت کلبیہ صقلیہ کی بنا و تاسیس ہے،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صہ ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۵۴ و ابن خلدون ج ۴ صہ ۲۰۵، ابو الفدا ج ۲ ص ۹۷، کتاب المونس ص ۸۶، ۱

دولتِ کلبیہ صقلیہ

۳۳۶ھ ۹۴۷ء - ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء

حسن کے ورودِ صقلیہ سے یہان ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے، اور وہ صقلیہ مین سلطنتِ کلبیین کا قیام ہے اس نے یہان کی زمامِ حکومت سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان کی ایک موروثی خود مختار سلطنت قائم کردی، جو اگرچہ اصولاً پورے طور پر آزاد و خود مختار نہین کہی جاسکتی کہ اسوقت بھی اسکی حیثیت سلطنت فاطمیہ کے ایک صوبہ کی رہی، تاہم یہ حکومت اپنے تمام اندرونی معاملات مین بالکل آزاد تھی، آلِ حسن یکے بعد دیگرے تختِ حکومت پر آتے گئے، جنھین شاہانِ فاطمی کی طرف سے خطاب و خلعت رسمًا عطا کیا جاتا رہا، اسلئے اس دور مین آیندہ چلکر سلطنتِ فاطمیہ سے صقلیہ کی وابستگی گویا ویسی ہی رہ گئی تھی، جیسے آلِ اغلب خلافتِ عباسیہ سے وابستہ کہے جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ مین بھی کلبی فرمانروا اپنی جانشینی کے لئے اپنے خاندان مین سے ولی عہد مقرر کرتے، اور رسمی طور پر ان کی تصدیق شاہانِ فاطمیہ کی طرف سے کیجاتی تھی، اسی طرح معاملاتِ ملکی کے انصرام اور فتوحات کی وسعت و التوا مین مرکزی حکومت کو دخل نہین تھا، خزانہ کا شعبہ تمامتر انھی کے قبضہ مین تھا، صرف ایک محدود رقم مرکزی حکومت کو بطورِ خراج سالانہ بھیج دیجاتی، اور اسی طرح ملکی سکے بھی انھی فرمانروانِ کلبیہ کے نام سے مضروب ہوتے تھے، اسلئے وہ سلطنتِ فاطمیہ سے بجز ایک رسمی تعلق کے تمام حیثیات سے آزاد تھے اور انھون نے اسی کے شایانِ شان شاہانہ شان و شوکت، کروفر، خدم و حشم، ایوان و دربار اور چتر و جلوس کی صقلیہ مین نمود و نمایش کی، اور

صقلیہ نے بھی اسلامی دورِ حکومت مین ایک خود مختار حکومت کی بہار دیکھ لی جس کی داغ بیل ڈالنے والا یہی حسن بن علی الکلبی تھا،

ابو الغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن بانیٔ دولتِ کلبیہ

سنہ ۳۳۶ھ ۹۴۷ء - سنہ ۳۴۳ھ ۹۵۴ء

حسن بن علی افریقہ کے ایک معزز قبیلہ بنو کلب کا ایک ممتاز رکن تھا، اس کا خاندان سلطنت فاطمیہ کے جان نثارون مین شمار ہوتا تھا، اور اسے موروثی بزرگی و عظمت حاصل تھی، پھر خود حسن مین ذاتی اوصاف جمع ہو گئے تھے، نہایت شجاع اور ذکی و فہیم تھا، اسی نے ابو یزید کے فتنہ کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا، اسلئے یہ اپنے خاندانی شرف و مجد اور اپنے ذاتی اعزاز و اکرام و اوصاف و خصائل سے افریقہ کے ذی اثر و مرتبت اشخاص مین شمار کیا جاتا تھا، اور فرمانروائے فاطمی المنصور سے اسکو نہ صرف تقرب خاص حاصل تھا، بلکہ خود المنصور اس سے ادب و احترام سے پیش آتا، اور اس سے بزرگانہ نصیحتین حاصل کرتا، اس لئے افریقہ مین المنصور کا یہ دستِ راست سمجھا جاتا تھا[1]،

حسن کا ورودِ صقلیہ اور بنوطبری کی مخالفانہ روش

حسن افریقہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے سب سے قریب بندرگاہ مازر پر لنگر انداز ہوا اہلِ شہر کو اس کی آمد کی خبر ہو چکی تھی، لیکن ساحل پر کوئی شخص پیشوائی کیلئے موجود نہین تھا، جب آفتاب غروب ہو گیا، اور رات کی تاریکی اچھی طرح چھا گئی، تو باشندگانِ صقلیہ کی ایک جماعت رات کی تنہائی مین نہایت پوشیدہ طور پر حسن کی خدمت مین باریاب ہوئی، اس جماعت مین افریقہ کے مہاجرین اور قبیلۂ کتامہ کے معززین تھے، باشندگانِ صقلیہ کی یہ جماعت حکومت کی حقیقی وفاداروں مین تھی، اس نے حسن کو صقلیہ کی سیاسیات کے رازہائے سربستہ سے آگاہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ خاندان بنوطبری کی

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۵۴ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۸ ،

بغاوت انگیزی کا سلسلہ ابو عطاف کی معزولی کے بعد بھی جاری ہے، اور جب سے بنو طبری کو حسن کے تقرر کی اطلاع ملی ہے، وہ اسکے خلاف ریشہ دوانیون مین مصروف ہین،

چنانچہ اسی جماعت سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ حسن کے خیر مقدم کے مقاطعہ کے اصل محرک یہی بنو طبری اور اون کی ہمنوا جماعت ہے، اور جب اون لوگون نے حسن کی آمد پر کسی خیر مقدم کی تیاری نہین کی، تو عام باشندگان صقلیہ کو بھی ان کے شر و فساد کے خوف سے اس سے گریز کرنا پڑا، اور یہ معززین بھی محض بنو طبری کے شر و فساد سے بچنے کے لئے نہایت پوشیدہ طور پر امیر کی خدمت مین حاضر ہوئے ہین،

اس کے بعد اون لوگون نے حسن کو اس اہم راز سے بھی آگاہ کیا، کہ بنو طبری کا ایک وفد جو علی بن طبری اور محمد بن عبدون وغیرہ پر مشتمل ہے، افریقیہ گیا ہے، تاکہ وہ المنصور سے حسن کی ولایت صقلیہ کے فرمان کو منسوخ کرائے، اور وہی لوگ باشندگان صقلیہ کو ہدایت کر گئے ہین، کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس وفد کے مطالبہ کا المنصور نے کیا جواب دیا، اور وہ اس کے ساتھ کس طریقہ سے پیش آیا، اوس وقت تک حسن کو ساحل صقلیہ سے سرزمین صقلیہ پر قدم رکھنے سے باز رکھا جائے،

پھر اس جماعت کے رخصت ہونے کے بعد اوسی سرکش قبیلہ طبری کے چند سربر آوردہ اشخاص حسن کے پاس پہنچے، کہ حسن اور اس کے رفقا کو دیکھکر کچھ عام اندازہ کر سکین اور علاوہ ازین جب وہ مازر مین اوتر چکا تھا، تو کم سے کم اپنی حیلہ سازیون سے اس کو دار الحکومت بلرم تک پہنچنے نہ دین، تا وقتیکہ افریقی وفد کی جد و جہد کے نتائج معلوم نہ ہو جائین، چنانچہ یہ لوگ اسی قصد سے حسن کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور بتپاک طریقہ سے رسمی ملاقات کی، اس کے جواب مین حسن نے بھی اسی گرمجوشی کا اظہار کیا، باتون باتون مین بلرم کی روانگی کا تذکرہ چھڑ گیا، اور مشورہ سے یہ طے پایا، کہ پہلے وہ لوگ بلرم جاتے ہین، اور جب وہان سے لوٹ آئین، تو وہ اون کی معیت مین بلرم روانہ ہو، حسن نے بھی اس تجویز پر اپنی رضامندی ظاہر کی، اور پھر سب کو حسن اخلاق سے رخصت کر دیا،

ادھر یہ جماعت روانہ ہوئی، اور اُدھر حسن نے بلرم کے کوچ کا سامان کیا، اور کوشش کی کہ وہ اس فتنہ پرداز جماعت کے بلرم پہنچنے اور وہان ان کے ریشہ دوانیان کرنے سے پہلے بلرم پہنچ جائے، جب حسن بلرم کے قریب پہنچا، تو دور ہی سے اوس کی آمد کی خبر شہر مین پہنچ گئی، اور حاکم شہر ممتاز عہدہ داران حکومت اور شہر کے پرامن باشندے اس کی پیشوائی کے لیے شہر سے باہر نکلے، اور نہایت اعزاز واکرام سے اوس کا استقبال کیا، اور حسن نے بھی اس کا مناسب جواب دیا،

اسی اثنا مین حسن کے آجانے اور معززین حکومت اور پرامن باشندون کی جانب سے اسکے استقبال کیے جانے کی خبر بنو طبری کو ملی، اور اس موقع پر اونھین بجز اسکے کوئی چارہ نظر نہ آیا، کہ وہ بھی اس کے خیر مقدم مین شریک ہوجائین، چنانچہ سرخیل جماعت اسمٰعیل بن طبری بہ عجلت استقبال کے لیے خود روانہ ہوا، اور اثنائے راہ مین استقبال کیا، حسن بھی خندہ جبینی سے آگے بڑھا، اور حسن اخلاق سے پیش آیا، اور خیر مقدم کے یہ ابتدائی مراسم حسن کی ابتدائی کامیابی کا راز اپنے اندر نہان رکھتے ہوئے ختم ہوگئے،

چنانچہ اسکے بعد صقلیہ کے عام باشندون کا میلان حسن کی طرف ہوگیا، اور لوگ بنو طبری کو چھوڑ کر حکومت کے ہواخواہ بنتے گئے، یہان تک کہ بنو طبری مین علانیہ مخالفت کرنے کی ہمت باقی نہین رہی، اور تقریبًا پورا صقلیہ حسن کا اطاعت گذار بن گیا،

جب حکومت کے مخالفون نے حسن کے اثر و اقتدار کا یہ رنگ دیکھا، تو ایک ایسی چال اختیار کی کہ کیا عجب تھا کہ حسن کا تمام بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا، ان لوگون نے کسی قدیم مسلمان صقلی باشندہ سے سازو باز کرکے حسن کے کسی جان نثار خادم کو جو شجاعت و تہور مین مشہور اور حسن کے معتمدین خاص مین تھا، اوس کے گھر مدعو کیا، وہ خادم وقت موعودہ پر اس کے گھر پہنچا، صقلی نے تواضع سے اوسے گھر مین بٹھایا اور خود کسی ضرورت کا بہانہ کرکے باہر نکل آیا، اور شارع عام پر سر پیٹ پیٹ کر چلانے لگا، اس کے شور سے شہر کی ایک مخلوق جمع ہوگئی، اور اسمٰعیل بن طبری وغیرہ بھی اس مجمع مین شامل ہوگئے، پھر وہ صقلی اپنے

نو وارد دہقان کی جانب اشارہ کرکے شور وکر بیان کرنے لگا، کہ

"حسن کا یہ غلام میرے گھر مین گھس پڑا، اور میری آنکھون کے سامنے میری بیوی کی عصمت دری کی"

اس واقعہ سے مجمع مین اشتعال پیدا ہوا، اور پھر اسمٰعیل وغیرہ نے اپنے مختلف فقرون سے مجمع کو اور بھی برانگیختہ کیا، اور اسی سلسلہ مین اوس نے کہا۔

"یہ ان لوگون کے کرتوت ہین، حالانکہ ابھی شہر پر پورا تسلط بھی نہین ہوا ہے"۔

اس کے بعد اسمٰعیل نے مجمع کو حسن کے پاس فریادی بنکر جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ یہ مشتعل مجمع اور وہ صقلی غیظ وغضب مین شور و واویلا کرتا محل شاہی پر پہنچا، حسن نے مستغیث کو فوراً محل کے اندر طلب کیا، اور اوس سے سارے واقعہ کی روداد سنی، مستغیث کے بیان پر کوئی دوسرا شاہد موجود نہین تھا، اسلئے اسکو اپنے بیان پر حلف شرعی دیا، جس کو اوس نے خاموشی سے اوٹھالیا، اس کے بعد حسن نے بھی نہایت صبر وسکون سے اپنی جان نثار و بہادر اور اپنے عزیز ترین خادم کے قتل کا حکم صادر کر دیا، اور وہ سیاسیات صقلیہ کی راہ مین قربان کر دیا گیا،

حسن کے اس طرز عمل سے مجمع کا رنگ بدل گیا، اور زور زور سے یہ فقرے گونجنے لگے، ہمین ایسے ہی عادل فرمانروا کی ضرورت ہی، اب ہماری مسرت وشادمانی کا وقت آپہنچا، اب ملک آبادیون سے پر رونق اور عدل وانصاف سے مالا مال ہوگا، مجمع کے یہ مسرت کے نعرے حسن کے دشمنون کے خرمن امید پر بجلی بن کر گرے، اور وہ مایوسی وحرمان نصیبی کے ساتھ اپنے اپنے گھر لوٹ آئے،

مخالفین حکومت کا استیصال

اس کے بعد حسن اس سربرآوردہ سازشی گروہ کے استیصال کی فکر مین لگا رہا، اسی اثنا مین المنصور کے پاس سے ایک خفیہ ہدایت نامہ پہنچا کہ اوس نے اس صقلی وفد کے عمائد علی بن طری، محمد بن عبدون اور محمد بن خیا وغیرہ کو جو حسن کی تقرری کے خلاف کوشش کرنے کیلئے افریقیہ بھیجے تھے گرفتار کر لیا ہی اب ضرورت ہی، کہ وہ لوگ بھی گرفتار کر لئے جائین، جو صقلیہ مین اس گروہ کے سرخیل کی

حیثیت رکھتے ہین، اوران مین سے اسمٰعیل بن طبری، رجابن جنا وغیرہ کے نام بہ تصریح تھے،

لیکن اگرچہ اس واقعہ کے بعد ابن خلدون کی تصریح کے مطابق اس جماعت کا زور ٹوٹ چکا تھا، تاہم ابھی حسن کو ایسی ہر دلعزیزی حاصل نہین ہوئی تھی، کہ وہ کھلے طور پر ان لوگون پر ہاتھ ڈالتا اور جزیرہ مین فتنہ وفساد کی آگ نہ بھڑک جاتی، اس لئے ان کے استیصال کے لئے ایک جدید طرز عمل اختیار کیا، اور اس فتنہ پرداز سازشی جماعت کو اپنی سازش سے برباد کیا،

حسن نے رفتہ رفتہ سرگروہ جماعت اسمٰعیل وغیرہ سے اپنے معاصرانہ مراسم پیدا کئے، وہ لوگ شاہی محل مین آتے، اور حسن بازدید کیلئے ان کے یہان جاتا، اسی سلسلہ مین حسن نے ایک دن اسمٰعیل کے باغ کی سیر کا اشتیاق ظاہر کیا، اور پھر کچھ دنون کے بعد اسمٰعیل کو بلا بھیجا کہ اوس کی معیت مین اسکے باغ کی سیر کو جائے گا، اور اسی کے ساتھ اس نے اس جماعت کے تمام سربرآوردہ اشخاص کے پاس اسمٰعیل کی طرف سے پیغام بھیج دیا، کہ وہ شاہی محل مین آئین، اور یہان سے والی کی معیت مین باغ کی سیر وتفریح کے لئے روانہ ہون،

سہ پہر کو یہ مجمع اکٹھا ہو گیا، حسن نہایت بے تکلفی سے میزبانی کے فرائض انجام دیتا رہا، اور اپنی دلچسپ گفتگو کا ایک طویل سلسلہ چھیڑ دیا، جس مین ایسی محویت ہوئی کہ آفتاب غروب ہو گیا، اور محل کے فراش فانوس جلانے لگے، اس وقت حسن متعجب ہو کر چونک پڑا، اور وقت کی تاخیر پر افسوس کرنے لگا، پھر مہمانون کو نہایت سادگی سے مخاطب کر کے کہہ دیا "اب تو رات ہو گئی مناسب ہے کہ آپ لوگ آج میری میزبانی قبول فرمائین،" اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہین سے بیٹھے بیٹھے مہمانون کے تمام ملازمین اور سپاہیون کو جو سواریون کے ساتھ آئے تھے، کہلا بھیجا کہ "آج امیر کی طرف سے ضیافت ہے، سب لوگ یہین شب باش ہون گے، تم لوگ اپنے گھرون کو واپس جاؤ،" اور اس کے بعد پھر باتون مین مشغول ہو گیا،

جب رات کچھ زیادہ آئی، تو خود مجمع سے اوٹھ گیا، اوسی وقت اچانک فوج کے ایک مضبوط مسلح دستہ نے ان معزز مہمانون کو اپنی حراست مین لے لیا، اور سب لوگ قید خانہ بھیج دئے گئے، اور پھر پچھلی شب مین ان تمام معزز قیدیون کے سربفلک محلون پر فوجین دوڑا دی گیئن، اور اون کا تمام گھر بار ضبط کر لیا گیا،

صبح کو شہر مین یہ ہیبت ناک واقعہ مشہور ہوا، اور سارے شہر مین سناٹا چھا گیا، اب مخالفین حکومت مین ایسا کوئی بھی موجود نہ تھا، جو عوام کی رہبری کرکے، اونھین آمادۂ فساد کرتا، تمام شہری دم بخود اپنے اپنے گھر مین خاموش بیٹھے رہے،

حکومت کی کامل اطاعت

حسن کو جزیرہ مین ہر دلعزیزی حاصل ہو چکی تھی، اس واقعہ سے سارے جزیرہ مین حکومت کے رعب وداب کا سکہ بھی قائم ہو گیا، اور جزیرہ کے چپہ چپہ مین اطاعت و فرمانبرداری کی فضا پیدا ہو گئی،

چنانچہ اسی واقعہ کے بعد جزیرہ کے وہ عیسائی علاقے بھی خود بخود مطیع ہو گئے جنھون نے حکومت کی کمزوری سے فائدہ اوٹھا کر ٹیکس دینا بند کر دیا تھا، چنانچہ تمام عیسائیون نے بغیر کسی فوج کشی یا کسی ادنیٰ تحریک کے از خود تین تین سال کی مالگذاری یکمشت جمع کی، اور ایک راہب کو اپنا نمایندہ بنایا، کہ وہ عرض و معذرت کے بعد حکومت کے دفتر مال مین جمع کر دے، حسن نے اون کی معذرت قبول کی اور تین سال کی یکمشت مالگذاری خزانۂ عامرہ مین داخل کر لی گئی،

بزنطی بیڑے کی صقلیہ پر حملہ آوری اور حسن کی فوجکشی اٹلی پر اور فتوحات

حسن، صقلیہ کے معاملات کے یکسو ہو جانے کے بعد اب قدرۃً اٹلی کی طرف توجہ کرتا، مگر اتفاق وقت کہ اسکی ابتدا اوسی جانب سے ہوئی اور اطلاع ملی کہ قیصر روم صقلیہ مین خاندان طبری کی سرکشی اور یہان کی عام بدامنی سے جو حسن کے پیشرو یا اوس کے زمانہ مین قائم تھی، فائدہ اوٹھانا چاہتا ہے، اور اس کی فاتحانہ و حوصلہ مندانہ نظرین

پھر صقلیہ پر پڑنے لگی ہین، اور اس نے جہازون کا ایک بڑا بیڑا صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کردیا ہے،

اس لئے اس موقع پر صقلیہ کے معاملات کا روبہ اصلاح ہوجانا حسن کے لئے قیمتی ثابت ہوا چنانچہ جب امن وامان کے قیام کے بعد ان انتظامات سے فراغت حاصل ہوئی تو قیصر روم کے مقابلہ کی تیاریان کین، لیکن صقلیہ کی فوج بیزنطی بیڑے کے مقابلہ کے لئے کافی نہین تھی، اس لئے المنصور سے امداد طلب کی، اور اوس نے ایک بیڑا فرح صقلبی کی سرکردگی مین صقلیہ روانہ کیا، جس مین ۷ ہزار سوار اور ۳۵۰۰ پیادے تھے، اور نیز بحری فوج اس کے علاوہ تھی حسن نے اس اثنا مین جزیرہ سے بھی ایک بڑی فوج تیار کرلی تھی، چنانچہ ان سب کولے کر وہ بری وبحری راستہ سے مسینا پہنچا، لیکن یہان میدان خالی تھا، بیزنطی بیڑا ابھی تک نہین پہنچا تھا،

حسن نے بیزنطی بیڑے کے انتظار مین وقت ضایع کرنا مناسب نہ سمجھا، اور یہان مناسب انتظام کرکے اپنی فوج لیکر اٹلی روانہ ہوگیا، کیونکہ گذشتہ چند سال کی بدامنی سے اٹلی کی اسلامی فتوحات کے اثرات زائل ہوچکے تھے، اٹلی کے معاملات زیادہ تر معاہدون سے وابستہ تھے، جب القائم کی تخت نشینی کے بعد صقلیہ مین بغاوت کی آگ مشتعل ہوئی اور خلیل اون کے فروکرنے مین مصروف ہوا، اوسی زمانہ سے حکومت قلوریہ نے بھی اپنے جزیہ کی متعینہ رقم کو ادا کرنا موقوف کردیا تھا، اور اس وقت تک یہ سلسلہ اسی طرح منقطع تھا،

حسن سب سے پہلے ریو پہنچا، یہان اسلامی آبادی ابھی تک قائم تھی، اور یہی ایک ایسا شہر تھا جسکو اسلامی حکومت کا مطیع کہا جاسکتا تھا، حسن نے اسی کو فوجی مرکز قرار دیا، اور یہان سے قلوریہ کے مختلف شہرون پر فوجین روانہ کردین، اور خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر ایک اہم شہر جراصہ (GERACA) پہنچا، یہ ریو سے شمال مشرق مین ۴۴ میل پر واقع تھا، اور اس زمانہ کے خوبصورت شہرون مین شمار کیا جاتا تھا[1]،

---

[1] ڈکشنری آف جغرافیہ ج ۱ ص ۲۷۶، نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۲۶، ابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۶ و ص ۲۷۲ وابن خلدون، وتاریخ صقلیہ من عمل دخلہا المسلمون دراماری ص ۲۷۴ وغیرہ،

حسن نے اسکا محاصرہ کرلیا، شہر کے کنارے ایک وادی، وادی جراجہ کے نام سے بہتی تھی، اور شہر مین اُسی کا پانی پیا جاتا تھا، حسن نے اس وادی پر قبضہ کر کے اہلِ شہر پر پانی کے تمام راستے روک دئے، اور اس کا ایسا شدید محاصرہ کیا، کہ چند ہی دن مین پیاس کی شدت سے شہر کے باشندون کے ہلاک ہونے کی نوبت آگئی، اور قریب تھا کہ حسن اس شہر پر بزورِ شمشیر قبضہ کرلے، لیکن اس اثنا مین بزنطی بیڑے کے آمد کی خبر آئی کہ وہ ادرنت مین آکر مقیم ہے، اسلئے حسن نے جراجہ والون سے کسی متعینہ رقم پر صلح کرلی، اور محاصرہ اوٹھا کر رومیون کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا، لیکن رومی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنتے ہی ادرنت سے فرار ہو کر صوبہ انکبردہ کے مشہور شہر باری روانہ ہوگئے، حسن نے ان کا تعاقب نہین کیا، اور یہین صوبہ قلوریہ کے مختلف شہرون کو تخت و تاراج کرتا رہا، چنانچہ خود قلوریہ کے ایک قلعہ قسانہ کا محاصرہ کیا، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف مقامات پر بھیج دئے، قلعہ قسانہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ جاری رہا، آخر اہلِ قلعہ عاجز آگئے، اور صلح کی درخواست پیش کی، حسن نے ایک معقول رقم وصول کر کے محاصرہ اُٹھا لیا،

اسی اثنا مین جاڑون کا موسم آگیا، یہ زمانہ فتوحات کے لئے موزون نہ تھا، اکثر راستے جو فوجی نقل و حرکت مین کام آتے تھے، برف سے ڈھکے رہتے تھے، اسلئے مراجعت کا قصد کیا، اور فوج لیکر اٹلی سے مسینا چلا آیا، چونکہ رومی بیڑا مسینا کے قریب موجود تھا، اس لئے فوج کا بیشتر حصہ یہین رکھا، اور خود ملکی نظم و نسق کے لیے بلرم چلا آیا،

اسکے بعد المنصور نے قلوریہ کے حملے کا دوبارہ حکم دیا، چنانچہ حسن جاڑے گذرنے کے بعد ذی الحجہ سنہ ۳۴۰ھ ۹۵۱ء مین مسینا سے قلوریہ روانہ ہوا، یہان معلوم ہوا کہ جراجہ والون کی امداد کے لئے بزنطی لشکر پہنچ چکا ہے، حسن نے بھی اسی طرف رُخ کیا، وہان شہر کی فوج اپنے عیسائی حکمران سردغوس کی معیت مین اور بزنطی لشکر بحری قائد ملیحان (MANGIAS) کی سرکردگی مین موجود تھا، یوم عرفہ کے دن دونون فوجین آمنے سامنے آئین، اور معرکۂ کارزار گرم ہوگیا، دونون طرف کے جوانمردون نے

داد شجاعت دی، آخر زور کے رن کے بعد عیسائیون کو شکست ہوئی، اور میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہوئے، مسلمانون نے تعاقب کیا اور یہ سلسلہ رات گذرنے تک جاری رہا، یہانتک کہ جراجہ کی شہر پناہ نے مسلمانون کا راستہ روک دیا، اس معرکہ مین مسلمانون کو فوجی ضروریات کی بیشمار چیزین، باربرداری کے جانور اور آلات جنگ وغیرہ ہاتھ آئے،

اس کے بعد حسن نے دوسرے شہرون ترملس (TREMELi) اور بطرقوقہ وغیرہ پر تاخت کی، اور ہر جگہ کامیاب ہوا، ان لڑائیون مین بیشمار قیدی مسلمانون کے ہاتھ آئے، انھی مین بزنطی بیڑے کا امیر البحر بھی تھا، یہ سب قیدی صقلیہ اور افریقیہ کے مختلف شہرون مین بھیج دئے گئے، اور بزنطی امیر البحر کو سولی پر چڑھا دیا گیا،[1]

عارضی صلح اور اسکے شرائط

حسن کی اس مہم کا آخری میدان جراجہ قرار پایا، ۳۴۱ھ ۹۵۲ء مین اوس نے اس کا محاصرہ کرلیا، محاصرہ کو چند ہی دن گذرے تھے، کہ شہنشاہ قسطنطین ہفتم یا رفیروجنٹس (CONSTANTiNE VII POYPYYOGENiTUS) (۹۱۲ء تا ۹۵۸ء، ۳۰۰ھ تا ۳۴۷ھ) نے اصرولکس راہب کو نمایندہ بنا کر حسن کی خدمت مین بھیجا، جس نے مشرقی روم کے فرمانروا کی طرف سے ایک عارضی صلح کی درخواست پیش کی، جو منظور ہوئی،

مسجد ریو

حسن کے شرائط صلح مین ایک یادگار شرط مسلمانان ریو کے لئے ایک مسجد کی تعمیر تھی، اور نیز اس مسجد کے استحفاظ و بقا کے لئے اس معاہدہ مین تمام ممکن شرطین بھی طے کرلی گئین، جو حسب ذیل تھین،

(۱) مسلمانون کو ریو (ریگیو) مین مسجد تعمیر کرنے اور اس مین نماز پڑھنے اور اذان دینے سے روکا نہ جائیگا،

(۲) اس مسجد مین عیسائیون کو داخلہ کی اجازت نہ ہوگی،

(۳) وہ مسلمان قیدی جو کسی وقت عیسائیون کے ہاتھ مین گرفتار ہون، وہ کسی طرح فرار ہو کر اِس

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۵۶، ۱۷۳، و تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری، ص ۱۷۲،

داخل ہو جائین، تو وہ مامون ہو جائین گے، عام ازین کہ وہ مسلمان قیدی اپنے دین پر قائم ہون یا اپنے مرتد ہونے کا اعلان کر چکے ہون،

(۴) اگر عیسائیون نے اس مسجد کی ایک اینٹ بھی نکالی تو صقلیہ اور افریقہ کے تمام گرجے اور کنیسے بیک وقت مسمار کر دئے جائین گے،

حسن تکمیل صلح کے بعد ریو آیا، اور اسی معاہدہ کے رو سے جسکو رومیون نے قبول کر لیا تھا، یہان وسط شہر مین ایک عالیشان مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس کے ایک پہلو مین ایک نہایت بلند ماذنہ (اذان دینے کی جگہ) تعمیر کیا تاکہ شہر کے سب سے بلند ترین مقام سے توحید الٰہی کا اعلان کیا جا سکے، اس مسجد کی شکل مین مسلمانان صقلیہ کی فتوحات کی ایک شاندار یادگار اٹلی مین قائم ہو گئی،

حسن مسجد کی تعمیر کے بعد اپنے لشکر کو لے کر صقلیہ لوٹ آیا، حسن کے اٹلی کی فتوحات پر تبصرہ کرنے کے لئے اس مسجد کی تعمیر کے شرائط پر نگاہ ڈالنا کافی ہے، کہ اوس نے کس فاتحانہ انداز مین شہنشاہ قسطنطینہ سے شرائط صلح طے کئے، ابن اثیر ان شرائط کو نقل کرنے کے بعد آخر مین لکھتا ہے:-

فوفا الروم بهذه الشروط كلها ذلة وصغاراً[۱]	پھر رومیون نے ان تمام شرطون کو ذلت وحقارت برداشت کرکے پورا کیا،

فرمانروائے افریقہ کی وفات

حسن کی واپسی کے بعد شوال سنہ ۳۴۱ھ ۹۵۲ء مین المنصور فاطمی فرمانروائے افریقہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کا لڑکا معد المعز لدین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا،

المعز لدین اللہ بن المنصور فاطمی فرمانروائے افریقہ،

سنہ ۳۴۱ھ ۹۵۲ء - سنہ ۳۶۵ھ ۹۷۵ء

حسن کی روانگی افریقہ

المعز ماہ شوال سنہ ۳۴۱ھ ۹۵۲ء مین تخت نشین ہوا، حسن کو مرکزی حکومت افریقہ کے معاملات سے

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۷ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۹ و تاریخ صقلیہ من حین فتحہا المسلمون در اماری ص ۱۷۱ و انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۵ ص ۳۲

بھی وابستگی رہتی تھی، اسلئے وہ المنصور کی وفات اور المعز کی تخت نشینی کے بعد صقلیہ سے افریقہ روانہ ہوا، اور اٹلی کے فتوحات کے مال غنیمت اور امدادی فوج کے سپہ سالار فرج صقلبی کو معیت مین لیکر ۳۴۲ھ ۹۵۳ء مین افریقہ پہنچا،

حسن کا لڑکا احمد بطور قائم مقام والی صقلیہ

حسن نے صقلیہ مین اپنے لڑکے ابو الحسن احمد کو اپنا قائم مقام بنا دیا، اور وہ اپنے باپ کی طرف سے نیابۃً حکومت کرنے لگا،[1]

احمد کا ولایت صقلیہ پر مستقل تقرر

حسن افریقہ پہنچکر وہان کے ضروری کامون مین مصروف ہو گیا، اور اس سلسلہ مین ایک سال گذر گیا، وہ اثنا مین کسی ایسے موقع کا منتظر رہا۔ کہ اپنے لڑکے احمد کے لئے صقلیہ کی ولایت کا فرمان تقرری حاصل کرلے، آخر ایک سال کی کامل خاموشی کے بعد اس نے اس مسئلہ کو المعز کے سامنے چھیڑا، جس نے ۳۴۳ھ ۹۵۴ء مین احمد کے نام فرمان ولایت لکھکر بھیج دیا،[2]

حسن کا صقلیہ مین زمانۂ حکومت

احمد کے اس فرمان تقرر سے صقلیہ مین حسن کا عہد حکومت ختم ہو گیا، جو ابو الفدا کی صحیح روایت کے رو سے پانچ برس دو مہینے ہوتے ہین،[3] اس اثنا مین اوس نے اولاً بغاوت کے تمام سرچشمون اور فتنون کا سد باب کیا، اٹلی مین اقتدار حاصل کیا، اور آخر مین اپنے خاندان کی متوارث حکومت کی کوششین کین، چنانچہ اس کے بجائے احمد کا تقرر اس کی متوارث حکومت کے لئے ایک پیش خیمہ ثابت ہوا،

---

[1] البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۲۷، و ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۴، حسن کے روانگی افریقیہ کا سال صرف ابو الفدا نے صاحب تاریخ القیروان کی تالیف تاریخ جزیرہ صقلیہ کے حوالہ سے متعین کی ہے،

[2] نہایۃ الارب دراماری ص ۲۴۷، ۲۴۸، [3] ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶ حسن کی مدت حکومت مختلف مورخین نے مختلف اعتبار سے مختلف لکھی ہے، یعنی بعض لوگون نے احمد کے تقرر کو اس کی طرف سے نیابۃً تصور کیا ہے، لیکن جب المعز کی طرف سے اوسکو فرمان تقرر موصول ہو چکا، تو اوسکو عارضی تقرر سے کیونکر تعبیر کر سکتے ہین، اسی طرح بعض دوسرے مورخین نے دوسرے اعتبارات لئے ہین، لیکن ان مین سے کوئی بھی صحیح نہین،

ابو الحسن احمد بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۲)

۳۴۳ھ - ۳۵۸ھ
۹۵۴ء - ۹۶۸ء

صقلیہ کے ڈاک کے جہاز کی وجہ سے افریقیہ واندلس مین آویزش

احمد کے فرمان ولایت پانے کے دوسرے سال ۳۴۴ھ ۹۵۵ء مین ایک ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا، جس سے مغرب کی دو اسلامی حکومتون بنو امیہ اندلس اور فاطمیہ افریقہ مین باہمی آویزش ہوگئی،

حکومت فاطمیہ افریقیہ اور حکومت امویہ اندلس مین فاطمیین کے ابتدائے قیام سے آویزش شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اس سے پہلے افریقیہ کے بعض شمالی علاقہ کے لئے دونون حکومتون مین مختلف لڑائیان ہوچکی تھین، جنکی وجہ سے فاطمیین کے ممالک محروسہ مین سے ایک خاصہ رقبہ فاطمیین کی اطاعت سے منحرف ہوکر امویین کے سایۂ عاطفت مین جاچکا تھا اس لئے دونون حکومتون کے تعلقات ابتدا ہی سے ناخوشگوار تھے، لیکن اس کے باوجود بحر روم دونون کی آماجگاہ تھا، اور دونون کے جہاز آزادی سے آمدورفت رکھتے تھے،

چنانچہ ۳۴۴ھ ۹۵۵ء مین صقلیہ کا ایک جہاز سرکاری وغیر سرکاری ڈاک لیکر افریقہ جارہا تھا، جسمین حکومت کے ضروری سرکاری کاغذات اور دیگر معمولی رسائل تھے، اور ادھر اموی حکومت کا ایک عظیم الشان بیڑا مشرق سے واپس آرہا تھا، اس اموی بیڑے کو عبد الرحمن الناصر فرمانروائے اندلس نے اہتمام سے تیار کرایا تھا، اور اسکو سب سے پہلی مرتبہ نہایت قیمتی مال واسباب لادکر مشرق روانہ کیا تھا، اور واپسی مین اسی انداز کے نہایت قیمتی تحفے جن مین گانے والی خوبصورت لونڈیان بھی تھین، فرمانروائے اندلس کے لئے اسکندریہ سے بھیجے جارہے تھے، اور اسکندریہ کے دوسرے مسافر بھی سوار تھے، یہ اندلسی بیڑا صقلیہ

کے جہاز سے نسبتہً بہت بڑا تھا، اسلئے اس نے صقلیہ کے جہاز کو بے دست و پا پا کر گرفتار کر لیا، اور اپنے ساتھ لے کر اندلس روانہ ہو گیا،

المعز نے یہ خبر سنکر ایک عظیم الشان بیڑا اندلسی جہاز کے تعاقب مین روانہ کیا، اور بیڑے کی قیادت بانیِ دولت کلبیہ حسن کے سپرد کی، حسن نہایت تیزی سے اپنا بیڑا لے کر روانہ ہو گیا، وہ اندلسی بیڑا اندلس کے ایک ساحلی شہر مریہ پہنچکر لنگر انداز تھا، یہ بھی اسی ساحل پر جا پہنچا، مریہ مشرق و مغرب کے اتصال کا دروازہ تھا، اور اسی وجہ سے نہایت پر رونق تجارتی شہر تھا، اور ساحل پر بھی بڑے بڑے جہاز تجارتی مال و اسباب سے لدے ہوئے لنگر انداز رہتے تھے[1]،

حسن نے یہان پہنچتے ہی قطار در قطار جہازون اور کشتیون مین آگ لگا دی، اور آگ کے شعلے آناً فاناً تمام پھیل گئے، اور لوگون مین عام بھگدڑ مچ گئی، پھر حسن نے اوس جہاز کو گرفتار کر لیا جس کے تعاقب مین یہانتک پہنچا تھا، ابھی تک اوس کا مال و اسباب اوتارا نہین گیا تھا، حسن نے سب پر قبضہ کر لیا، اور اوس اچانک حملہ کا اچانک حملہ سے جواب دیکر بغیر کسی قسم کا نقصان اوٹھائے ہوئے مظفر و منصور واپس آگیا، عبدالرحمٰن الناصر نے اوس کے جواب مین ایک لشکر فاطمیین کے ممالکِ محروسہ مین غارتگری کرنے کیلئے روانہ کیا، اور ادھر سے المعز نے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی، دونون مین معرکہ آرائی ہوئی، اور دونون طرف کے سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور صقلیہ کی ڈاک کے ایک معمولی جہاز کے لئے یہ سخت ہنگامہ آرائی برپا ہو گئی[2]،

---

[1] معجم البلدان ج ۸ (مریہ) ص ۲۴۲، ۲۴۴،
[2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۰۵، پھر ایک دو جنگ کے بعد دونون حکومتون مین مصالحت ہو گئی، اور المعز کو چند مقامات سے دستبردار ہونا پڑا، موسیو سدیو نے فاطمیہ و بنو امیہ کی اس آویزش کی ابتدا حسن کے اوس حملہ سے کی ہے، جو مریہ پر اوس نے کیا تھا (تاریخ عرب صفحہ ۲۴۹)، لیکن یہ صحیح نہین ہے، سلسلہ واقعات خود اسکی تردید کرتے ہین،

اٹلی کی پر فوجکشی

اس کے بعد حسن نے ۳۴۵ھ ۹۵۶ء مین اٹلی پر تاخت کرنے کیلئے ایک بیڑا تیار کیا، اور خود اپنی سرکردگی مین لیکر روانہ ہوا، یہ بیڑا اثنائے راہ مین تھا، کہ سمندر مین طوفان آیا، اور بہت سے جہاز غرقاب ہو گئے، صرف معدودے چند جہاز ڈوبنے سے باقی رہ گئے، اور حسن بقیہ جہازون کو افریقہ لوٹا لایا،

اٹلی کے ایک اسلامی قلعہ کا سقوط

اسلامی جہازون کی اس غرقابی سے اٹلی کی حکومتون کو حوصلہ پیدا ہو گیا، اور انھون نے ایک اسلامی قلعہ پر تاخت کی، اور اوس پر قبضہ کر لیا، حسن نے اس کے تدارک کے لئے ایک دوسرا بیڑا تیار کیا، اور اس کو اپنے سگے بھائی عمار کی سرکردگی مین روانہ کیا، لیکن اتفاق وقت کہ یہ بیڑا بھی طوفان مین گھر گیا، اور اس مین اسلامی امیر البحر عمار بھی ہلاک ہو گیا[1]،

والی صقلیہ کا بیعت کیلئے افریقہ آنا،

حسن افریقہ مین درپردہ اپنے موروثی سلطنت کے قیام کی کوششون مین مصروف تھا، اسی سلسلہ مین اُس نے احمد کو المعز کی خدمت مین باریاب کرنا چاہا، اور بیعت امامت کے بہانہ سے اوسکو افریقہ بلوایا،

چنانچہ احمد ۳۴۷ھ ۹۵۸ء مین صقلیہ کے تیس عمائد و معززین کو ساتھ لے کر افریقہ آیا، اور اس صقلی جماعت نے المعز کی خدمت مین باریاب ہو کر اوسکے ہاتھ پر بیعت امامت کی، المعز نے سب کو حسب مرتبت خلعت عطا کیا، اور پھر سب لوگ صقلیہ واپس آئے، یہ صقلیہ کی جانب سے خلافت فاطمی کی بیعت تھی،

ایک شاہی جشن مسرت

اسکے بعد ۳۵۱ھ ۹۶۲ء مین المعز کے لڑکے کے ختنہ کی تقریب ہوئی جسمین صقلیہ اور افریقہ دونون مین بیک وقت ایک جشن عام منایا گیا کیونکہ المعز نے چاہا کہ اس تقریب کے ساتھ صقلیہ مین بھی عام تقریب منائی جائے اور اس وقت صقلیہ مین جسقدر غیر مختون بچے ہین، ایک ہی دن سب کا ختنہ کر دیا جائے، اسی غرض سے المعز نے احمد سے صقلیہ کے غیر مختون لڑکون کے اعداد و شمار دریافت کئے، چنانچہ احمد نے جزیرہ کے تمام غیر مختون بچون کی فہرست مرتب کی، جو تعداد مین ۱۵ ہزار تھے، اور المعز کو ان سے مطلع کر دیا، المعز نے

---

[1] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۶،

ختنہ کی تقریب کی انجام دہی کی تاریخ یکم ربیع الاوّل مقرر کی،

چنانچہ یکم ربیع الاول ۳۵۱ھ ۹۶۲ء کو پہلے صقلیہ کے تمام غیر مختون بچون کو ختنہ کی تقریب مین حکومت کی طرف سے نئے کپڑے پہنائے گئے، پھر احمد نے سب سے پہلے اپنے لڑکے کا ختنہ کرایا، پھر اپنے بھائیون کا اور اُن کے بعد معززین و رؤسا کے صاحبزدون کی باری آئی، اور پھر صقلیہ کے عام باشندون کے غیر مختون بچون کی تقریب ادا ہوئی، اور ایک ہی دن نہایت دھوم دھام سے پندرہ ہزار بچون کا ختنہ کر دیا گیا، اسکے بعد المعز کی طرف سے ایک لاکھ درہم اور تحائف کے پچاس ۵۰ بوجھ افریقیہ سے آئے جوان تمام بچون مین تقسیم کردئے گئے،[1]

اس طریقۂ جشن سے یا تو بادشاہ اور رعایا کے درمیان باہمی یگانگت پیدا کرنا مقصود تھا، یا یہ ایک مشرقی طرز شہنشاہی کی ایک دلچسپ نمایش تھی، جو فرمانروائے وقت کی مرضی کے مطابق بخیر و خوبی انجام پائی،

شہنشاہ روما کا صقلیہ کے خلاف مذہبی جنگ کا اعلان

ادھر چند سال سے صقلیہ مین کامل امن و امان قائم تھا، اور حکومت ملک کی تمدنی و علمی ترقیون مین مصروف تھی، اسی اثنا مین اٹلی مین ایک اہم سیاسی انقلاب ہوا، اور شاہ جرمنی اوتھو اعظم (OTHO THE GREAT) (۹۱۲ء تا ۹۷۳ء) نے اٹلی کے بعض حصص پر اقتدار حاصل کرکے سلطنت کلیسائے روما اور اس کے فرمانروا پوپ کو اپنے قبضہ و اختیار مین کرلیا، اور پوپ کے عزل و نصب کا اختیار اپنے ہاتھ مین لیلیا، اور پوپ کی جانب سے شہنشاہ کا لقب حاصل کرکے اٹلی کے اکثر حصۂ ملک پر فرمانروائی کرنے لگا،

اوتھو اعظم نے کلیسائے روما سے تعلق پیدا کرکے قدرۃً مسیحیت کی خدمت کی ذمہ داری بھی قبول کی اور خدمت مسیحیت کے نام سے اٹلی کی اسلامی آبادیون اور اسلامی حکومت کے زیر اثر شہرون پر حملہ آوری

---

[1] ابو الفدا، ج ۲ ص ۹۶

شروع کردی، چنانچہ یورپین مورخین مذہب عیسوی کے ایک خدمت گذار کی حیثیت سے اسکا نام لیتے ہین[1]،

صقلیہ کے عیسائیون کی بغاوت

اٹلی مین اسلام وعیسائیت کے جنگ کی صداے بازگشت صقلیہ بھی پہنچی، اور یہان کی وہی عیسائی رعایا، جو حسن کے قیام اقتدار کے بعد خود بخود مطیع ہوئی، اور بلرم مین اپنا نمایندہ بھیجکر اپنی سہ سالہ مالگذاری از خود خزانہ مین داخل کر گئی تھی، اوتھو کی دعوت جہاد سے متاثر ہوئی، صقلیہ مین عیسائیونکا مرکزی شہر طبرمین تھا، وہ اگرچہ ایک سے زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین بزور شمشیر آچکا تھا، تاہم اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائیون کی درخواست پر اس کو باجگذار شہرون مین تسلیم کرلیا تھا، اسلئے اوسکے باشندون نے آسانی سے علم بغاوت بلند کردیا،

دوسری طرف جب احمد کو عیسائیون کی اس تحریک کی اطلاع ملی، تو اوس نے بھی صقلیہ کی فوج کو نئے سرے سے آراستہ کیا، اور نیز افریقہ سے مزید فوجی کمک طلب کی، اس لئے طبرمین کی بغاوت کی خبر سنتے ہی وہ بلرم سے روانہ ہوا، اور اواخر ماہ جمادی الاولی ۳۵۱ھ / ۹۶۲ء بروز جمعہ طبرمین پہنچا، اور شہر کا محاصرہ کرلیا، اسی اثنا مین افریقہ کی کمک بھی احمد کے چچازاد بھائی ابن عمار کی سرکردگی مین آپہنچی، اور دونون فوجین طبرمین کے محاصرہ مین مصروف ہوگئین،

فتح طبرمین اور وہان کے عیسائیوں کا استیصال

اگرچہ اسلامی حکومت کی جنگی تیاریان، عیسائی دنیا کی طلب مبارزت کے جواب مین تھین، اس لئے ایک شہر کا محاصرہ اس کے لئے کچھ دشوار نہ تھا، لیکن فصیل شہر کے استحکام کے باعث محاصرہ مین ایک طویل مدت گذر گئی، آخر احمد کو اپنے باپ حسن کی وہ حکمت عملی یاد آئی، جو اوس نے جراجہ کے محاصرہ مین اختیار کی تھی، چنانچہ طبرمین مین بھی ایک دریا شہر سے ہوکر گذرتا تھا، اور اوسی کا پانی یہان پیا جاتا تھا، احمد نے اس دریا کا رُخ پھیر کر اہل شہر پر پانی روک دینے کا فیصلہ کیا، اور اسی غرض سے ایک نہر کھدوانے لگا، اور چند دن مین دریا کے دہانے کا رُخ پھر گیا، اور

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۰ ص ۳۷۳ طبع یازدہم،

اہل شہر پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس گئے، اور اونھین مجبوراً مسلمانون کے سامنے سپر ڈالکر خود اپنی جانب سے ذیل کی شرطین پیش کرنی پڑین،

۱۔ شہر کی تمام دولت و ثروت پر قبضہ کرلیا جائے،

۲۔ تمام اہل شہر کی جان بخشی کیجائے،

۳۔ شہر کے جنگجو باشندے طوق غلامی پہننا قبول کرتے ہین،

احمد نے یہ شرطین منظور کرلین، اور ۲۵ ذی القعدہ ۳۵۱ھ/۹۶۲ء کو سات مہینے کے محاصرہ کے بعد مسلمان شہر پر قابض ہوگئے، اور شہر کے باشندے گرفتار کرکے افریقہ بھیج دئے گئے، جن کی مجموعی تعداد نویری کے بیان کے مطابق ایک ہزار پانچسو ستر ۱۵۷۰ اور ابو الفدا کی تصریح کے مطابق ایک ہزار سات سو ستر ۱۷۷۰ سے کچھ زیادہ تھی،

طبرمین مین اسلامی نوآبادی

اس کے بعد شہر مین اسلامی نوآبادی قائم کیگئی، اور اس کا نام المعز فرمانروائے افریقہ کے نام پر المعزیہ رکھا گیا، اور جنگی حیثیت سے اسکی قلعبندی کردی گئی،[۱]

عیسائیت و اسلام کی ایک جنگ عظیم اور فتح رمطہ

طبرمین کا قطعی استیصال صقلیہ کے دوسرے شہرون رمطہ اور مسینا وغیرہ کے عیسائیون کو شاق گذرا، اور جہان جہان ممکن ہوا، اونھون نے جوش انتقام مین علم بغاوت بلند کردیا، اور پھر بیزنطی حکومت سے امداد طلب کی، چنانچہ نویری لکھتا ہے،

"اور جب مسلمانون نے طبرمین فتح کرلیا، اور وہان سکونت اختیار کرکے اوسکو آباد کرلیا، اور قلعہ بندی کرلی تو اہل رمطہ بغاوت پر آمادہ ہوئے اور دمستق شاہ قسطنطنیہ سے امداد چاہی[۲]"

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۰۳، ابو الفدا ج ۲، ص ۱۰۴، نہایۃ الارب درامارى صفحہ ۴۴۳، [۲] دمستق اون شاہان بیزنطی کو کہتے تھے، جو خلیج قسطنطنیہ کے مشرقی حصون کے والی ہوتے تھے، اور وہ نسلاً بیزنطی حکومت کے شاہی خاندان سے تعلق نہین رکھتے تھے، (ابن اثیر ج ۸ ص ۴۴۲) یہ وہی دمستق ہے جو سیف الدولہ کے مقابلہ مین گیا تھا، اور متنبی نے اپنے مشہور قصیدہ مین (ص لیند)

المعز نے یہ حالات سنکر احمد والی صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ وہ حسن بن عمار کو رمطہ کے محاصرہ کے لئے روانہ کردے، اور اوسکو بھی طبرمین کی طرح عیسائیون سے خالی کرالے،

ابن عمار یوم پنجشنبہ ۲۹ رجب ۳۵۲ھ ۹۶۳ء کو رمطہ پہنچا، اہل رمطہ پہلے سے تیار تھے، ابن عمار نے محاصرہ کرلیا، اور اہل رمطہ روزانہ شہر سے نکل کر صفین درست کرتے، اور لڑ بھڑ کر شہر مین داخل ہوجاتے،

جب ابن عمار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو اوس کو اس کے طول پکڑنے کا یقین آگیا، لیکن بہرصورت اس شہر کو عیسائیون سے خالی کرانا تھا، اس لئے اوس نے طویل محاصرہ کا سامان کیا، چنانچہ اسلامی لشکر کے قیام کے لئے میدان محاصرہ مین پختہ بارکین بنوائین، اور خود اپنے لئے بھی ایک محفوظ قلعہ تعمیر کرایا،

ابن عمار، رمطہ مین محاصر تھا کہ صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے ایک عظیم الشان بزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی، جسکو نقفور نے بڑے اہتمام سے تیار کرایا تھا، ابن عمار نے اوسکی اطلاع احمد کے پاس بھیجی، اور احمد نے ایک تیز رو جہاز المعز کے پاس بھیجا، اور افریقیہ سے جلد سے جلد کمک طلب کی، اور خود صقلیہ مین جنگی تیاری کرنے لگا، چنانچہ تمام شکستہ حال جہازون کو از سر نو درست کیا، کچھ نئے بنے ہوئے جہاز بیڑے مین شامل کئے، اور جسقدر بری و بحری فوج تیار مل سکتی تھی، سب کو مسلح کرلیا، اور اودھر المعز نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۷) فمر الدمستق ہارب سے اوسی کو مراد لیا ہے، اس کا نام نقفور تھا، اور دمستق سے نویری کی مراد بھی نقفور ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ کے متن مین اس کا نام نقفور چھپا ہے یہ صحیح نہین، اس کا صحیح نام وہی نقفور ہے، جو ابن اثیر کے دوسرے نسخہ سے حاشیہ پر منقول ہے، کیونکہ اس کے نام کا یورپین تلفظ نائیکیفورس یا نیسیفورس دوم فوکس (NICEPHORUS II PHOCAS) ہے، جس کا عربی تلفظ نقفور صحیح ہوگا، اس کا عہد حکومت ۳۵۲ھ ۹۶۳ء سے ۳۵۹ھ ۹۶۹ء تک ہے، یہ شاہان بزنطی مین سے باسل دوم اور قسطنطین ہشتم کا اتالیق تھا، اور ۳۵۲ھ ۹۶۳ء سے حکومت بزنطی کا مدار المہام شہنشاہ CO-REGENT EMPERORS تسلیم کیا گیا، اور چھ سال تک ان تینون کی مشترکہ شہنشاہی رہی، (اسٹوری آف دی نیشنس بزنطائن ایمپائر ج ۳۰ ص ۲۲۹، ۲۳۲) نقفور اسلامی حکومتون کا دشمن تھا، جب طرطوس اور مصیصہ وغیرہ پر قابض ہوا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے جنگی بیڑے بھیجے، (ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۴۴)

بھی پورا اہتمام کیا، اور اپنے صیغۂ فوج کا جائزہ لے کر چیدہ لشکر تیار کیا، اور ان سپاہیون کے تالیف قلوب کے لئے ان مین گرانقدر رقمین تقسیم کین، اور پھر سب کو حسن کلبی کی قیادت مین صقلیہ روانہ کر دیا، کہ صقلیہ مین ایسے مشکل وقت مین حسن کی رہبری کی ضرورت تھی، چنانچہ وہ ماہ رمضان ۳۵۳ھ ۹۶۴ء مین صقلیہ پہنچ گیا،

اس کے بعد وہ عظیم الشان رومی بیڑا جس کی آمد کا غلغلہ ڈیڑھ دو مہینے سے جزیرہ مین بلند تھا، یوم چہار شنبہ ۱۴ر شوال ۳۵۳ھ ۹۶۴ء کو ایک تجربہ کار جنرل منویل کی سرکردگی مین مسینیہ پہنچا اور مسینا کے ساحل پر لنگر انداز ہو گیا، اس بیڑے مین چالیس ہزار سے زیادہ کار آزمودہ سپاہی تھے، مسینا کے عیسائی پہلے سے آمادۂ بغاوت تھے، شہر کے دروازے کھل گئے، اور بیزنطی لشکر شہر مین داخل ہو گیا، اور اسی شہر کو اپنا مرکز قرار دیا، یہان اولاً فصیل کی کمزوریان درست کین، پھر اوس کے گرداگرد ایک عمیق خندق کھود ڈالی،

یہ رومی لشکر ستم زدگان طرمین کے انتقام مین آیا تھا، اور نیز جزیرہ کے عام عیسائیون کو مسلمانون کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانا بھی اس کا مطمح نظر تھا، اس لئے جزیرہ کے عیسائیون مین بھی جوش و خروش پیدا ہوا، منویل نے جزیرہ مین بھی فوجی بھرتی کی تحریک کی، چنانچہ جزیرہ کے عیسائی ہر طرف سے جوق در جوق اس کے زیر علم آتے گئے، یہانتک کہ اس قدر عظیم الشان لشکر اس کے علم کے نیچے آگیا، کہ عرب مورخین ابن اثیر اور نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق اتنی بڑی فوج کبھی صقلیہ مین جمع نہین ہوئی تھی،

منویل نو دن تک مسینا مین مقیم رہا، اور پھر ۱۵ر شوال ۳۵۳ھ ۹۶۴ء کو ایک ٹڈی دل انسانون کے مجمع کو ساتھ لیکر رمطہ کے عیسائی محصورین کو مسلمان محاصرین سے نجات دلانے کے لئے روانہ ہوا، بعض مورخین کے بیان کے رو سے یہ رومی لشکر تقریباً ایک لاکھ انسانون پر مشتمل تھا،[1]

---

[1] عقد الجمان در یادگاری ج ۲ ص ۸۶،

ادھر بھی اگرچہ فوج کی تعداد بہت ہی کم تھی، لیکن دو آزمودہ کار قائد حسن کلبی اور حسن بن عمار کے ہاتھون مین فوج کی کمان تھی، کیونکہ حسن کلبی بھی رمضان ہی مین ابن عمار کی اعانت کیلئے رمطہ پہنچ چکا تھا،[1]

حسن اور ابن عمار عیسائیون کی تیاریون سے آگاہ تھے، اس کے ساتھ اپنی قوت کا بھی اندازہ تھا، علاوہ ازین اب محصورین کا خوف علٰحدہ تھا، کہ وہ عین موقع کارزار پر شہر کے دروازے کھول کر حملہ آور نہ ہو جائین، اس لئے اون لوگون نے ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی، اسلامی لشکر کو چار حصون مین تقسیم کیا، اور چارون کو چار راستون پر مقرر کیا، چنانچہ ایک مضبوط دستہ مسینا کے راستہ پر ابن عمار کی نگرانی مین روانہ ہوا، مسینا، رمطہ سے نو میل پر واقع تھا، اور منویل اسی راستہ سے کوچ کرتا آرہا تھا، دوسرا دستہ رمطہ کے رُخ پر محاصرہ قائم رکھنے کے لئے چھوڑ دیا گیا کہ محصورین عقب سے حملہ نہ کر بیٹھین، اور تیسرا دستہ میقس کے راستہ پر بھیج دیا گیا، جو رمطہ سے جنوب کی طرف واقع تھا، یہ راستہ طبرمین اور مسینا

---

[1] ابن اثیر کی تصریح سے رمطہ کے اس محاصرہ اور آیندہ پیش آنے والی عظیم الشان جنگ کی کمان ابن عمار کے ہاتھ مین تھی لیکن ابو الفداء اور لسان الدین ابن الخطیب نے اس کو حسن بن علی الکلبی کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے ہمارے خیال مین اصل واقعہ یون ہے کہ ابن عمار پہلے سے محاصرہ کئے ہوئے تھا، حسن افریقہ سے امدادی فوج لے کر جب صقلیہ پہنچا، تو اس کا ایک حصہ رمطہ کے محاصرہ مین امداد پہونچانے کے لئے یہان چلا آیا، جو یقیناً حسن ہی کی سرکردگی مین آیا ہوگا اگرچہ حسن کے نام کی کوئی تصریح نہین ہے، چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے،

وسیرھم مع الحسن بن علی والد احمد	اور المعز نے تقسیم انعامات کے بعد ان سپاہیون کو احمد کے
فوصلوا الی صقلیۃ فی رمضان وسار بعضھم	والد حسن بن علی کی سرکردگی مین روانہ کردیا، اور وہ لوگ رمضان
الی الذین یحاصرون رمطہ فکانوا معھم	مین صقلیہ پہونچے، اور انہین سے کچھ لوگ محاصرین رمطہ کے پاس
علی حصارھا، ج ۸ ص ۲۱۲،	چلے گئے، چنانچہ یہ لوگ بھی محاصرہ مین شریک تھے،

اس لئے درحقیقت اون مورخین نے ان واقعات کو حسن کی شخصیت کی وجہ سے اسی کی طرف منسوب کیا، اور ابن اثیر نے ابن عمار کے نام کو اس لئے باقی رکھا کہ اسی کی سرکردگی مین محاصرہ کا آغاز ہوا تھا،

کی آمدورفت کا تھا، اور نہایت دشوار گذار تھا، اور چوتھے دستہ کو دنتش کے راستہ پر بھیجا، جو رمطہ سے شمال مین واقع تھا، اس طریقہ سے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی گئی، اس تقسیم سے اس کا اصل منشا یہ تھا، کہ جب رومی فوج قریب آئے تو میقس اور دنتش والے دستے اوس پر میمنہ اور میسرہ سے اچانک حملہ کر بیٹھین، اور پھر سامنے سے خود ابن عمار اپنی جمعیت لیکر ٹوٹ پڑے،

لیکن اتفاق سے مسلمانون کی یہ حکمت عملی منویل پر کسی طرح آشکارا ہو گئی، اور اوس نے بھی نہایت خاموشی سے اپنے دو مضبوط دستے اون دونون راستون پر مقابلہ کے لئے بھیج دئے، اور نیز ایک تیسرا دستہ اوس راستہ پر بھیج دیا، جو بلرم سے رمطہ آتا تھا، تاکہ اگر ابن عمار کی امداد کے لئے کوئی کمک آتی ہو، تو اوسکو بھی روک دیا جائے، اور خود رمطہ کی طرف بڑھتا رہا،

جب دونون فوجین آمنے سامنے آئین، تو منویل نے اپنے لشکر کو چھ صفون مین ترتیب دیا، اور اپنے جنگی قواعد سے اسلامی لشکر کو ہر طرف سے گھیر لینے کی کوشش کی، مسلمانون کی اوس حکمت عملی کی ناکامی سے نقشہ جنگ بگڑ چکا تھا، اسلئے ایک ہی جگہ جمع ہو کر مقابلہ کرنے لگے، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، اسی اثنا مین محصورین رمطہ موقع پا کر باہر نکل آئے، اور مسلمانون پر عقب سے بھی حملہ ہونے لگا، اسلامی لشکر اس وقت ایک دائرہ مین محصور تھا، اور ہر طرف سے بجلی کی طرح تلوارین اون کے سرون پر گرنے لگین، دیر تک یہی حالت قائم رہی، آخر مسلمانون کے پائے استقلال مین لغزش آئی، اور نہایت ابتری سے پسپا ہوئے، عقب مین حملہ آور محصورین کی ایک قلیل تعداد تھی، اسلئے راستہ ملگیا، اور مسلمان افتان وخیزان کسی طرح اپنے خیمون تک پہنچ گئے،

اب رومیون کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا، وہ جوش وخروش سے تعاقب کرتے آگے بڑھے، اس وقت قریب تھا کہ مسلمان ہتھیار ڈالدین، لیکن ابن عمار کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ یہ میدان صقلیہ کی سہ صد سالہ اسلامی تاریخ کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوگا، یہ سوچتے ہی آگے بڑھا، اور ایک زبردست

آواز کے ساتھ چلا اوٹھا،

اَللّٰھُمَّ اِنَّ بنی آدم اسلمی نی — خداوندا! انسانون نے تو مجھے دشمن کے سپرد
کلا تُسلِمُنی، — کر دیا، مگر تو مجھے ہرگز اون کے سپرد نہ کرنا،

ابن عمار بھی چلاتا ہوا قریب کے ایک دستہ کو ہمرکاب لے کر رومیون کے بڑھتے ہوئے لشکر پر ٹوٹ پڑا، ابن عمار کے اس دستہ کا ایسا متفقہ حملہ تھا کہ گویا ایک ہی شخص تمام رومیون کو زیر و زبر کر رہا ہے،

رومیون کو اپنی کثرتِ تعداد پر ہمیشہ گھمنڈ رہا ہے، ابنِ عمار کے اس مختصر دستہ کی اس جرأت پر حقارت کی نظر ڈالی، اور ابنِ عمار کے جواب مین رومی سپہ سالار منویل نے بلند آواز سے چند طنز آمیز فقرے کہے عجب اتفاق انھی چند فقرون نے مسلمانون پر جادو کا کام کیا، اور کچھ ایسی دینی غیرت و حمیت پیدا ہوئی کہ جان پر کھیل کر رجز خوان جوش و خروش سے پھر میدان مین کود پڑے اوودھر منویل نے بھی وفورِ غضب سے بیتاب ہو کر خود اپنے گھوڑے کو مہمیز دی اور نیزہ سنبھال لیا، اور ایک جوان مرد مسلمان سپاہی کو ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ وہ وہین سرد ہو گیا، منویل ابھی تک فوج کو لڑا رہا تھا، اب وہ خود میدان مین آیا تھا، مجاہدین ایسے موقع کے ہمیشہ انتظار مین رہتے ہین، اس کو دیکھتے ہی ہر طرف سے گھیر لیا، اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اوس پر ٹوٹ پڑے اور اس پر نیزون پر نیزے پڑنے لگے، لیکن مسلمانون کے نیزے اوس کے آہنی خود اور زرہ بکتر سے اچٹ اچٹ جاتے، تب مسلمانون نے اوسکے گھوڑے کو نشانہ بنایا، گھوڑا چند لمحون مین زخمی ہو کر گر پڑا، گھوڑے کے گرتے ہی منویل زمین پر آرہا، اور مجاہدین نے جھپک چشم زدن مین اوس کا سر تن سے جدا کر دیا،

منویل کے قتل سے رومیون مین تہلکہ مچ گیا، بڑے بڑے کارآزمودہ افسر اور مقدس بطارقہ جوشِ انتقام مین سینہ سپر آگے بڑھے، اس وقت بڑے زورون کا رن پڑا، اسلامی لشکر کے حوصلے بھی بڑھ چکے

سکے، ایک ہی نرغہ مین اس پیش رو جماعت کو کائی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا، اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا، پھر بھی رومی لشکر سے میدان پٹا پڑا تھا، وہ بھیڑ بکریون کی طرح مسلمانون کے سامنے آتے، اور مسلمان صفون کی صفین چاک کرتے چلے جاتے اس سے رومیون مین ابتری پیدا ہوئی، رومی سردارون نے فوج کو بہت کچھ سنبھالنا چاہا، لیکن تھوڑی دیر مین تمام صفین درہم برہم ہوگئین،

اسی اثنا مین تائید ایزدی سے آسمان پر گھنگھور گھٹا اوٹھی، اور بادل کی گرج اور بجلی کی تڑپ سے میدان جنگ مین اور زیادہ خوفناک سمان پیدا ہوگیا، اودھر مسلمانون کی تلوارون کی کوند کیا کم تھی کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے مین برق و رعد کی خوفناک چمک اور تڑپ سے رومیون مین عام بدحواسی طاری ہوگئی، اسی سراسیمگی مین ایک طرف کو پسپا ہوئے، لیکن شومی قسمت سے اودھر ایک عمیق خندق کھدی ہوئی تھی، ادھر مسلمانون کا تعاقب جاری تھا، آخر خوف و دہشت اور عام بدحواسی مین اسی خندق مین کود پڑے، لیکن خندق مین جان کی سلامتی کیلیے کچھ آپس مین کشمکش ہوگئی، اور آپس ہی مین ایک دوسرے کا خاتمہ کرنے لگے، یہان تک کہ رومیون کی لاشون سے خندق پٹ گئی، اور مغرور رومی سپاہی اپنے گھوڑون کی ٹاپ سے اپنے بھائیون کی لاشین روندتے ہوئے پار نکل گئے، اور میدان جنگ کا مطلع صاف ہوگیا، مگر مسلمانون نے اس وقت بھی پیچھا کرنا نہ چھوڑا، رومی جدھر موقع پاتے فرار ہوتے، اور مسلمان نشان قدم ڈھونڈ ڈھونڈ کر تعاقب کرتے اور پکڑ پکڑ کر قتل کرتے،

جنگ کا آغاز پو پھٹتے ہوا تھا، عصر تک میدان کارزار گرم رہا، پھر فرار اور تعاقب کا سلسلہ رات گذرے تک جاری رہا،

نویری کے بیان کے مطابق مقتولین جنگ کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی، کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے جنمین اکثر معززین اور کار آزمودہ قائدین تھے، مال غنیمت کثیر مقدار مین حاصل ہوا جو فوجی خیمہ و خرگاہ گھوڑے بار برداری کے سامان اور آلات جنگ وغیرہ کے علاوہ تھا، اسی سلسلہ مین

مسلمانون کی خوش قسمتی سے اون کی ایک کھوئی ہوئی عزیز ترین متاع بھی ہاتھ آئی، وہ آنحضرت صلعم کے کسی صحابی رضی کی ایک ہندی تلوار تھی، جو بارہا غزوات نبوی مین آنحضرت صلعم کے حضور مین کام کر چکی تھی، اس مبارک شمشیر پر یہ الفاظ کندہ تھے،

هٰذا سیف هندی وزنہ مائۃ	یہ ہند کی بنی ہوئی تلوار ہے جس کا وزن ایک سو ستر
وسبعون مثقالا طال ما ضرب بہ بين	مثقال ہے اس نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ
یدی رسول الله صلے الله علیہ وسلم	علیہ وسلم کے سامنے کام دیا ہے،

یہ تلوار غالبًا قسطنطنیہ کے پہلے حملہ مین کسی صحابی کے ساتھ قسطنطنیہ گئی ہو، اور یا شام کی لڑائیون مین حکومت بزنطی کو دستیاب ہوئی ہو، اب یہ متاع گران مایہ مسلمانون کے ہاتھ مین تھی، اور یہی اس فتح کا سب سے بڑا ثمرہ تھا،

اس کے بعد جنگ کے تمام قیدی جو تعداد مین صرف دو سو تھے، اور مال غنیمت جسمین یہ تلوار بھی تھی، المعز کے پاس مژدۂ فتح کے ساتھ بھیج دیے گئے،[1]

جب دوسری صبح نمودار ہوئی، رمطہ کا میدان سنسان پڑا تھا، جو مغرور رومی بچ گئے تھے، وہ پو پھٹتے پھٹتے صقلیہ کی سرزمین کو الوداع کہکر جہازون پر سوار ہو گئے، اور ریو مین جا کر پناہ لی، انھی کے ساتھ مسینا وغیرہ کے عیسائی باغی بھی فرار ہو گئے،

حکومت ریو کا قسطنطنیہ کے مغرور سپاہیون کو پناہ دینا اون معاہدون کے خلاف تھا، جو اسلامی حکومت صقلیہ اور ریو مین طے پائے تھے، اس لئے رمطہ کی اس جنگ کا آخری میدان آپ سے آپ ریو قرار پا گیا، لیکن ابھی ابن عمار کو شہر رمطہ کا آخری فیصلہ کرنا تھا اسلئے وہ یہین ٹھہر گیا،

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۳۵۳ھ درا ماری ص ۴۳۹، ابن اثیر ج ۸ ص ۴۱۲ و عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان دریادگاری ج ۲ ص ۸۶،

اگرچہ میدان رمطہ مین مسلمانون کی اس پرفخر عظیم الشان فتحمندی کے بعد باشندگان رمطہ مین مقاومت کا حوصلہ باقی نہین رہا تھا، مگر رمطہ کے عیسائیون مین مذہب عیسوی پر فدایت کا جنون آمیز جذبہ ابھی تک کارفرما تھا، اس لئے اون لوگون نے آخر دم تک مسلمانون سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا، اور محاصرہ کے شدائد سے بچانے کے لئے شہر کی ضعیف اور ناتوان آبادی کو جن مین عورتین اور بچے زیادہ تھے شہر کی فصیل سے باہر نکال دیا، اور صرف جنگ آزما سپاہی اپنے چند رشتہ دارون کے ساتھ قلعہ مین محصور ہو کر بیٹھ گئے، مگر پھر ان مین سے بھی ایک ہزار سپاہیون نے فاقہ کشی سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے، اور مسلمانون کے رحم و کرم پر اسلامی لشکر مین چلے آئے، اسلامی سپہ سالار نے انھین گرفتار کر کے بلرم بھیج دیا،

اس کے بعد اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے اہل شہر کی بیچارگی و درماندگی کا اندازہ لگا کر طریقہ محاصرہ بدل دیا، اور ایسے مسلسل حملون کا سلسلہ جاری کر دیا، کہ محصورین کو ایک لمحہ بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا، یہان تک کہ چند ہی دن کے اندر ایک دن چند مسلمان سپاہی شب کے تاریکی مین فصیل پر سیڑھیان لگا کر چڑھ گئے، اور شہر کے دروازے کھول دئے، اور رات ہی کے وقت پورا اسلامی لشکر شہر مین گھس گیا، اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا، جو بچے اور عورتین شہر مین باقی رہ گئی تھین، وہ گرفتار کر لی گیئن، اور شہر کی دولت و ثروت مسلمانون کو مال غنیمت مین ملی،

اس کے بعد اس شہر کو بھی طبرمین کی طرح عیسائیون سے خالی کرا لیا گیا، اور یہان بھی مسلمانون کی ایک نوآبادی شہر کے مکانون کی معمولی مرمت اور فصیل کے جنگی استحکام کو از سر نو درست کر کے قائم کی گئی، اور پھر حسن بن علی الکلبی اور ابن عمار اسلامی لشکر لیکر بلرم چلے آئے،

ایک فیصلہ کن بحری جنگ

حکومت صقلیہ فتح رمطہ کی تکمیل کے بعد ریو کی طرف متوجہ ہوئی، یہان مفرور رومی لشکر، اور صقلیہ کے مختلف رومی شہرون کے مفرور عیسائی باغی پناہ گزین تھے، چنانچہ احمد ایک عظیم الشان جنگی بیڑا خود اپنی سرکردگی مین لیکر اٹلی روانہ ہوا، صقلیہ کے وہ مفرورین پہلے سے خائف تھے، عجب اتفاق کہ یہ اسلامی بیڑا

عین اوسی وقت پہنچا، جب وہ لوگ ساحل ریو سے سوار ہو کر جان بچانے کیلئے کسی اور طرف جا رہے تھے، دونون بیڑون کا سمندر مین مقابلہ ہوگیا، وہ لوگ بھی پوری طرح مسلح تھے، دیر تک بحری جنگ ہوتی رہی، اسی اثنا مین چند جانباز مجاہدین سمندر مین کود پڑے، اور جہازون کو اپنے بحری آلات حرب سے توڑ کر برباد کرنے لگے، اس طریقہ سے بیشمار جہاز تہ آب ہوگئے، اسی کے ساتھ خونریزی کا سلسلہ بھی جاری رہا، اور بیشمار عیسائی قتل ہوئے،

اس بحری جنگ مین رومی فوج تقریباً برباد ہوگئی، ان مین کا ایک بڑا حصہ مارا گیا، ایک حصہ سمندر مین غرق ہوا، کچھ لوگ فرار ہوگئے، لیکن وہ ایسے منتشر ہوئے کہ کسی کو آپس مین ایک دوسرے کی خبر نہین ملی، اور کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے، جن مین ایک بہت بڑی تعداد معززین و بطارقہ کی تھی، چنانچہ ابن خلدون کی تصریح کے مطابق ایک ہزار عمائد معززین اور ایک سو بطارقہ تھے، اور اسی کے شایان شان مال غنیمت بھی ملا، یہ بحری جنگ اس سلسلہ محاربات مین ایک فیصلہ کن جنگ قرار پائی، اور اس کا نام "وقعۃ المجاز" پڑ گیا،

مسلمانون کی اس شاندار فتح سے بزنطی ممالک مین صف ماتم بچھ گئی، نقفور قیصر روم اس وقت علاقہ شام مین ایک اسلامی شہر مصیصہ پر حملہ آور تھا، اور اگرچہ مسلمانان مصیصہ بہت زیادہ درماندہ ہو چکے تھے، لیکن جب اوسکو اس حسرتناک تباہی کا حال معلوم ہوا، تو وہ اسی پریشانی و وارفتگی مین محاصرہ سے دستبردار ہوگیا اور دیوانہ وار قسطنطنیہ چلا آیا،

سرزمین یورپ مین ایک کامل عربی جزیرہ

صقلیہ کی تاریخ مین یہی جنگ حقیقی معنون مین فیصلہ کن ثابت ہوئی، اور اسی جنگ کے بعد صقلیہ پر عیسائی دنیا نے حقیقی معنون مین اقتدار تسلیم کیا، اور اسی دن سے صقلیہ کی عیسائی آبادی بھی حقیقی طور پر مطیع ہوئی، اور شہنشاہ قسطنطنیہ بھی صقلیہ کے دعوی سے قطعاً دستبردار ہوگیا، اگرچہ امر واقعہ کے لحاظ سے دولت اغالبہ کے آخر عہد مین فتح صقلیہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکی تھی، لیکن

یورپین مورخین اسی فتح رمطہ پر صقلیہ مین اسلامی حکومت کی فاتحانہ پیشقدمیون کا سلسلہ ختم کرتے ہین، اور اسی دن سے صقلیہ پر کامل اقتدار تسلیم کرتے ہین، چنانچہ ان کے نقطۂ نظر سے ۱۳۸ سال کی مسلسل تگ و دو کے بعد جو ۲۱۲ھ ۸۲۷ع سے شروع ہو کر ۳۵۴ھ ۹۶۵ع پر ختم ہوتی ہے صقلیہ کی تسخیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

جس طرح سرقوسہ (سیراکیوز) باسل مقدونی کے عہد حکومت مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکلا، اوسی طرح عربون کے حملے نقفور (نکفورس) کے عہد حکومت مین عین اوسی سال جس سال کہ وہ تخت نشین ہوا پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے، چنانچہ ۳۵۲-۵۳ھ ۹۶۲ع مین اون لوگون نے طبرمین (ٹاورمنیا) پر قبضہ کیا اور سنو سال کے لئے اس نے اسلامی حیثیت اختیار کر لی، اور پھر ۳۵۴-۵۵ھ ۹۶۵ع مین رمطہ کو بھی زوال آگیا اور اسلامی مقبوضات مین داخل ہو گیا،

اس طرح ۱۳۸ سال مین عربون نے وہ کیا، جو کنانیٹ (CANAANITE) سے کبھی نہ ہو سکا، اب پورا جزیرہ ایک عربی جزیرہ تھا جس نے ایک خالص اسلامی حیثیت اختیار کر لی"[1]

حسن کلبی کی وفات احمد نے اختتام جنگ کے بعد یوم المجاز کے تمام معزز قیدیون اور مال غنیمت کو اپنے باپ حسن کے پاس صقلیہ بھیج دیا، جو اس وقت صقلیہ کی حکومت سنبھالے تھا، اوسے یوم المجاز کی ایسی غیر متوقع کامیابی کی کبھی امید نہ تھی، اس لئے جب اوسکو اپنے لڑکے کی اس عظیم الشان فتح مندی کی اچانک خوشخبری پہنچی، اور ایسے ایسے نامی اور مشہور رومی قائدین پابجولان اسکے سامنے لائے گئے تو وہ فرط مسرت سے مدہوش ہو گیا، اور شادمانی وکامرانی کے نشہ سے مخمور قیدیون کی لانے والی جماعت کے استقبال کو آگے بڑھا، لیکن اوس کے جذبات مسرت اعتدال پر قائم نہین رہے، جذبات مسرت سے اوسکی طبیعت ہیجان مین آگئی، اور شدت سے بخار چڑھ آیا، اور یہ واقعہ شادی مرگ ثابت ہوا، اور سات

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برطانیکا طبع یازدہم ج ۲۵ ص ۳۲، کنعانیٹ یعنی کنعانی یہان اس سے مراد صقلیہ کے فینقی حکمران ہین،

کی علالت کے بعد ۱۸ر ذی القعدہ ۳۵۳ھ مطابق ماہ نومبر ۹۶۴ء کو اوس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، وفات کے وقت اسکی عمر ۵۳ سال کی تھی،

جنوبی اٹلی پر تاخت

اودھر احمد بحری جنگ کے اختتام کے بعد اندرون اٹلی مین چلا گیا تھا، کہ یہان کی مقامی حکومتون کو ان کی غداری کی سزا دے، چنانچہ وہ مختلف شہرون کو تاخت و تاراج کرتا رہا، بالآخر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور نئے سرے سے عہد نامے مرتب ہوے، جن کے رو سے ایک معقول رقم بطور تاوان کے وصول کیگئی، اور ہر سال کے لئے جزیہ کی ایک متعین رقم کی ادائی طے پائی، اسی اثنا مین اسکو اپنے باپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر پہنچی، چنانچہ یہان کے تمام امور پایۂ تکمیل کو پہنچا کر اوائل ۳۵۴ھ/۹۶۵ء مین صقلیہ لوٹ آیا[1]،

حکومت بزنطی اور حکومت افریقہ مین مصالحت

حکومت بزنطی ۳۵۴ھ/۹۶۵ء تک کی شکستون کے تلخ تجربون کے بعد جب صقلیہ کے دعوی سے دستبردار ہوگئی تو کچھ دنون کے بعد چاہا، کہ دونون حکومتون مین مستقل طور پر دوستانہ مراسم قائم ہو جائین، چنانچہ ۳۵۶ھ/۹۶۶-۶۷ء مین حکومت بزنطی اور افریقہ مین دوستانہ مصالحت کے نامہ و پیام ہونے لگے، اور اسکی ابتدا خود قیصر روم نقفور نے کی، المعز نے بھی اس کے جواب مین نہایت خندہ جبینی سے دست مصالحت بڑھایا، طرفین سے عزت و احترام کے ساتھ تحائف کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر ایک پایدار صلح نامہ مرتب ہو گیا، اس مصالحت کا تذکرہ عرب اور یورپین مورخین دونون نے کیا ہے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین قیصر روم نقفور (فوکس) کا سوانح نگار لکھتا ہے، کہ

”جب وہ بری بحری شکستون کے بعد سسلی کے دعوے سے کلیتہً دستبردار ہوگیا، تو اوس نے ۹۶۷ء مین قیروان کے عربون سے صلح کرلی“[2]

تکمیل صلح کے بعد المعز نے پورے حالات کی تفصیل احمد کے پاس لکھ بھیجی، اور صقلیہ مین بھی اس صلح کا اعلان کر دیا گیا، اور اسی سال المعز کی تحریک کے بموجب اسی سلسلہ مین صقلیہ مین چند نئے احکام نافذ کئے گئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۱۳، نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۴۷ و ص ۲۰۹، ابوالفداء ج ۲ ص ۹۶ و اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ ص ۴۷،

[2] کتاب المونس ص ۶۱ و نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۱، وانسائیکلوپیڈیا بریطانیکا (سوانح نیکیفورس فوکس) ج ۱۹ ص ۶۴۷ وغیرہ،

اس کے بعد دونون حکومتون مین نہایت دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے، باہم تحائف کے تبادلے ہوتے، چنانچہ سنہ ۳۵۸ھ ۹۶۸ء مین قیصر روم کی طرف سے قسطنطنیہ سے المعز کے پاس بھی ہدیے آئے، المعز نے اس کے جواب مین خلوص و مؤدت کے اظہار کے لئے صقلیہ کی دونون عیسائی آبادیون طبرمین اور رمطہ کو پہلے کی طرح عیسائیون کے سپرد کردینا چاہا، چنانچہ احمد کو اس کا فرمان موصول ہوگیا، کہ ان دونون شہرون کو مسلمانون سے خالی کرکے عیسائیون کو دیدیا جائے، اور اس طریقہ سے رومیون نے اون شہرون کو جنھین وہ بزور شمشیر نہ لے سکتے تھے، عربون سے اپنے دوستانہ مراسم کے پردہ مین حاصل کیا،

طبرمین اور رمطہ کی بربادی

المعز کا یہ فرمان خواہ قیصر روم کی خواہش کی تکمیل کے لئے ہو یا دوستانہ تعلقات کے عملی ثبوت کے لئے از خود آیا ہو، بہر حال یہ عام مسلمانان صقلیہ کو نہایت ناگوار گذرا، اور خود والی صقلیہ احمد نے لئے اس درجہ ناقابل برداشت ثابت ہوا، کہ اوس نے امتثال امر کے بجائے اپنے بھائی ابو القاسم اور اپنے چچا جعفر کو بھیج کر دونون شہر مسلمانون سے خالی کرائے، اور انھین عیسائیون کے حوالہ کرنے کے بجائے مسمار کرکے اُن مین آگ لگادی گئی،

احمد یہ جو کچھ کر گذرا وہ محض ایک غیر معتدل ملی وقومی غیرت وعصبیت اور بیچارگی کے جوش انتقام مین تھا، جو ایسے موقعون پر سرزد ہوجاتا ہے، اسی قسم کی ایک مثال دور حاضر مین بھی پیش آچکی ہے، جب جنگ عظیم کے بعد سنہ ۱۹۱۹ء مین معاہدۂ سیورے طے پایا، اور جرمن امیر البحر کو جرمن بیڑے اتحادیون کے حوالہ کرنے کا حکم ملا، تو عین اُسدن جب وہ جہاز دشمنون کے قبضہ مین جانے والے تھے، جرمن امیر البحر نے جہازون کو آگ لگاکر غرقاب کردیا،

لیکن اس قسم کے واقعات جب بھی پیش آئین، اور وہ جس جذبہ سے بھی سرزد ہون، ان کے ارتکاب کرنے والے حکومت کی نگاہ مین بے قصور نہین ٹھہر سکتے اس لئے احمد بھی اس جرم کے بعد اپنے عہدہ پر قائم نہین رکھا جاسکتا تھا، چنانچہ جب المعز کو یہ حال معلوم ہوا، تو اوس کی پاداش مین ولایت صقلیہ کے عہدہ سے

اوس کو معزول کیا، اور صقلیہ سے ترک سکونت کر کے افریقہ واپس آنے پر مجبور کر دیا،

خاندان کلبیہ کا صقلیہ سے انقطاع

احمد شاہی خاندان کی بجا آوری مین اپنے تمام اہل خاندان، بال بچون، بھائی بہن، عزیز و اقارب اور اپنی تمام دولت و ثروت اور خدم و حشم کے کیساتھ تیس جہازون مین سوار ہو کر صقلیہ سے روانہ ہو گیا، اور اس کے بعد بظاہر خانوادۂ کلبیہ کا ایک متنفس بھی صقلیہ مین باقی نہین رہ گیا، اور صقلیہ سے دولت کلبیہ کا بظاہر انقطاع ہو گیا،[1]

کلبین کی صقلیہ سے بے تعلقی مین تعلق

لیکن واقعات کی ترتیب سے جہان تک سمجھا جا سکتا ہے، المعز کا خانوادۂ کلبیہ کے ساتھ یہ برتاؤ صرف ایک سیاسی نمایش تھی، کہ شاہی فرمان کی نافرمانی کی بظاہر سزا دیجائے تا کہ روم و عرب کی اوس مصالحت مین کوئی فرق نہ آنے پائے، اسی لئے المعز نے اپنی برافروختگی کے اوس اظہار کے باوجود خانوادۂ کلبیہ کے ارکان کے ساتھ اون کے افریقہ پہنچنے کے بعد اچھا برتاؤ کیا، اور خود احمد اور خانوادۂ کلبیہ کے دوسرے اکابر کو حکومت کے جلیل القدر عہدون پر سرفراز کیا،[2]

جدید والی کا تقرر

المعز نے صقلیہ کو دولت کلبیہ سے بظاہر بے تعلق کر دینے کے بعد ایک خوش آیند طریقہ سے اس بے تعلقی مین بھی ایک تعلق قائم رکھا، اور صقلیہ سے خانوادۂ کلبیہ کے اخراج کے بعد اسی خانوادہ کے ایک آزاد کردہ

---

[1] نہایۃ الارب درا ماری صفحہ ۴۴۱، [2] جب خانوادۂ کلبیہ افریقہ پہنچا، تو المعز نے احمد کو افریقہ کے پورے بحری بیڑون کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، اور اسوقت مصر و شام مین جو پیشقدمی جاری تھی، اسکی نگرانی اوسی کے سپرد کی، لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہے،

ولما ولی احمد بن حسن قام بامور صقلیہ خیر قیام و والی الجهاد ثم استدعاه المعز معد لما رحل الی تملک البلاد المصریۃ والشامیۃ فقدمه علی جیوش البحر وکان اساطیله عظیمة قد ذکرتها شعراؤهم

(دریا دگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۴۷)

مشہور شعراے مغرب نے بھی اپنے قصائد مین ذکر کیا ہے

اور جب احمد بن حسن صقلیہ کا والی مقرر ہوا تو اوس نے نظم و نسق اور سلسلۂ فتوحات کا بہترین انتظام کیا، پھر المعز نے اوسکو اپنے پاس اوس وقت طلب کیا جب وہ مصر و شام پر حملہ آور ہونے لگا، اور اوسکو بحری لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، چنانچہ اوس کے بیڑے نہایت عظیم الشان تھے جن کا

غلام یعیش کو جو بانیٔ دولت کلبیہ حسن کا پروردہ تھا، والی مقرر کیا، اور اس طریقہ سے اگرچہ کلبین کو بظاہر صقلیہ سے کوئی تعلق باقی نہین رہا، تاہم اس تقرر سے دولت کلبیہ کا انتساب کسی نہ کسی حیثیت سے قائم رہا، اگرچہ جدید والیٔ صقلیہ یعیش صقلیہ اور افریقیہ دونون جگہ خود بھی اثر و اقتدار رکھتا تھا، تاہم اوسکی شہرت "مولی حسن" کے انتساب کے ساتھ قائم تھی، اور عجب کیا کہ اس کا تقرر اسی لئے ہوا ہو، کہ مناسب موقع سے کلبین

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۰) اور اسی طرح ابو الفدا لکھتا ہے کہ المعز نے اوس کو اس اہم خدمت کے لئے عارضی طور پر افریقیہ طلب کیا اور احمد نے یعیش کو (جو اوس کے بعد والی ہوا) اپنی طرف سے اپنا قائم مقام بنایا، ابو الفدا اور لسان الدین ابن الخطیب نے طرمین و رمطہ کے خالی کرانے اور اس سلسلہ مین جو واقعات پیش آئے انکا تذکرہ نہین کیا ہے اس لئے ان واقعات کو ان لوگون نے اس طرز ادا مین بیان کیا ہے،

اسی طرح خانوادۂ کلبیہ کا ایک دوسرا رکن ابو عبد اللہ محمد الکلبی (المولود ۳۱۹ھ ۹۳۱ء) صقلیہ سے افریقیہ آنے کے بعد المعز کے مقربین خاص مین شامل ہو گیا، پھر جب المعز مہدیہ سے ترک سکونت کر کے مصر پہنچا، اور قاہرہ مین قیام پذیر ہوا تو وہ بھی اوس کے ساتھ قاہرہ پہنچا، مقریزی لکھتا ہے،

وقدم ابو عبد اللہ ھذا الی مصر مع المعز وکان اخص الناس بہ واقربھم (کتاب المقفی مقریزی ۲ صہ ۱۹۲/۳)

(یہ ابو عبد اللہ المعز کی معیت مین مصر پہنچا، یہ اوس کے مخصوص ترین اشخاص اور مقربین مین تھا)

ابو عبد اللہ محمد جب مرض الموت مین مبتلا تھا، تو المعز کو اس سے جو تعلق خاطر تھا، اوسکے تقاضے سے اوسکے مکان پر اسکی عیادت کو آیا کرتا، اور جب ۲۲ جمادی الاولی ۳۶۳ھ ۹۷۳ء کو وفات پائی، تو تجہیز و تکفین مین خود شریک ہوا، اور شاہانہ تزک و احتشام سے جنازہ اٹھایا، قاضی نعمان بن محمد نے غسل دیا، اور خود المعز نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر خود ہی تابوت کھولا، اور اوس کے بعد اپنے ولیعہد امیر عبد اللہ بن المعز کی استعانت سے لاش کو اپنے ہاتھون سے اٹھا کر تابوت مین رکھا، اور قاہرہ کے سکونتی مکان مین دفن کیا،

یہ واقعات ان تعلقات کو اچھی طرح واضح کرتے ہین، جو خاندان بنو فاطمہ اور خانوادۂ کلبیہ کے درمیان قائم تھے، اس لئے المعز صرف کسی ایک امر مین عدول حکمی کر دینے سے اس پورے خاندان کو صقلیہ سے جلاوطن ہو جانے پر مجبور نہ کرتا، لیکن سیاسی حکمت عملی کا یہی اقتضا تھا کہ فوری طور پر کوئی نمایشی کاروائی اختیار کیجائے، اور چونکہ احمد نے ان شہرون کے برباد کرنے کیلئے اپنے خاص رشتہ دارون ہی کو منتخب کیا تھا، اسلئے پورے خاندان کا سوال سامنے آ گیا تھا، اور اسی لئے صقلیہ سے خانوادۂ کلبیہ کو بلا لینے کا فیصلہ کیا،

کو پھر برسر اقتدار کر دیا جائے، اور اسی لئے ہم یعیش کو بھی فرمانروایان کلبیین کے سلسلہ کی ایک کڑی شمار کرتے ہین،

احمد کا زمانہ حکومت

مورخین احمد کا زمانہ حکومت سولہ سال نو مہینے لکھتے ہین، جو اوس کے قائم مقامی کے زمانہ کو ملا کر ہوتا ہے،[1]

یعیش مولی حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۳)

۳۵۸ھ / ۹۶۸ء - ۳۵۹ھ / ۹۶۹ء

یعیش ۳۵۸ھ / ۹۶۸ء مین والی مقرر کیا گیا، باشندگان صقلیہ کو قدرۃً اس کا تقرر ناگوار گذرا، وہ احمد اور خانوادہ کلبیہ کو مستوجب سزا نہین سمجھتے تھے،

دار الصناعہ کے مزدورون مین کشت و خون اور بغاوت

عجب اتفاق کہ اسی اثنا مین جزیرہ مین ایک واقعہ پیش آگیا، اور اسی سلسلہ مین یعیش کے خلاف بغاوت پھیل گئی،

بلرم مین جہاز سازی کے لئے ایک دار الصناعۃ قائم تھا، اور اس پر موالی بنی کتامہ کو زیادہ رسوخ حاصل ہو گیا تھا، یہ کارخانہ صقلیہ کے بڑے کارخانون مین تھا، صقلیہ کے جنگی بیڑے اسی مین تیار ہوتے تھے، اس مین زیادہ تر موالی بنو کتامہ کام کرتے تھے، اور چھوٹے بڑے عہدہ دار اور مزدور اکثر انھین مین سے تھے، یعیش نے برسر حکومت آنے کے بعد اس کے کاریگرون مین موالی بنی کتامہ کے علاوہ صقلیہ کے مختلف اسلامی قبائل کے کاریگر بھرتی کر دئے، اور کارخانہ کے اندرونی سیاسیات مین باہمی کشمکش شروع ہو گئی،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۴۹، ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۱، و اعمال الاعلام در یادگاری ج ۱ ص ۴۷۷، اعمال الاعلام مین احمد کے افریقہ کی روانگی کی تاریخ اواخر ماہ شوال ۳۵۹ھ ہے، ممکن ہے مہینہ کی تعیین صحیح ہو مگر یہ سنہ ابن اثیر، نویری اور ابو الفداء وغیرہ کی روایت سے مختلف ہے اور واقعات کی ترتیب سے انھی روایتون یعنی ۳۵۸ھ کی تائید ہوتی ہے،

بغاوت

یہ واقعہ کوئی ایسا اہم نہ تھا، کہ اس کا اثر سارے جزیرہ مین پھیل جاتا، اور اوسکی وجہ سے ایک عام کشت وخون کی نوبت آجاتی، لیکن جزیرہ مین یعیش کے خلاف جو فضا پہلے سے موجود تھی، اس سے اوسکو مدد ملی، اور اسکی لہر کارخانہ سے نکل کر سارے جزیرہ مین پھیل گئی، ابتداءً کارخانہ کے اندر موالی بنی کتامہ اور دوسرے قبیلون کے کاریگرون مین کشت وخون ہوا، اس کا اثر شہر بلرم پر پڑا، پھر موالی جہان جہان آباد تھے، یہ فتنہ ان مقامات تک پہنچا، اور سرقوسہ وغیرہ مین بدامنی پھیل گئی، اور وہان اور اس کے مضافات مین موالی کی ایک کثیر تعداد قتل کی گئی،

یعیش نے ابتداءً معاملات کے سُدھارنے کی کوشش کی، اور فریقین مین مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی لیکن اوسکو کامیابی نہین ہوئی، اسی اثنا مین وہ جماعت بھی اوٹھ کھڑی ہوئی، جو ملک مین یعیش کے خلاف ہنگامہ آرائی چاہتی تھی، چنانچہ ملک مین ہر طرف ہنگامۂ وشورش برپا ہوگئی، شورش پسندون نے اپنا سارا غصہ ان عیسائیون پر اوتارا، جو صقلیہ مین جابجا آباد تھے، کیونکہ اُن کے خیال مین المعز نے انھی کی دوستی مین خانوادۂ کلبیہ کو یہان سے جلاوطن کیا تھا،

احمد کا دوبارہ تقرر

جب المعز کو ان حالات کی خبر ہوئی، تو اوس نے اس کے تدارک کے لئے باشندگان صقلیہ کا مطالبہ منظور کیا، اور یعیش کو معزول کر کے احمد کے تقرر کا دوبارہ اعلان کر دیا،

احمد بن حسن کلبی والئ صقلیہ (۴)

سنہ ۳۵۹ھ
۹۶۹ء

احمد کی نیابت

احمد دوسری مرتبہ صقلیہ کی ولایت پر سرفراز کیا گیا، اس واقعہ سے صقلیہ مین دولت کلبیہ کی بنیاد اور زیادہ مستحکم ہوگئی، احمد کا یہ دوبارہ تقرر اسکی عدم موجودگی مین عمل مین آیا تھا، وہ اس وقت اپنے سابق عہدۂ امارت البحر پر سرفراز تھا، اور مصر کی مہم مین گیا ہوا تھا، اس لئے المعز نے اوس کے بھائی ابو القاسم کو اس کا قائم مقام

بنا کر صقلیہ بھیج دیا،

ابو القاسم احمد کے قائم مقام کی حیثیت سے ۱۵ شعبان ۳۵۹ھ ۹۶۹ء کو صقلیہ پہنچا، باشندگان صقلیہ نے احمد کے تقرر اور ابو القاسم کی اس قائم مقامی کو دل سے پسند کیا، ملک مین ہر طرف آپ سے آپ امن و امان قائم ہو گیا، [۱]

احمد کی وفات
ابو القاسم کا تقرر،

ابو القاسم چند ماہ تک احمد کی طرف سے نیابۃً فرائض امارت انجام دیتا رہا، لیکن مسلمانانِ صقلیہ کی بدقسمتی سے احمد کا وہ سفر سفرِ آخرت ثابت ہوا، اور وہ طرابلس الشام کے ساحل پر کسی مرض مین مبتلا ہوا، اور اواخر ۳۵۹ھ ۹۶۹ء مین اوس نے وفات پائی، اور اوسکی وفات کے بعد ابو القاسم کے نام اوائل ۳۶۰ھ ۹۷۰ء مین مستقل فرمان تقرر موصول ہوا،

ابو القاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۵)

۳۶۰ھ ۹۷۰ء - ۳۷۲ھ ۹۸۲ء

المعز نے احمد کی وفات پر اولاً ابو القاسم کو تعزیت بھیجی، اور ایک فرمان تقرر بھیج کر اوس کو صقلیہ کا مستقل والی بنایا، یہ فرمان ماہ محرم ۳۶۰ھ ۹۷۰ء مین صقلیہ پہنچا، [۲]

دولتِ کلبیۂ صقلیہ کا استقلال

ابو القاسم کلبیین مین وہ خوش قسمت فرمانروا ہے، جس کے عہد مین دولتِ کلبیۂ صقلیہ کا استقلال

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۹۹، [۲] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۲، ابو الفداء ج ۲ ص ۹۷، اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ ص ۴۷۰، مین نے بقرائن نہایۃ الارب کے بیان کو لیا ہے، ورنہ اعمال الاعلام مین احمد کی تاریخ وفات یوم پنجشنبہ ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۳۶۰ھ ہے اور ابو القاسم کے جدید فرمان تقرر کے آنے کی تاریخ اواخر ماہ رجب سنہ ۳۶۰ھ ہی، غالباً سنہ کی تصحیح کے ساتھ تاریخ وفات صحیح ہے'

باضابطہ تسلیم کیا گیا، جو دولت فاطمیہ کے پایۂ تخت کے افریقیہ سے مصر منتقل ہو جانے کا ایک نتیجہ تھا،

خلافت عباسیہ اور دولت فاطمیہ افریقیہ مین اسی وقت سے آویزش شروع ہو گئی تھی جب وہ تاسیس حکومت کے لئے افریقیہ آرہے تھے، یہان تک کہ چوتھی صدی کے وسط مین حکومت عباسیہ عالم نزع مین آگئی، اور ان کی حلیف حکومت اخشیدیہ مصر بھی دم توڑ رہی تھی، چنانچہ ۳۵۶ھ ۹۶۶ء مین معز الدولہ جو خلیفہ عباسی پر حاوی ہو چکا تھا، انتقال کر گیا، اور اوس کے انتقال کے بعد اوس کے لڑکے بختیار اور اوس کے چچازاد بھائی عضد الدولہ مین باہمی رقابت پیدا ہوئی، اور کارکنان دولت عباسیہ اپنے انھی مناقشون مین الجھے رہے، اور دولت عباسیہ کے ممالک محروسہ اور ان کی حلیف سلطنتون مین اختلال پیدا ہوا، خصوصاً مصر کے والی کافور اخشیدی کے انتقال کے بعد مصر مین عام اضطراب پیدا ہوا، اور ملک کو قحط کے مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا،

عباسیہ کی حریف سلطنت دولت فاطمیہ کے فرمانروا المعز نے ان حالات سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور ایک فوجی افسر جوہر کی سرکردگی مین جو سرزمین صقلیہ ہی کا ایک فرزند تھا، مصر پر چڑھائی کر دی اور ۱۵ شعبان ۳۵۸ھ ۹۶۸ء کو مصر پر قابض ہو گیا، اور پھر اوس نے سال کے اختتام سے پہلے پہلے شام کا مطلع بھی صاف کر لیا، اور مصر و شام پر فاطمی پرچم لہرانے لگے،

ان فتوحات کے بعد المعز نے جوہر صقلی کے اصرار سے افریقیہ سے منتقل ہو کر مصر کے جدید تعمیر شدہ شہر القاہرہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا، جسکی تعمیر جوہر کی سرکردگی مین ۳۶۱ھ ۹۷۱ء تک انجام پا گئی تھی،

چنانچہ المعز ۳۶۱ھ ۹۷۱ء مین اپنے لاؤ لشکر اور خدم و حشم کے ساتھ افریقیہ[1] سے روانہ ہوا پہلی منزل سردانیہ مین قرار پائی، اور یہان تین چار مہینے مقیم رہ کر مغربی ممالک کے صوبون کا انتظام کیا، اس جدید نظم مین افریقیہ کی ولایت کو یوسف بن بلکین بن زیری بن مناد صنہاجی کے سپرد کیا، جس نے افریقیہ مین آیندہ چلکر دولت صنہاجیہ

---

[1] ابن اثیر ج ۸، ص ۴۲۵، ص ۴۲۹، ص ۴۳۵،

قائم کی، لیکن افریقیہ کی ولایت سے صقلیہ اور طرابلس الغرب وغیرہ کو الگ کر لیا، اور اُن مین سے صقلیہ کو افریقیہ کے ایک مساوی درجہ حکومت تسلیم کرکے اوسکو مستقل طور پر آلِ حسن یعنی کلبیین کے سپرد کر دیا اور ابوالقاسم کو اپنی نگرانی مین صقلیہ کا ایک خود مختار فرمانروا تسلیم کیا،

کلبیین اگرچہ عملاً پہلے ہی سے یہان کے خود مختار والی تھے، تاہم اب ضابطہ کے ساتھ یہ خانوادہ یہان کا شاہی خاندان تسلیم کیا گیا، اور یہان اون کی ویسی ہی متوارث حکومت قائم ہوگئی جیسی کسی زمانہ مین اغالبہ کی افریقیہ مین قائم تھی، چنانچہ اغالبہ کی طرح ان کا بھی صقلیہ مین سکّہ وخطبہ جاری ہوگیا، اور فاطمیین سے اون کو اوسی قسم کا ایک برائے نام تعلق قائم رہا، جیسے اغالبہ کا عباسیہ سے تعلق قائم تھا،

اس کے بعد المعز منصوریہ سے جدید دار السلطنت قاہرۂ مصر پہنچا، اور اب جزیرۂ صقلیہ کے مرکزی حکومت سے جو روابط تھے، وہ افریقیہ کے بجائے مصر سے وابستہ ہوگئے،[1]

المعز کی وفات اور اس کی جانشینی

ورودِ مصر کے چند سال کے بعد المعز نے ۱۱ ربیع الآخر ۳۶۵ھ / ۹۷۵ء کو قاہرہ مین ۴۵ سال کی عمر مین وفات پائی، کل مدتِ خلافت ۲۳ سال، ۱۰ مہینے ہوئی، المعز نہایت نیک سیرت حلیم طبع اور اہلِ علم کا قدردان اور خود ماہرِ علم وفن تھا، یہ فاطمیین مین سب سے زیادہ خوش قسمت فرمانروا گذرا ہے، حدودِ مملکت مین دیارِ مغرب کے علاوہ مصر وشام حرمین شریفین، اور بعض حصصِ عراق داخل تھے، اس کے بعد اس کا لڑکا نزار تختِ خلافت پر العزیز باللہ کے لقب سے سرفراز ہوا،[2]

العزیز باللہ ابو منصور نزار بن معز خلیفہ فاطمی

۳۶۵ھ / ۹۷۵ء - ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء

العزیز ۱۴ محرم ۳۴۴ھ / ۹۵۵ء کو افریقیہ پیدا ہوا، ۲۱ سال کی عمر مین تختِ خلافت پر بیٹھا، سپہ سالاری کے عہدہ

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۵۶۴، وابن خلدون ج ۴ ص ۴۹ و ۳۰، ابو الفداء ج ۲ ص ۱۱۲، [2] خطط مصر مقریزی ج ۲ ص ۱۶۷،

پر جوہر صقلی کو سرفراز کیا، اور وزارت عظمیٰ کا قلمدان یعقوب بن کلس کے سپرد کیا،

اب فرمانروایان صقلیہ استقلال تام رکھتے تھے اس لئے خلافت مصر مین تبدیلی کی وجہ سے ابوالقاسم کیلئے ولایت صقلیہ کے فرمان کی تجدید کی ضرورت نہین تھی،

اٹلی کا حملہ صقلیہ پر اور صقلیہ کی جوابی پیشقدمی اٹلی پر

ابوالقاسم ایک امن پسند فرمانروا تھا، مدت تک سکون واطمینان سے حکومت کرتا رہا، یہان تک کہ المعز کا عہد کامل امن وامان سے گذر گیا، لیکن اوسکی امن پسندی جنگ وجدل اور کشت وخون کو روکنے مین زیادہ دنون تک کامیاب نہ ہوسکی، کیونکہ روما پر شاہ جرمنی اوتھو اعظم کے برسر اقتدار ہوجانے سے عیسوی دنیا مین نئی جان پڑگئی تھی، اوس کے انتقال کے بعد جب سنہ ۹۷۳ء مین اوس کا لڑکا اوتھو دوم (سنہ ۳۴۴ھ ۹۵۵ء - سنہ ۳۷۳ھ ۹۸۳ء) کے لقب سے شہنشاہ ہوا، تو مذہب عیسوی کی خدمت کی ذمہ داری اوس کے ہاتھ مین آگئی، اور اوس نے نئے جوش خروش سے کلیسا کی خدمت شروع کی، چنانچہ عرب مورخین کے بیان کے روسے سنہ ۳۶۵ھ ۹۷۵ء مین اٹلی سے ایک عظیم الشان مسیحی لشکر صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے مسینا پہنچا، مجاہدین صقلیہ نے بھی مدت سے شوق جہاد کو پورا نہین کیا تھا، فرمانروائے صقلیہ ابوالقاسم نے جہاد کا اعلان کیا، اور مسلمان جوق در جوق جہاد کی شرکت کے لئے فوج مین داخل ہوگئے جن مین ایک کثیر تعداد علماؤ صالحین امت کی بھی تھی،

مجاہدین کا یہ مقدس لشکر مبارک ماہ رمضان مین مسینا پہنچا، مگر عیسائی مسلمانون کی تیاریون کی خبر سنکر آبنائے مسینا عبور کرکے اٹلی فرار ہوگئے،

جب ابوالقاسم مسینا پہنچا تو میدان خالی تھا، مسینا کے عیسائیون نے اٹلی کے عیسائیون کی امداد کی تھی، اونھین سرزنش کی اور پھر اٹلی روانہ ہوگیا، اور یہان کسنتہ کا محاصرہ کیا، چند دن محاصرہ مین گذرے تھے، کہ اہل شہر طالب امان ہوئے، اور زر نقد کی ادائی پر صلح ہوگئی اور ابوالقاسم یہان سے ایک دوسری قلعہ جبلوا[1]

---

[1] بعض مورخین نے "حلوی" لکھا ہے،

اور چند دیگر مقامات پر پہنچا، اور یہان بھی اسی طرح کامیابی حاصل ہوئی،

اس کے بعد ابوالقاسم نے لشکر کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا، اور دوسرے حصہ کو اپنے بھائی قاسم کے سپرد کیا، جو جنگی جہازون پر سوار ہو کر قلوریہ روانہ ہوا، اور ایک ساحلی شہر بربولہ[1] پہنچا، اور لشکر کو قلوریہ مین جابجا پھیلا دیا جو تاخت وتاراج کرتا رہا، عیسائیون سے مختلف لڑائیان ہوئین جنمین بہت سے عیسائی کام آئے، اور کچھ گرفتار کئے گئے، اور غلام بنائے گئے، اور کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، اور کچھ دنون کے بعد ابوالقاسم لشکر کو لے کر بلرم چلا آیا،[2]

رمطہ کی دوبارہ تعمیر فوجی نقل وحرکت کے اس آغاز کے بعد ابوالقاسم کو رمطہ کی تعمیر کا دوبارہ خیال پیدا ہوا، کیونکہ صوبہ مسینا مین ایسا کوئی مستحکم شہر نہ تھا جہان فوجی چھاؤنی قائم کیجاتی، مسینا کے باشندون سے جزیہ پر صلح تھی اور اب اٹلی کی گذشتہ تاخت سے عیسائیون کے حملہ کا ہر وقت اندیشہ ہو گیا تھا، اس لئے ابوالقاسم نے رمطہ کو نئے سرے تعمیر کرنا شروع کیا، تاکہ اس سے صقلیہ کے شمالی ساحل کی نگرانی کا کام لیا جاسکے، رمطہ کی تعمیر کا سال نویری کے بیان کے رو سے ۳۶۵ھ ۹۷۵ء اور ابن اثیر کے بیان کے رو سے ۳۶۶ھ ۹۷۶ء ہے، غالباً تعمیر کا آغاز ۳۶۵ھ مین ہوا ہو، اور ۳۶۶ھ ۹۷۶ء مین وہ اختتام کو پہنچا، پھر ابوالقاسم نے شہر کی تعمیر کے بعد اپنے موالی مین سے ایک آزمودہ کار افسر کی سرکردگی مین یہان ایک فوج متعین کر دی،[3]

مہم مناخ البقر اس کے بعد ابوالقاسم ۳۶۶ھ ۹۷۶ء مین دوبارہ اٹلی روانہ ہوا، اور قلوریہ پہنچا، یہ لشکر اہتمام سے روانہ ہوا تھا، وافر سامان رسد ساتھ تھا، ابرجہ (BRAGIA) مین پہلی منزل ہوئی، یہان ابوالقاسم کو خیال ہوا کہ سامان رسد ضرورت سے زیادہ ہے، اور اوس کے نقل وحمل سے فوج کی نقل وحرکت مین دیر ہوتی ہے، اس لئے

---

[1] ابن اثیر مین شہر کا یہی نام ہے، ادریسی کے نقشہ مین ایک شہر کا نام (Bora) ہے، عجب کیا کہ یہی شہر ہو ورنہ ترمولہ (Termoli) کے بجائے بربولہ چھپ گیا ہو مگر ترمولہ صوبہ انکبردہ مین واقع تھا، [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۴۹ و ابوالفداء ج ۲ ص ۱۱۶، و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ ص ۲۷۴ سوانح اوتھو دوم طبع یازدہم [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۴۹ و نہایۃ الارب درامارئ ص ۲۴۲،

اوس نے لشکر مین منادی کرادی کہ جس قدر گائین اور بکریان ساتھ ہین، وہ کھائی جائین اور جو اوس سے بھی بچ جائین، وہ منتشر کردی جائین، چنانچہ ابرجہ مین گائین اور بکریان ذبح کی گئین اور جو باقی بچ گئین، انھین اٹلی کے میدان مین منتشر کردیا گیا، اور پھر فوج کو کوچ کا حکم دے دیا گیا، لوگون نے اسی مناسبت سے ابوالقاسم کی ۳۶۶ھ ۹۷۶ء کی اس مہم کو مناخ البقر (مویشیون کی چراگاہ) کے نام سے موسوم کیا ہے[۵۱]

پھر ابوالقاسم نے شنت اغاثہ (Sant Agata) کا محاصرہ کیا، اہل قلعہ تاب مقاومت نہ لاسکے، اور قلعہ کو مع مال و متاع مسلمانون کے سپرد کردیا، اور یہ اس مہم کی پہلی کامیابی تھی،

طارنٹو کی بربادی

اُس کے بعد اسلامی لشکر طارنٹو پہنچا، اہل شہر مسلمانون کے ساتھ بار بار بدعہدی سے پیش آچکے تھے، اس لئے ان لوگون نے خوفزدہ ہوکر یہ دلچسپ حرکت کی کہ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر شہر کے دروازے اندر سے بند کردئے، اور پھر فصیل پر چڑھ کر پوشیدہ طور پر شہر کو خالی کردیا، ابوالقاسم کو اسکی کسی طرح خبر لگ گئی، اوس نے بھی فصیل پر سیڑھیان لگاکر چند سپاہیون کو شہر مین پہنچایا، جنھون نے شہر کے دروازے کھول دئے اور مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، پھر ابوالقاسم نے فصیل کو مسمار کردینے کا حکم دیا، اور شہر مین جو کچھ مال و متاع باقی رہ گیا تھا، اوس پر قبضہ کرلیا، اور پھر شہر مین آگ لگادی،

فتوحات

اس کے بعد ابوالقاسم نے فوج کو ۲ دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ کو شہر اذرنت اور اس کے اطراف مین تاخت و تاراج کرنے کیلئے روانہ کیا، اور خود اوس نے ایک شہر غرنیلیہ[۵۲] (Cerignola) کا محاصرہ کیا، یہان مسلمانون اور عیسائیون مین مقابلہ ہوا، اور آخر زر نقد کی ادائی پر صلح ہوئی، اور اوس کے بعد پوری فوج

---

[۵۱] ابوالفداء، ج ۲ ص ۹۷، [۵۲] ابن اثیر مین "غرسلہ" بغیر نقطون کے ہے، ہمارے خیال مین اس سے مراد غرنیلیہ ہی جو صوبہ انجردہ مین واقع تھا اور جو نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۸۴ مین مذکور ہے، ادریسی کے مختلف نسخون مین بھی اختلاف ہے، ہم نے اوس کے یورپین تلفظ کے لحاظ سے یہ اختیار کیا ہے، اور یہی ادریسی کے مطبوعہ نسخہ کے متن مین اختیار کیا گیا ہے"

بلرم واپس آگئی،[1]

اودھو دوم کا حملہ اسلامی نوآبادی پر،

مسلمانون کے یہ حملے شہنشاہ اوتھو دوم کی گذشتہ پیشقدمی کے جواب مین تھے، اس لئے اوسے قدرۃً ان حملون کا جواب دینا تھا، اتفاق سے وہ انھی دنون اٹلی کی بعض سیاسی گتھیان سلجھا رہا تھا، چنانچہ بینیڈکٹ ہفتم (Benedict VII) کو پوپ کی مسند پر دوبارہ بٹھایا، اور اس موقع پر اوس نے مغربی یورپ کے تمام حصّون سے شاہزادون اور امراء کو مدعو کرکے ایک دربار منعقد کیا، اور پھر عربون کے ان حملون کے سدّ باب کا سوال پیش آیا کہ اٹلی کی سرزمین کو عربون سے خالی کرایا جائے،

سقوط ملیطو، چنانچہ اوس نے ماہ ستمبر ۹۸۱ء مین صوبہ اپولیا پر پیشقدمی کی اور اوسکو نمایان کامیابی ہوئی،[2] اور پھر اسنے ایک[4] اسلامی شہر پر قبضہ کرلیا، آخر مورخین کے بیان کے رو سے اودھو دوم[3] کو یہ کامیابی ایک اسلامی نوآبادی قلعہ ملیطو (Melito) پر ہوئی، مسلمانون کو دو لڑائیون مین ناکامی ہوئی، اور قلعہ اون کے ہاتھ سے جاتا رہا،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ صفحہ ۱۹۴ [2] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ ص ۳۷۴، طبع یازدہم انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کا یہ بیان مجمل ہے، نہین کہا جا سکتا کہ عربون پر حملہ آور ہونے کی تحریک مغربی یورپ کے شاہزادون اور امراء کے اوسی اجلاس مین ہوکر باہمی مشورت وتعاون باہمی کے اظہار کے بعد طے پائی، یا اوس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا، اگر اسی اجلاس مین طے پائی تو مقالہ نگار نے اوس کو عمداً مجمل رکھا، اور اس انداز مین بیان کیا، کہ حرف گیری کا موقع نہ ہو، [3] عربی اور یورپین ماخذون مین ان لڑائیون کے جو حالات ہین وہ ایک دوسرے سے مطابق ہین، نہ زمانہ اور سنہ مین اختلاف ہے اور نہ اون کے آغاز وانجام کے بیانات مین، جو کچھ اختلاف ہے وہ یہی حملہ آور عیسائی فرمانروا کے نام مین ہے، عرب مورخین اس کا نام "بردویل" لکھتے ہین، اور یورپین ماخذون مین یہ واقعات اوتھو دوم کے نام لکھے ہین، بردویل اور اوتھو مین کوئی مطابقت سمجھ مین نہین آتی، ایک شبہہ ہوتا ہے، اور شاید یہی صحیح ہو، کہ "بردویل" "بنیڈکٹ" کا معرب ہے، بینیڈکٹ ہفتم رومی کلیسا کا پوپ اور سلطنت کلیسا کا فرمانروا تھا، اور اوتھو دوم سلطنت کلیسا کا شہنشاہ اور اوتھو کی اٹلی مین تمام سرگرمیان کلیسا کے زیر اہتمام جاری تھین، اسلئے یہ کچھ مستبعد نہین کہ عرب مورخین نے اوتھو کی سرگرمیون کو بینیڈکٹ کی جانب منسوب کردیا ہو، اسلئے ہم بردویل کے بجائے اوتھو دوم کے نام کو متن مین درج کرتے ہین، [4] اس کے نام مین کتابون کے مختلف نسخون مین اختلاف ہے، ابن خلدون مین "رمطہ" ہے، لیکن یہ بہرصورت نسخہ کی غلطی ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ پیش نظر نسخہ کی متن مین "ملطہ" ہے، یہ بھی صحیح نہین کہ عربی مین جزیرہ مالٹا کو ملطہ لکھتے ہین، اور مالٹا پر اس عہد مین

صقلیہ کا جوابی حملہ اٹلی پر،

جب ملیطو کے سقوط کی خبر صقلیہ پہنچی تو ابوالقاسم ماہ ذیقعد ۳۷۱ھ / ۹۸۲ء مین ملیطو کو واگذار کرانے کے لئے اٹلی روانہ ہوا لیکن عجب اتفاق کہ جب منزلِ مقصود کو صرف ایک مرحلہ باقی رہ گیا، تو اسکی طبیعت پر افسردگی طاری ہوئی، اور مقابلہ کا ارادہ فسخ کر دیا، اور فوج کے بڑے افسرون کو بلا کر کہا کہ مین یہان سے لوٹ جانا چاہتا ہون آپ لوگ میری مخالفت نہ کرین، ہم اس تنگ مقام کو چھوڑ کر کسی وسیع مقام پر دشمنون کا مقابلہ کرین گے“

چنانچہ اس فیصلہ کے بعد جنگی بیڑون کا رُخ پھیر دیا، مگر اتفاق سے وہین کسی طرف سمندر مین عیسائیون کے چند جہاز چکر کاٹ رہے تھے، اونھون نے مسلمانون کی یہ بدحوصلگی دیکھ لی، اور اوتھو کے پاس قاصد بھیجے کہ مسلمانون نے اوس سے مرعوب ہو کر جنگ کا ارادہ فسخ کر دیا، اور واپس لوٹ گئے، اون کا تعاقب کیا کرے کامیابی یقینی ہے،

اوتھو دوم یہ سنتے ہی فوج لیکر روانہ ہوا، اور ۱۵ دن کے سفر کے بعد ۲۰ محرم ۳۷۲ھ مطابق ماہ جولائی ۹۸۲ء کو اسلامی لشکر سے دوچار ہوا،

سرزمین اٹلی مین مقام اسٹیلو (STILO) کے پاس دونون فوجون کا مقابلہ ہوا مسلمان پہلے سے افسردہ خاطر تھے، اوتھو نے اپنے پہلے ہی حملہ مین مسلمانون کی صفین درہم برہم کر دین، پھر کچھ دیر کے بعد مسلمانون نے ازسرنو مقابلہ کیا، دونون کے طرف کے بہادرون نے دادِ شجاعت دی اور دونون طرف کے مرد میدان سپاہی کٹ کٹ کر میدان مین گرنے لگے، فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا،

امیر ابوالقاسم کی شہادت

اسی اثنار مین عیسائیون کا ایک دستہ ابوالقاسم کے حلقہ کی طرف بڑھا، جو اپنے جان نثار غلامون کے محافظ دستہ کی حفاظت مین سمندر کے کنارے گھوڑے پر سوار تھا، عیسائی فوج کے اوس دستہ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۰) عیسائیون کا کوئی حملہ نہین ہوا، ابن اثیر کے دوسرے نسخہ مین جس کے اختلافات حاشیہ پر درج ہین، ملطیہ ہی، ہمارے خیال مین یہی لفظ صحیح ہے، ملطیہ دراصل وہی قلعہ ہے جسکو ادریسی نے ملیطو لکھا ہی۔

اس جماعت پر حملہ کیا۔ ابو القاسم کا دستہ مختصر تھا، عیسائیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور آزمودہ کار مجاہدین کام آنے لگے، اتفاقِ وقت اسی حملہ مین ایک عیسائی سپاہی کسی طرح ابو القاسم تک پہنچ گیا، اور اس کی پیشانی پر تاک کر ایک ایسا نیزہ مارا کہ اوس کا سر پھٹ گیا، اور گھوڑے سے گرتے ہی دم توڑ دیا،

مسلمانون کی فتح اوتھو دوم پر

ابو القاسم کی یہ شہادت واقعہ کے لحاظ سے نہایت اہم تھی، لیکن خوش قسمتی سے ابو القاسم کی شخصیت مستور رہی، نہ مسلمانون کو خبر ہوئی، کہ وہ اپنی ایسی گرانمایہ دولت کھو چکے ہین، اور نہ عیسائیون کو پتہ چلا کہ وہ اصل میدان جیت چکے ہین[1]، اسلئے لڑائی کا سلسلہ بدستور قائم رہا،

اس واقعہ کے تھوڑی دیر کے بعد مسلمانون نے تازہ دم ہو کر پھر ایک سخت حملہ کیا، عیسائیون نے بھی ترکی بترکی جواب دیا، لیکن اس مرتبہ وہ زیادہ ثابت قدم نہ رہ سکے، اور پسپا ہونے لگے، مسلمانون نے یہ دیکھ کر حملہ اور زیادہ سخت کر دیا، اور عیسائیون مین ایک عام بھگدڑ مچ گئی، مسلمان پیچھا کر کے قتل کرتے رہے،

اوتھو دوم کا فرار

تعاقب کا سلسلہ رات تک جاری رہا، اتفاق سے مفرورین مین خود اوتھو، ایک گھوڑے پر بھاگتا ہوا نظر آیا، مسلمانون نے اس کا پیچھا کیا، اور اس کے گھوڑے تک پہنچ گئے، وہ بھاگتا جاتا، اور حملون کا جواب دیتا جاتا، یہان تک کہ اوس کے گھوڑے نے جواب دے دیا، وہ خود بھی زخمون سے چور ہو چکا تھا، اور قریب تھا کہ مسلمان اسی میدان مین اس کا کام تمام کر دین مگر ایک یہودی کی جان نثاری کام آگئی، وہ اس کے مقربین مین تھا، اوس نے اپنا گھوڑا، اوس کے سپرد کیا، اور کہا "میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، اگر مین مارا جاؤن تو میرے بال بچے تمھارے سپرد ہین"، اوتھو اوسی گھوڑے پر سوار ہو کر آناً فاناً نظرون سے اوجھل ہو گیا، اور وہ یہودی جان سے مارا گیا،

اوتھو فرار ہو کر اپنے خیمہ مین پہنچا، یہان اوس کے اہل و عیال اور چند احباب موجود تھے اونھین ساتھ لیا، اور ایک تیز رو جہاز پر یہان سے چھپ کر روسانو (   ) روانہ ہو گیا، عرب مورخین

---

[1] عیسائی مورخین کو اب تک اسکی خبر نہین چنانچہ انسائیکلو پیڈیا وغیرہ کے مقالہ نگار اور مورخین اس کا تذکرہ نہین کرتے،

اسکی روانگی رُوما کو لکھتے ہین،

اوتھو دوم کی موت

اس کے بعد عرب مورخین کا بیان ہے، کہ اوتھو کو اس جنگ مین ایسے کاری زخم لگے تھے کہ وہ جانبر نہ ہوسکا، اور کچھ دنون کے بعد انتقال کرگیا، اور دوسری طرف یورپین مورخین ہین ان کو اس کا اعتراف ہے کہ اوسکی موت طبعی نہین ہوئی، "صدمات" سے انتقال ہوا، لیکن ان "صدمات" کا تعلق عربون کی اس جنگ سے نہین، بلکہ اوتھو جرمنی کی مشرقی سرحد پر عام بغاوت کی خبر سُنکر، ۷ دسمبر ۹۸۳ء کو روما مین صدمہ سے انتقال کرگیا[۱]،

انسائیکلوپیڈیا مین اوتھو کی شکست کی غلط توجیہ

اس جنگ کے صرف آخری حملہ مین چار[۴] ہزار عیسائی مقتول اور بہت سے بطارقہ گرفتار ہوئے، اور اٹلی اور جرمنی کی سلطنتون پر اس کا گہرا اثر مرتب ہوا، لیکن یورپین مورخین اوتھو دوم کی اس ذلّت آمیز شکست کی پردہ پوشی کے لئے اس کے بعض دوراز کار اسباب بیان کرتے ہین، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین اوتھو دوم کے سوانح نگار نے اس شکست کو ہلکا کرنے کیلئے اوس کو اس رنگ مین پیش کیا ہے:-

> "اور پھر اوس سے اٹلی کی سرزمین پر عرب حملہ آورون کو سزا دینے کی تحریک کیگئی، اور ستمبر ۹۸۱ء مین اوس نے اپولیا مین کوچ کیا، جہان اوسکو اولاً ایک لائقِ التفات کامیابی حاصل ہوئی،
>
> لیکن عرب اور مشرقی سلطنت (بیزنطی حکومت) کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا، اور مشرقی سلطنت اس وجہ سے مشتعل ہوئی کہ اوتھو نے اپولیا پر حملہ کیا تھا، اور اس صلح نامہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوتھو کی فوجون کو اسٹیلو کے قریب ماہ جولائی ۹۸۲ء مین ایک سخت ہزیمت اوٹھانی پڑی"

حکومت بیزنطی کا اپولیا کے حملہ پر مشتعل ہوجانا ایک امر آخر ہے لیکن حکومت بیزنطی اور عربون مین جو صلح ہوئی تھی، اس کی روداد اس سے بیشتر گذر چکی ہے، یہ کس درجہ حیرت انگیز امر ہے کہ ایک معاہدہ صلح

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا، بریطانیکا ج ۲۰ صفحہ ۲۴۳، (سوانح اوتھو دوم) طبع یازدہم،

کے وقوع کو کامل پندرہ برس پیچھے محض اسلئے ہٹا دیا جائے کہ اس سے یورپ کے ایک شہنشاہ کی شکست کا جرم ہلکا ہوتا ہی، وہ معاصر عرب مورخین کے متفقہ بیان کے روسے اوتھو دوم کی تخت نشینی سے کامل سات برس پہلے اوتھو اول کی زندگی مین ہوا تھا، چہ جائیکہ اوس کا وقوع ۳۷۱ھ ۹۸۱ء کے حملۂ اپولیا کے بعد محض اسی حملۂ اپولیا کے باعث تصور کیا جائے، اور اسکو صرف عرب مورخین ۳۵۶ھ مین لکھتے ہین، جسکے مطابق ۹۶۶ء ہوتا ہی، بلکہ خود انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کی ایک دوسری جلد مین نقفور (فوکس) کا سوانح نگار اس حقیقت کو بیان کرچکا ہی، اور انسائیکلوپیڈیا کے اوراق کی تردید انسائیکلوپیڈیا ہی کے اوراق سے ہوتی ہی، نقفور فوکس کے سوانح نگار کا وہ بیان یہ ہے :-

”لیکن بری و بحری دونون شکستون سے مجبور ہو کر اوسے (نقفور کو) اُس جزیرہ کو چھوڑ دینا پڑا، ۹۶۶ء مین اوسنے قیروان کے فرمانروا (مسلمانون) سے صلح کی، اور اوتھو اول سے اپنے کو محفوظ کرنے کی طرف متوجہ ہوا، جو ان دونون (حکومت بزنطی و حکومت افریقیہ) کا دشمن تھا۔“

فرمانروایان یورپ کی کانفرنس عربون کے خلاف

بہرحال اس شکست کا جرمنی اور اٹلی کی سلطنتون پر گہرا اثر پڑا، چنانچہ اٹلی اور جرمنی کے شاہزادون کی ایک دوسری کانفرنس ویرونا مین منعقد ہوئی، اور اس مین اُن مختلف سلطنتون کے فرمانرواؤن نے عربون کو تباہ و برباد کرنے اور اونکو اٹلی سے خارج کر دینے کا ایک نیا عہد و پیمان کیا، جسکے نتیجے بعد مین ظہور پذیر ہونگے،

مجاہدین کی مراجعت اور ابوالقاسم کی جانشینی

سلسلۂ بیان کے لحاظ سے صقلیہ کا اسلامی لشکر ابھی اٹلی کے میدان جنگ مین ہی، وہان جنگ کے خاتمہ کے بعد مسلمانون کو ابوالقاسم کی شہادت کی خبر ملی، اور فوج مین کہرام مچ گیا، ابوالقاسم کا لڑکا جابر فوج مین موجود تھا، اوسی نے باپ کی جانشینی کی، اور بہ عجلت صقلیہ کی واپسی کا اہتمام کیا، مسلمانون نے مال غنیمت جمع کرنا چاہا، اور کچھ جمع بھی کرلیا، مگر جابر نے اس قدر جلدی مچائی کہ مال غنیمت جمع کرنے سے روک دیا، اور لڑائی کا بہت کچھ ساز و سامان میدان مین پڑا رہ گیا، اور جابر اپنی فوج لیکر بادیدۂ پرنم صقلیہ چلا آیا، اور یہین تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کرکے صقلیہ کی خاک کے سپرد کر دیا،

ابوالقاسم کا عہد حکومت و عادات و خصائل

ابوالقاسم کی حکومت کا زمانہ بارہ سال پانچ مہینے اور پانچ دن ہے، مورخین کا بیان ہے کہ وہ ایک نیک سیرت، حلیم، بردبار، عادل، منصف، اور امن پسند فرمانروا تھا، حکومت

کے فرائض سعی و جانفشانی سے ادا کرتا، اور اگرچہ امن پسند تھا، لیکن جب اوسکو چھیڑ دیا جاتا، تو لڑائیون مین بھی سرگرمی سے حصہ لیتا، اور لڑائیون مین خود شریک ہوتا، آخری مہم مین موت سے ہمکنار ہونا تھا، شاید اسی لئے بشریت غالب آئی، اور از خود دل پر ایسے اثرات طاری ہوئے کہ واپسی کا فیصلہ کر بیٹھا اور اسلئے بعض مورخین نے اس واقعہ خاص کو اسکی بزدلی سے تعبیر کیا، لیکن بعض دوسرے مورخین نے اوسکو اسکی رائے کی غلطی پر محمول کیا ہے، ذاتی فضائل مین بھی یگانہ تھا، خود فاضل روزگار مین تھا اور اس لئے علما و اہل علم کا نہایت قدردان تھا، داد و دہش اوس کے ممتاز خصائل تھے، وفات کے بعد نہ ایک درہم و دینار چھوڑا، اور نہ اوس کے ورثہ کو جائداد غیر منقولہ کا کوئی ایک چپہ ترکہ مین ملا، اوسکی ذاتی ملکیت جو کچھ تھی، سب کو زندگی ہی مین غربا و مساکین کے لئے وقف کر چکا تھا، اس لئے اوس کی وفات سے صقلیہ کے عام باشندون کو سخت ملال ہوا، اور اپنے انھی اوصاف و خصائل اور جنگ مین شہادت پانے کی وجہ سے شہید کے لقب سے پکارا گیا، اور "ابو القاسم الشہید" اس کا نام پڑ گیا۔[ل]

جابر بن ابو القاسم کلبی فرمانروائے صقلیہ(۶)

۳۷۲ھ / ۹۸۲ء - ۳۷۳ھ / ۹۸۳ء

جابر کی نااہلی اور فرمان تقرر

جابر اٹلی ہی مین اپنے باپ کا جانشین ہو گیا تھا، لیکن افسوس ہے کہ اوس مین حزم و احتیاط، تدبر و دوراندیشی اور اصابت رائے کا فقدان تھا، وہ ابو القاسم کا صحیح جانشین ثابت نہین ہوا، اور بر سر حکومت ہوتے ہی اس کی کمزوریان آشکارا ہونے لگین، مگر اوس کے باوجود خلیفہ فاطمی العزیز باللہ نے اسکی ولایت کی تصدیق کر دی، اور مصر سے اوسکو فرمان تقرر موصول ہو گیا، جسمین اوس کو اپنے باپ

[ل] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱، ابو الفدا ج ۲ ص ۹۷ نہایۃ الارب در اماری ص ۲۴۲، اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ ص ۴۷ وانسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ ص ۲۷۴، (سوانح اوتھودوم) ج ۲۵ ص ۳۲ (سسلی)، وسوانح (نکیفورس فوکس) ج ۱۹ ص ۶۴۷، واسٹوری آف دی نیشنس ج ۵۰ ص ۱۶۷ (دی پاپل مانیزلی)

کی جگہ صقلیہ کا فرمانروا تسلیم کیا، چنانچہ اوس کے بعد وہ صقلیہ کے قصرِ شاہی مین جو موجودہ خلیفہ فاطمی العزیز کے نام سے "قصرِ عزیز" کہا جاتا تھا، فروکش ہوا، اور انصرامِ حکومت مین مصروف ہو گیا،[1]

چند ہی ماہ مین اس کے خلاف عام جذبات پیدا ہوئے، خصوصًا فوج مین بغاوت پھیل گئی، اور اس کی کمزوریون اور بدانتظامیون کا عام چرچا ہونے لگا، دربارِ مصر مین پے درپے شکایتین پہنچین، اور اسکے معزول کرنے کا مطالبہ ہونے لگا،

عزل و جانشینی

آخر العزیز نے اوس کو معزول کر دیا، اور اوس کے بجائے خانوادۂ کلبیہ مین سے ایک لائق اور تجربہ کار شخص جعفر بن محمد کو نامزد کیا، جو اس وقت مصر مین موجود تھا، جابر کو قدرۃً اپنی معزولی کا رنج ہوا، لیکن اپنی کمزوریون سے آگاہ تھا، خاموشی سے دستکش ہو گیا، یہ واقعہ اسی سال سنہ ۳۷۲ھ ۹۸۲ء مین پیش آیا،

زمانہ حکومت

جابر کا زمانہ حکومت صرف ایک سال چند مہینے رہا،

---

[1] لیکن ابو الفدا کے بیان کے رو سے فرمانِ تقرر موصول نہین ہوا، وہ لکھتا ہے، فولی الامر ابنہ جابر بغیر ولایۃ الخلیفہ یعنی (ابو القاسم کے بعد اس کا لڑکا جابر خلیفہ مصر کے فرمان کے بغیر والی ہوا) لیکن دوسری طرف لسان الدین ابن الخطیب اور نویری بہ تصریح لکھتے ہین کہ فرمانِ تقرر موصول ہو چکا تھا، نویری لکھتا ہے، وولی بعدہ جابر بن ابی القاسم و آتاہ سجل العزیز باللہ بن المعز لدین اللہ من مصر (اس کے بعد جابر بن ابو القاسم والی ہوا، اوسکو العزیز کی طرف سے مصر سے فرمان پہنچا) ممکن ہے ابو الفدا نے اسلئے لکھا ہو کہ جابر ٹلی مین والی بنگیا تھا، اوس وقت بہرحال تقرر کا کوئی فرمان نہین آسکتا تھا، اور پھر اوس کے بعد ہی جابر سے کمزوریان ظاہر ہوئین، اور وہ معزول کر دیا گیا، اسلئے گمان ہو سکتا ہے کہ تقرر کا فرمان نہ آیا ہو، لیکن ابو الفدا اور نویری دونون سے قدیم روایت لسان الدین بن الخطیب کی ہے، وہ جس انداز مین اوسکو لکھتا ہے اس سے یہ شبہات بھی دور ہو جاتے ہین، لکھتا ہے، ولم یکن بجابر حزم ولا رای ولکن وصلہ تقلید من نزار ملک العبیدیہ من مصر وسجل لہ علی ملک ابیہ (یعنی جابر مین اگرچہ حزم و اصابت رائے کا فقدان تھا، اسکے باوجود اوس کو نزار فرمانروائے عبیدیہ مصر کی طرف سے فرمان آیا، جس نے اُسکو اُسکے باپ کی جگہ مقرر کیا،)

دیکھو ابو الفدا، ج ۲ ص ۵۹ نہایۃ الارب نویری درامار ی ۲۴۴ و اعمال الاعلام لسان الدین بن الخطیب در یادگاری مقامین ج ۲ ص ۴۷۵

جعفر بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۷)

سنہ ۳۷۳ھ ۹۸۳ء - سنہ ۳۷۵ھ ۹۸۵ء

جعفر خانوادۂ کلبیہ کا رکن رکین اور سابق فرمانروا جابر بن القاسم کا چچازاد بھائی تھا، اوس کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت پر محمد بن جعفر بن حسن (بانی دولت) بن علی بن ابی الحسین،

جعفر مصر مین شعبۂ وزارت کے کسی جلیل القدر عہدے پر فائز تھا، اور العزیز کو اس پر کامل اعتماد تھا، جس کی وجہ سے حکومت کے معاملات مین دخیل رہتا تھا اسلئے اوسکو مصر چھوڑنا ناگوار گذرا اور یہ تقرر پسند نہ آیا، لیکن مصر مین اس کی روز افزون ترقی، اور بارگاہ خلافت مین اس کی پذیرائی و رسوخ مصر کے وزیر اعظم یعقوب بن کلس کو کھٹک رہی تھی، اس لئے وہ موقع کا منتظر تھا، اور کسی مناسب طریقہ سے مصر سے اوس کو علحدہ کرنا چاہتا تھا، اسی اثنا مین سابق فرمانروائے صقلیہ جابر کی شکایتین دربار خلافت مین پہنچین، ابن کلس نے موقع کو مغتنم سمجھا، اور اس عہدہ کے لئے جعفر کا نام پیش کر دیا، جعفر خانوادۂ کلبیہ کا رکن تھا، اور اس عہدہ کیلئے کسی کلبی فرمانروا کی ضرورت تھی، پھر یعقوب بن کلس کی شخصیت بھی ایسی نہ تھی کہ جعفر اوس کا کھلا ہوا مقابلہ کرتا، اس لئے جعفر نے خاموشی سے سپر ڈال دی، اور چار و ناچار بارگاہ خلافت کی اس پیشکش کو قبول کر لیا،

جعفر کا ورود صقلیہ

جعفر بری راستہ سے ساحل میرہ ہو کر مصر سے روانہ ہوا، مشہور ترکی قائد بکتگین اقائی محمود غزنوی بھی جعفر کا ہمسفر تھا، یہ لوگ بروز چہار شنبہ ۲۵ صفر ۳۷۳ھ ۹۸۳ء کو المنصوریہ پہنچے اور پھر جعفر منصوریہ مین چند دن کے قیام کے بعد صقلیہ روانہ ہوا، اور جابر سے حکومت کا جائزہ لے لیا، [۱]

---

[۱] ابو الفداء ج ۲ ص ۷ ، ۹ ، اعمال الاعلام یادگاری ج ۲ ص ۸ ، ۴۴ و نہایۃ الارب ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ ،

جعفر ایک ہوشمند مدبر فرمانروا ثابت ہوا، حکومت کی تمام بدانتظامیون کی اصلاح کی، اور انتظام مملکت مین مصروف ہوگیا، اور ایک سال مین حکومت مین جو جو خرابیان پیدا ہوگئی تھین، وہ درست ہوگئین، اور ایک عمدہ نظم ونسق قائم ہوگیا،[1]

رمطہ اور طبرمین کو عیسائیون کے حوالہ کرنے کا دوبارہ فرمان

کچھ دنون کے بعد جعفر کو ایک مشکل درپیش ہوئی، واقعہ یہ تھا کہ خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کے حرم مین ایک عیسائی خاتون سیدۂ عزیزہ کے لقب سے تھی، جو العزیز کو دل سے عزیز تھی اوس نے اپنی رسوخ واثر سے صقلیہ کی سیاسیات مین مداخلت کی، اور صقلیہ کے عیسائی قیدیون کے آزاد کرنے اور عیسائیون کے ان شہرون کو جنھین ایک مرتبہ المعز بھی عیسائیون کو واپس کردینے کا حکم نافذ کرچکا تھا، انھین واپس کردینے کا حکم جاری کرایا،

چنانچہ "سیدہ عزیزہ" کا بھائی جو راہب بھی تھا، ایک فرمان لے کر جعفر کے پاس پہنچا، کہ صقلیہ کے شہر میقس رمطہ اور طبرمین کو اس راہب کے سپرد کردے، اور اوس کے پاس جسقدر پرانے اور نئے عیسائی قیدی ہین اُن سب کو بھی اس کے حوالہ کردے،

جعفر کا بہ لطائف الحیل ٹالنا

العزیز کا یہ فرمان صقلیہ مین اس مرتبہ بھی اوسی قدر ناپسندیدہ سمجھا گیا جس قدر اس سے پہلے اس قسم کے فرمان پر برہمی ظاہر ہوچکی تھی، لیکن جعفر نے احمد کے برخلاف ہوش وخرد سے کام لیا اور حکمت عملی سے اس پر غالب آنا چاہا، چنانچہ جب وہ راہب ایک مہینہ کے بعد صقلیہ پہنچا، تو جعفر نے اوس کا پرتپاک خیرمقدم کیا، اور اوسکو اپنا مہمان بنایا، لیکن رازداری کے ساتھ اس پر سخت نگرانی رکھی کہ وہ صقلیہ کے عیسائیون مین سے جنلوگون سے ملنا چاہے، اونھین اس سے ملنے سے باز رکھا جائے، یہان تک کہ چار مہینے اسی طرح بلطائف الحیل گذر گئے، اوسکے بعد اوس نے العزیز کے فرمان کی تعمیل کا خیال ظاہر کیا، اور فرمان کے دوسرے ٹکڑے یعنی عیسائی قیدیون کو اوس کے حوالہ کردینے کی تعمیل اس دلچسپ طریقہ سے کی کہ عیسائیون مین جس قدر بوڑھے

---

[1] ابن خلدون ج ۲ ص ۲۱،

بوڑھیان، مریض، اپاہج، اور لنگڑے لولے تم سب کو جمع کرکے اوس کے سپرد کیا، اور اوس سے کہا کہ اوسکو یہان قیام کرنے کی اجازت نہین وہ ان سب کو ساتھ لیکر یہان سے فوراً کوچ کرجائے،

چنانچہ وہ راہب حیران وششدر صقلیہ سے اون سب عیسائیون کو ساتھ لے کر اوٹھ کھڑا ہوا، اور سیدھے قسطنطنیہ چلا آیا، اور وہان پہنچ کر العزیز کو ایک مکتوب کے ذریعہ تمام سرگذشت لکھ بھیجی،

ادھر جعفر نے بھی العزیز کے سامنے اپنی جوابدہی کا سامان کیا کوئی معقول عذر موجود نہ تھا، اس لئے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، جو کارگر نکلی، چنانچہ اوس نے صقلیہ سے راہب کی روانگی کے بعد نہایت رازداری سے ایک اندلسی جہاز خریدنے کا حکم دیا، اور پھر اس مین ہر قسم کے عمدہ اندلسی ساز وسامان مہیا کئے، پھر صقلیہ مین مشہور کرایا کہ یہ جہاز یہان اس کے پاس ابن ابی عامر فرمانروائے اندلس کا فرستادہ آیا ہے، اس کے بعد العزیز کو حسب ذیل مکتوب بھیجا:-

"فرمانروائے اندلس کا پیغام آیا ہے، کہ مین اسکی اطاعت قبول کرلون، اور اس قبول اطاعت کے ساتھ یہ بھی شرط ہوگی کہ مین اس امر مین قطعاً خودمختار رہونگا کہ جب چاہون اندلس سے قطع تعلق کرکے اپنی خودمختاری کا اعلان کردون"

اس وقت امر واقعہ یہ تھا کہ صقلیہ کی حکومت کلبیہ معناً خودمختار تھی محض ایک رسمی حیثیت سے اس کا مصر سے تعلق قائم تھا، اس لئے جعفر کی یہ چال چل گئی، اور اس خط سے العزیز کافی متاثر ہوا، اور اوسکے جواب مین اوس نے ایک طویل مکتوب لکھا، جسمین جعفر کو خانوادہ کلبیہ کی اطاعت شعاری یاد دلائی، کہ وہ اور اوس کے تمام آباؤ اجداد اوسکی اور اوس کے ماسلف خلفاء کی اطاعت کرتے رہے، اور یہ یاد دلانے کے بعد اوسکو اپنے آبا واجداد کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی، اور خصوصاً جعفر کے باپ محمد دادا حسن اور خانوادہ کلبیہ کے دوسرے اراکین عمار اور علی وغیرہ کو نام بنام مثال مین پیش کیا، اور سب سے آخر مین فرمانروائے

اندلس کی دعوت کو رد کر کے وفادارانہ طور پر اوسکی اطاعت پر قائم رہنے پر شکریہ ادا کیا،

یہ خط جس لب ولہجہ مین آیا، اوسکے بعد جعفر کے اوس سنگین جرم پر باز پرس کا کوئی سوال ہی باقی نہین رہا، اور اس طریقہ سے وہ چند شہر عیسائیون کی اس دوسری مرتبہ کی کوشش کے باوجود مسلمانون کے قبضہ مین باقی رہ گئے،[1]

وفات وجانشینی جعفر اسی طرح حسن تدبیر سے فرمانروائی کرتا رہا، لیکن افسوس ہے، کہ زیادہ دنون تک اوسکو فرمانروائی کا موقع نہ مل سکا، اور ٣٧٥ھ ٩٨٥ء مین اوس کا انتقال ہوگیا، جعفر کے بجائے اوس کے بھائی عبد اللہ نے جگہ لی،

علم وفن کی ترقی جعفر امور مملکت مین دستگاہ رکھنے کے علاوہ اہل علم کا بھی نہایت قدر دان تھا، اہل علم وشعراء سے اوس کا دربار بھرا رہتا، اور اونھین انعام واکرام سے مالامال کرتا، اس لئے اوسکے چند سالہ دور حکومت سے صقلیہ مین ایک علمی فضا پیدا ہوگئی[2] جس کی تفصیل جلد دوم مین آئے گی،

عبد اللہ بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (٨)

٣٧٥ھ ٩٨٥ء - ٣٧٩ھ ٩٨٩ء

عبد اللہ، اپنے بھائی جعفر کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا، اوس نے بھی اپنے بھائی کے نقش قدم کی پیروی کی، پیشقدمیون کا سلسلہ چھیڑا، توقع تھی کہ اوس کے حسن سیرت، تدبر اور مآل اندیشی سے ملک کو فلاح پہونچیگا" لیکن زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی اور چند سال مین انتقال ہوگیا، لسان الدین ابن الخطیب نے تاریخ وفات یوم سہ شنبہ ۲۳ رمضان ٣٧٥ھ ٩٨٥ء لکھی ہے، لیکن ابن خلدون اور ابو الفداء ٣٧٩ھ ٩٨٩ء لکھتے ہین،

جانشین عبد اللہ نے اپنے حین حیات مین اپنے لڑکے ابو الفتوح کو اپنا جانشین بنایا،[3]

---

[1] اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۷۴، [2] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۲۱، [3] اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۷۹، [4] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱ ابو الفداء ج ۲ صفحہ ۹۷،

ثقۃ الدولہ ابوالفتوح یوسف بن عبداللہ کلبی فرمانرواے صقلیہ (۹)

سنہ ۳۷۹ھ ۹۸۹ء - سنہ ۳۸۸ھ ۹۹۸ء

ابوالفتوح یوسف اپنے باپ کی جگہ صغرسنی مین تخت حکومت پر بیٹھا، تخت نشینی کے بعد خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کی طرف سے فرمان ولایت آیا، اور ثقۃ الدولہ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ مین نظام حکومت کے سنبھالنے کی ایسی بہترین صلاحیت تھی کہ ابتک اوسکی نظیر فرمانروایان کلبیین مین نظر نہین آئی تھی، حکومت کے نظم ونسق کو درست رکھنے کے ساتھ اوس نے اٹلی کی ریاستون کو بھی مطیع کرلیا،

اٹلی کی ریاستون کی اطاعت

اٹلی مین اوتھو دوم کی شکست کے بعد مختلف ممالک کے عیسائی فرمانرواؤن کی جو کانفرنس ہوئی تھی، اوس کے بعد اٹلی کی اسلامی نوآبادیون پر عیسائیون کی تاخت شروع ہوگئی تھی، ثقۃ الدولہ نے ان عیسائی حملون کا جواب دیا، اور ان مین اس قدر کامیاب ہوا کہ عرب مورخین باتفاق لکھتے ہین کہ اٹلی کی تمام عیسائی حکومتین اوسکے سامنے سرنیاز جھکانے پر مجبور ہوگئین، جس سے مسلمانان ایطالیہ امن وامان کی زندگی بسر کرنے لگے، اور صنعت وحرفت اور تجارت مین روزافزون ترقی کرنے لگے

صقلیہ کا عمرانی شباب

اٹلی کی ریاستون کو مطیع کرنے کے بعد یہ صقلیہ مین امن وامان سے حکومت کرنے لگا، صقلیہ کے اسلامی عہد مین اس کا عہد حکومت تمدنی حیثیت سے بہترین سمجھا جاتا ہے، ہر قسم کی تمدنی ترقیان: نظام حکومت، علوم وآداب، صنعت وحرفت، زراعت اور تجارت اپنے معراج کمال پر پہنچی، ملک مین نہایت فارغ البالی کا دار دورہ شروع ہوا، اور معاشی واقتصادی حیثیت سے ایسی مرفہ الحالی رہی کہ عرب مورخین کے بقول اوس کی نظیر دوسرے ملکون مین اوسوقت معدوم تھی، خصوصاً جب علم تھا

اسلئے اربابِ علم وفضل کا قدر دان تھا، اون پر بے دریغ دولت نثار کرتا، اور اوسکی داد دہش سے ہر کہ ومہ فیضیاب ہوتا، دُور دُور کے اہلِ علم اور شعرا، اس کی بخششون اور قدر افزائیون کا شہرہ سن کر کھینچ کھینچ کر صقلیہ چلے آتے اور صرف اوسی کی ذات خاص سے صقلیہ اس عہد مین علم وفن اور شعر وادب کا ایک مرکز بنگیا، اوس کے دربار مین شعر وادب کی محفلین گرم رہتین، درباری وغیر درباری شعراء کا یہ جمگھٹا لگا رہتا، مفسرین ومحدثین وفقہاء ومتکلمین اور اطباء کی قدر افزائی ہوتی، اور اوس کی قدردانی سے ان کے علم وعرفان کی بارش سے پورا جزیرہ سیراب ہوتا،

خلیفۂ فاطمی العزیز کی وفات،

العزیز باللہ نے ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء مین وفات پائی، اوس کی مدتِ حکومت ۲۱ سال اور چند ماہ رہی، یہ ایک نیک سیرت فرمانروا تھا، وفات کے وقت اسکی عمر صرف ۴۲ سال چند ماہ کی تھی، اس کے بعد اوس کا لڑکا ابو علی منصور فرمانروا ہوا، اور الحاکم بامر اللہ کا لقب اختیار کیا،

الحاکم بامر اللہ خلیفہ فاطمی مصر

۳۸۶ھ / ۹۹۶ء — ۴۱۱ھ / ۱۰۲۰ء

الحاکم ۱۱ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا، ابتداءً وزارتِ عظمٰی کے منصب پر العزیز کی وصیت کے مطابق برجوان فائز تھا، اس خاندانِ کلبیہ کا رکن رکین اور فاتحِ طبرمین ابو محمد حسن بن عمار اوسکی طرف سے نیابۃً فرائضِ وزارت ادا کرتا لیکن پھر حسن ابن عمار نے اقتدار حاصل کر کے امین الدولہ کے لقب سے قلمدانِ وزارت سنبھال لیا،[۱]

امین الدولہ حسن بن عمار ثقۃ الدولہ فرمانروائے صقلیہ کا چچازاد بھائی تھا، اس لئے اس دور مین صقلیہ کی مرکزی حکومت مصر پر بھی خانوادۂ کلبیہ کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا، جس کے اثرات صقلیہ پر بھی پڑتے تھے،[۲] چنانچہ الحاکم کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد حکومتِ کلبیہ صقلیہ کی روایات مین ایک اور

---

[۱] مقریزی ج ۲ ص ۱۶۷ وابن خلدون ج ۴ ص ۵۶، [۲] ابوالفدا ج ۲ ص ۹۷، وابن خلدون ج ۴ ص ۵۶

اضافہ ہوا، یعنی ثقۃ الدولہ کے حین حیات ہی مین اوس کا لڑکا جعفر بارگاہِ خلافت کی جانب سے اوس کا ولی عہد نامزد کیا گیا، اور اوس کی تصدیق مین الحاکم کا ایک فرمان صقلیہ مین شایع ہوا[1]،

ثقۃ الدولہ کی علالت اور حکومت سے کنارہ کشی

عجب اتفاق کہ اس فرمانِ ولیعہدی کی اشاعت کے کچھ دنون بعد ۳۸۸ھ ۹۹۸ء مین ثقۃ الدولہ پر اچانک فالج کا حملہ ہوا، جس سے اوس کا بایان پہلو مفلوج ہو گیا، اور داہئین پہلو پر بھی کچھ نہ کچھ اثر پڑا، اس لئے وہ اپنی زندگی ہی مین اپنے لڑکے جعفر کے حق مین حکومت سے دستکش ہو گیا[2]،

ثقۃ الدولہ کا عہدِ حکومت

ثقۃ الدولہ کا عہدِ حکومت جس شان و شوکت اور فارغ البالی سے صقلیہ مین گذرا وہ ایک یادگار تھا، عام مورخین نے اوس کے عہدِ حکومت کا جو تذکرہ کیا ہے اس مین اوس کے ذاتی اوصاف و خصائل اور طرزِ حکومت، اور اس کے عہد مین صقلیہ کی عام ارزانی کا نہایت پرشکوہ الفاظ مین ذکر کیا ہے، ابن خلدون کہتا ہے :-

"اس کی جلالتِ شان اور فضل و کرم سے اوس کے پیشرو فرمانرواؤن کو لوگ بھول گئے"

ابن عذاری کہتا ہے :-

"اوس کے زمانہ مین لوگ اپنی بہترین خواہشون کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے، اور تمام کام اوس کی وجہ سے ٹھیک تھے، اوس نے رومی ممالک کو مسخر کر لیا، اور اوسکی فیاضی اور عدل کا جس کثرت سے ظہور ہوا بہت سے ملکون مین اوس کا وجود نہین پایا جاتا"

اسی طرح لسان الدین بن الخطیب لکھتا ہے :-

"اوس کے زمانہ مین لوگون کے ایامِ زندگی اُن کی بہترین خواہش کے مطابق بسر ہوتے تھے، اوس نے ملک کو پورے طور پر اپنے قابو مین کر لیا تھا، رومیون کو فرمانبردار بنا لیا اور تمام کام اوس کے درست ہو گئے

---

[1] نہایۃ الارب درامارى ص ۲۴۲ [2] ابو الفدا جلد ۲ ص ۹۷، و نہایۃ الارب درامارى ص ۲۴۲،

اور اوس نے لوگون پر اس قدر فیاضیان کین کہ حد بیان مین نہین آسکتین، چنانچہ اس کے ممالک مین جسقدر عدل آسایش اور امن وامان تھا وہ سب کو معلوم ہے[1]

کچھ دنون کے بعد اوس نے صقلیہ سے ہجرت کی، جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا، جس وقت وہ صقلیہ سے ترک سکونت کرکے روانہ ہوا ہے، اوسکے جود وسخا اور عام داد و دہش اور بخششون کے باوجود اوسکی ذاتی ملکیت کا ایک انبار اُس کے ساتھ تھا، اوسکی ذاتی ملکیت کا اندازہ نمونہ کے طور پر اس سے لگایا جاسکتا ہے، کہ اوسکے پاس ۱۴ ہزار باڑے ایسے تھے جنمین صرف اونٹ اور گھوڑے باندھے جاتے تھے، خچرون کے باڑون کا شمار ان سے علحدہ ہے، اور ہجرت کے وقت ۶ لاکھ ۷۰ ہزار دینار اپنے ساتھ نقد مصر لے گیا،[2]

تاج الدولہ وسیف الملۃ جعفر بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۰)

سنہ ۳۸۸ھ ۹۹۸ء – سنہ ۴۱۰ھ ۱۰۱۹ء

لقب اور لوائے فاطمی جعفر کی تخت نشینی کے چند دن بعد دربار خلافت سے فرمان ولایت موصول ہوا، اور اوسکے ساتھ الحاکم نے لوائے فاطمی اور تاج الدولہ سیف الملۃ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا،

صقلیہ کی مرفہ الحالی جعفر بھی اپنے باپ ہی کی طرح کرّ و فر اور شان و شکوہ کے ساتھ حکومت کرنے لگا،[3] اور امور مملکت اور طرز حکومت مین ثقۃ الدولہ کی روش کی پیروی کی، چنانچہ اوس کے دور حکومت مین بھی صقلیہ اپنے مرفہ الحالی، امن وامان اور نظام حکومت کے لحاظ سے نہایت آسودہ حال رہا، ابن خلدون وغیرہ نے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ہے،

اس کے عہد حکومت کی مرفہ الحالی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے، کہ جب سنہ ۳۹۵ھ ۱۰۰۴ء مین افریقیہ

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۰، ابن عذاری حوادث سنہ ۳۷۹ھ اعمال الاعلام در گاری ج ۲ ص ۴۷۹ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۱ والبو الفدا ج ۲ ص ۲۰ [3] نہایۃ الارب در اماری ص ۲۴۲ والبو الفدا ج ۲ ص ۹۸،

مین شدید قحط پڑا، اور ملک پر مصائب نازل ہوئے تو لوگ ہجرت کر کر کے صقلیہ آنے لگے، صاحب معالم الایمان افریقہ کے قحط کے سلسلۂ بیان مین جو کچھ لکھتا ہے، اوس سے صقلیہ کی عام مرفہ الحالی اور ملکی نظم ونسق اور امن و امان کا اندازہ ہوتا ہے، وہ لکھتا ہے :-

> اس سال (یعنی ۳۹۵ھ) مین افریقہ مین شدید قحط پڑا، جس مین نہایت قیمتی جانین ضایع ہوئین، گاؤن کے گاؤن اور اکثر آباد شہر صاف ہوگئے، بازار اور مسجدین سنسان ہوگئین، یہان تک کہ بہائم بھی معدوم ہوگئے، چنانچہ اسی سال علما، اور صالحین کی ایک کثیر تعداد نے اس دار فانی سے رحلت کی، اور اسی وجہ سے افریقہ کے عام باشندون، بازاری لوگون اور دہقانیون کے علاوہ معززین وذی اثر اشخاص کی ایک کثیر تعداد افریقہ سے صقلیہ چلی گئی کیونکہ وہان کا نرخ نہایت سستا تھا، راستے پرامن تھے، اور سلطان عادل تھا،[1]

دیباچۂ زوال،

صقلیہ مین دولت کلبیہ کے قیام کو پچاس برس سے اوپر گذر چکے تھے، اس اثنا مین نو دس فرمانرواؤن نے نسلاً بعد نسلٍ فرمانروائی کی، اس پنجاہ سالہ مدت مین صقلیہ کے سرکش عیسائی علاقہ کی سرکوبی کے علاوہ اٹلی کی عیسوی ریاستون کو زیر کرلیا، اور امن وسکون سے صقلیہ مین فرمانروائی کرتے رہے، اور یہان نظام حکومت کی درستی، امن وامان کا قیام، ملک کی مرفہ الحالی، نرخ کی عام ارزانی، زراعت صنعت اور حرفت کی روز افزون ترقی، دولت وثروت کی بہتات، علم وآداب کی گرم بازاری، فرمانروایان صقلیہ کی اہل علم کی قدر شناسی اون کے جود وکرم اور داد ودہش کی فراوانی، اور اون کا شاہی کر و فر، لاؤ لشکر، خدم وحشم، چتر وجلوس، جاہ وحشم اور شوکت وشان اپنے حد کمال کو پہنچ گئی،

اس لئے ضرور تھا کہ اصول توریث حکومت کے عام قانون کے مطابق اس کا ردعمل بھی شروع

---

[1] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱، معالم الایمان ج ۳ صفحہ ۱۶،

ہو جائے، اور اب اس کا آغاز خانوادۂ شاہی کی باہمی رقابت سے ہوتا ہے،

شاہی خاندان مین باہمی رقابت

چنانچہ تاج الدولہ کی تخت نشینی و فرمانروائی کے سولہ سترہ برس بعد ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء مین اس کے بھائی علی نے اوس کے خلاف خروج کیا، اوس نے صقلیہ کے مختلف بربری قبیلون اور خاندان کلبیہ کے موالی کو اپنا ہمنوا بنایا تھا، اور انھی دونون کو اپنے زیر علم لیکر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار بنکر آگے بڑھا،

چونکہ صقلیہ کی شاہی فوج زیادہ تر انھی دونون جماعتون بربر اور موالی پر مشتمل تھی، اسلئے یہ بغاوت یکگونہ کامیاب ہوئی اور تاج الدولہ کے لئے اس کا فرو کرنا کچھ آسان نہ تھا، تاہم ابھی فوج کا ایک کثیر حصہ اوس کا مطیع و منقاد تھا تاج الدولہ نے ادھی کی امداد سے بھائی کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر تیار کرکے روانہ کردیا، اور نتیجہ کا انتظار کرنے لگا،

یہ جنگ بلرم کے قریب یوم چہار شنبہ، شعبان ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء کو پیش آئی، شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا بربر و موالی کی ایک کثیر تعداد تہ تیغ ہوئی، اور جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور خود علی زندہ گرفتار ہو کر بھائی کے دربار مین پیش کیا گیا،

علی کا قتل

تاج الدولہ کا باپ ثقۃ الدولہ اسی مفلوج حالت مین ابھی تک زندہ تھا، وہ اس برادرانہ جنگ کو نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا، پھر علی کو پابہ جولان دربار مین دیکھا، لیکن اس کی جان نہ بچا سکا، تاج الدولہ نے اوسکے قتل کا فیصلہ صادر کردیا، یہ سانحہ ثقۃ الدولہ کے لئے اور زیادہ روح فرسا ثابت ہوا، اوسکو نہایت کرب و بےچینی سے اپنے سرکش لڑکے کی تڑپتی ہوئی لاش کا منظر دیکھنا پڑا، علی کے قتل کا واقعہ اوس کے خروج کے ٹھیک آٹھوین دن پیش آیا،

تاج الدولہ کی ایک اہم سیاسی غلطی

تاج الدولہ کا غصہ صرف علی کی جان لیکر فرو نہین ہوا، اس کے بعد اوس کا جذبۂ انتقام قبائل بربر و موالی کی طرف رجوع ہوا، اور ایک ایسی سیاسی غلطی کر بیٹھا

جس سے نہ صرف دولت کلبیہ کا آیندہ چل کر خاتمہ ہوا بلکہ وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے زوال کا بھی ایک سبب قرار پا سکتا ہے،

قبائل بربر و موالی کا استیصال

یہ سیاسی غلطی اس کے ایک فرمان کا اعلان اور اوسکی تعمیل ہی، اوس نے جذبۂ انتقام مین یا اپنے نقطۂ نظر سے صقلیہ کو آیندہ کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے صقلیہ سے بربر اور موالی کے قطعی استیصال کا فیصلہ کر لیا، حالانکہ باغیون کی جماعت مین ان جماعتون کے تمام افراد شامل نہ تھے، لیکن اوسکو ان دونون جماعتون سے بالکل بے اعتمادی ہو گئی، اور صقلیہ کو ان کے وجود سے خالی کرانا چاہا، چنانچہ پورے جزیرہ مین یہ ایک عام حکم جاری کر دیا کہ

"دولت کلبیہ کے قلمرو سے تمام بربر اپنے پورے اہل وعیال کے ساتھ جلاوطن کر دئے جائین اور شاہی موالی مین سے ایک ایک شخص چن چن کر قتل کر دیا جائے،،

فرمان شاہی کی فوراً تعمیل ہوئی، بربر تو ایک ایک کر کے افریقہ چلے آئے، اور موالی مین سے ہر ایک شخص بلا استثنا وہین صقلیہ مین ذبح کر دیا گیا،

ایک نئی فوج کی ترتیب اور اوس کے نتائج

صقلیہ کی شاہی فوج مین غالب تعداد انھی دونون جماعتون کی تھی، اس لئے بربریون کی جلاوطنی اور موالی کے اس قتل عام سے صقلیہ کی فوجی چھاونیان خالی ہو گئین، تاج الدولہ نے ان خالی چھاونیون کو باشندگان صقلیہ کی "وطنی فوج" سے آباد کیا، اور افریقی عہدیدار اور "صقلی فوج" کے امتزاج سے صقلیہ مین ایک نظام حکومت قائم کیا گیا،

لیکن یہ تاج الدولہ کی ایک ایسی سیاسی غلطی تھی، جس سے دولت کلبیہ کی بنیاد متزلزل ہو گئی، کیونکہ اولاً تو فوج کی تعداد بہ نسبت پہلے کے بہت کم رہ گئی، اس کے علاوہ اونھین لوگون کو حکومت کی محافظت سپرد کی گئی ہے، کل تک جن کی خود نگرانی کیجاتی تھی، اور ملک کو اون کے آئے دن کی بغاوتون سے بچایا جاتا تھا، اس لئے اب صورت حال یہ تھی کہ حکومت کے انتظامی صیغون کو نہ اس وطنی فوج پر

اعتماد تھا، اور نہ وطنی لشکر کو حکومت کے عہدیدارون پر اعتماد تھا، چنانچہ رفتہ رفتہ حکومت کے رعب و داب مین فرق آتا گیا، یہان تک کہ باشندگانِ صقلیہ کے دلون سے حکومت کی حقیقی ہیبت و عظمت زائل ہو گئی، اور اس طریقے اس کے اقتدار کو استقدر شدید صدمہ پہنچا کہ چند ہی سال مین ایک محض معمولی بات پر تاج الدولہ کے خلاف ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا ہو گیا،

حسن بن محمد باغائی

تاج الدولہ کے عہد مین وزارتِ عظمیٰ کے عہدہ پر ایک شخص حسن بن محمد باغائی سرفراز تھا، تاج الدولہ نے امورِ مملکت کو تمام و کمال اسی کے سپرد کر دیا تھا باغائی نے استبداد پسند طبیعت پائی تھی، اور مزاج مین کسی قدر رعونت بھی تھی، لشکر کے قائدین سے اون کے شایانِ شان نہ ملتا، صقلیہ کے اہل علم اور صالحینِ امت کے مراتب کا لحاظ نہ کرتا، اون لوگون سے اپنے حسب منشا کام لینا چاہتا اور اسمین ناکامی ہوتی، تو اون کی توہین و تذلیل کے علاوہ ان پر مظالم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا، علاوہ ازین شاہی خاندان مین بھی باہمی رقابت پیدا ہو چکی تھی، اون پر بھی مظالم ہوتے رہتے، اس لئے باغائی سے باشندگانِ صقلیہ خوش نہ تھے، اور ادھر حکومت کا وقار پہلے ہی اوٹھ چکا تھا، لوگ موقع کے منتظر تھے، کہ اسی اثنا مین باغائی نے ۴۱۰ھ ۱۰۱۹ء مین صقلیہ کے طریقِ خراج مین کچھ ترمیم کی، جس سے باشندگانِ صقلیہ مین عام بے چینی پیدا ہو گئی،

قانونِ محاصل مین ترمیم،

اب تک صقلیہ کا رواجی قانونِ محاصل یہ تھا، کہ لگان پیداوار یا زمین کے اعتبار سے لئے جانے کے بجائے ہل بیل کی تعداد کے لحاظ سے وصول کی جاتی،

باغائی نے اس رواجی قانون مین ترمیم کی اور اسلامی ممالک کے عام قانونِ خراج یعنی عُشر کو رائج کر دیا،

تاج الدولہ پر یورش

اگرچہ اس جدید قانون مین فی نفسہ کوئی نقص نہین تھا، بلکہ یہ اون عام طریقو نکی پیروی تھی جو دیگر اسلامی ممالک مین رائج تھی تاہم باشندگانِ صقلیہ کی حیلہ جوئی کے لئے یہ بہانہ کافی تھا، چنانچہ اسی بنیاد پر حکومت

کے خلاف ایک عظیم الشان بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی ، اور ایک مشتعل مجمع قصر حکومت کی جانب روانہ ہوا، مجمع کے غیظ وغضب اور اشتعال کا یہ عالم تھا کہ اس ٹڈی دل مجمع مین حملہ آور نوجوانون کے علاوہ بچے اور بوڑھے بھی شریک تھے، حکومت کی فوج پہلے سے بے قابو تھی، چنانچہ یہ غضب آلود مجمع بغیر کسی مزاحمت کے شاہی محل تک پہنچ گیا، تاج الدولہ روپوش ہوگیا، مجمع قصر شاہی کی عمارت پر چارون طرف سے ٹوٹ پڑا، جس سے محل کو بھی کچھ نقصان پہنچا، اور قریب تھا کہ تاج الدولہ بلوائیون کے پنجہ مین گرفتار ہوجائے کہ اچانک ثقۃ الدولہ یوسف محل سے باہر نکلا، اور اسی کی دستگیری اوس کے کام آئی،

ثقۃ الدولہ یوسف کی دست اندازی

ثقۃ الدولہ یوسف اگرچہ سالہا سال سے صاحب فراش تھا، تاہم فینس پر سوار ہوکر بلوائیون کے سامنے آیا، یوسف اس وقت بھی باشندگان صقلیہ کا محبوب تھا، اور اوسکی شخصیت اب بھی محبت وعقیدت کا مرکز تھی، اوس کو دیکھتے ہی اوس کے عہد حکومت کی یاد تازہ ہوگئی، مجمع اخلاص وعقیدت سے اس کی تعظیم مین سروقد آگے بڑھا، اور اوسکی فینس کو ہر طرف سے گھیر لیا، مجمع کی اس وقت عجب کیفیت تھی، یوسف سامنے تھا، اور اس کے مبارک عہد کا ایک ایک واقعہ یاد آرہا تھا، اور ادھر خود یوسف موجودہ حالات سے سخت روحانی کرب وبےچینی مین مبتلا تھا جس کے اثرات سے اُس کا بیمار وغمزدہ چہرہ اور زیادہ پژمردہ ہوگیا تھا، آخر مجمع بھی اس پردرد منظر کی تاب نہ لاسکا، اور مجمع کی آہ وبکا اور گریہ وزاری سے ایک حشر برپا ہوگیا،

تاج الدولہ کی معزولی کا مطالبہ

یوسف یہ دیکھکر مجمع کو تسلی وتشفی دینے لگا، پھر نہایت شفقت اور محبت سے اُس کو خطاب کیا، اور تاج الدولہ کے خلاف اوس کے تمام مطالبات دریافت کئے اور اوس کے منظور کرلینے کا وعدہ کیا، جس پر مجمع نے بےتکلفی سے اُس سے تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا مطالبہ کیا اور باغائی کو مجمع مین طلب کیا گیا،

تاج الدولہ کی معزولی اور اسکی جانشینی کا فیصلہ مجمع کی مرضی پر

چنانچہ یوسف نے مجمع کا مطالبہ فوراً منظور کرلیا، اور اسی مجمع مین تاج الدولہ کی معزولی کا اعلان کردیا، اور مزید برآن اوس کے بجائے کسی نئے فرمانروا کے انتخاب کا مسئلہ اسی کی مرضی پر چھوڑ دیا جس نے ثقۃ الدولہ کے دوسرے لڑکے احمد المعروف بہ اکحل کو نامزد کیا،

باغائی کا حشر

اس کے بعد مجمع کا دوسرا مطالبہ پورا کرنے کیلئے باغائی کو طلب کیا گیا، وہ جیسے ہی مجمع مین پہنچا، مشتعل مجمع ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑا، اور اوسی وقت اوسکو قتل کرڈالا، اور پھر مجمع نے فرط مسرت سے اس مقتول کے سر کی تشہیر جلوس کی شکل مین پورے شہر مین کی، اور پھر جوش انتقام مین اوسکی بیحرمتی کیلئے اس کی لاش کو آگ مین جلادیا، باغائی کے ساتھ اس کا ایک عزیز ابو رافع نامی بھی تہ تیغ ہوا،

تاج الدولہ جعفر کی صقلیہ سے ترک سکونت

ثقۃ الدولہ یوسف کو باغائی کا حشر دیکھ کر باشندگان صقلیہ کے جوش انتقام کا اندازہ ہوا، اور اوس کو جعفر کی جان کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے اوس نے اس کے لئے یہی مناسب سمجھا، کہ وہ صقلیہ کو خیرباد کہدے، چنانچہ نہایت پوشیدہ طور پر اوسکو ایک جہاز پر سوار کرکے مصر روانہ کردیا،

یہ واقعات یوم دوشنبہ ۶ محرم ۴۱۰ھ ۱۰۱۹ء کو پیش آئے،

تائید الدولہ احمد الاکحل بن ثقۃ الدولہ یوسف کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۱)

۴۱۰ھ ۱۰۱۹ء — ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء

امن و امان کا قیام

احمد الاکحل صقلیہ کی عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی نہایت جانفشانی سے صقلیہ کے حالات کی اصلاح و درستی مین مصروف ہوا، جسمین اوسکو کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی، کیونکہ وہ باشندگان صقلیہ کے انتخاب ہی سے سربرآرائے حکومت ہوا تھا، اسلئے لوگون نے قیام امن و امان

مین اس کا ہاتھ بٹایا، اور بلا استثناء ہر جگہ امن وامان قائم ہو گیا، اور صقلیہ کے تمام شہر اور قلعے مطیع و منقاد ہو گئے،

فرمان تقرر اور خطاب

پھر کچھ دنون کے بعد خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی طرف سے اوسکو ضابطہ کا فرمان ولایت موصول ہوا، اور اوس کو تائید الدولہ کے لقب سے سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ کی مصر کو روانگی

اس طرف صقلیہ مین کچھ دنون جو حالات رونما ہوئے، اور شاہی خاندان کی رقابت کا جس طرح آغاز ہوا، اور اوس کے جو نتائج برآمد ہوئے، ثقۃ الدولہ یوسف اس عالم پیری مین اون سے گھبرا اوٹھا، اور اوس نے صقلیہ پر مصر کے قیام کو ترجیح دی، اور یہان امن وامان کے قیام کے بعد مصر روانہ ہو گیا، اور وہین سکونت اختیار کر لی،

وہ اپنے ساتھ دولت وثروت کا ایک بڑا انبار بھی لیتا گیا، جس مین چھ لاکھ ستر ہزار دینار نقد تھے[1]،

الحاکم خلیفہ فاطمی کی گمشدگی، اور جانشینی

اسی اثنار مین مرکزی حکومت مین ایک اہم واقعہ پیش آیا، وہ خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی گمشدگی ہے، سوئے اتفاق سے الحاکم مرض خفقان مین مبتلا تھا، اس لئے تخت حکومت پر بیٹھنے کے چند سال بعد اوس سے نہایت ناشایستہ حرکتین سرزد ہوئین، اور بالآخر انھی حرکتون سے اوسکی جان گئی، اور وہ ماہ شوال سنہ ۴۱۱ھ ۱۰۲۰ء مین یکایک لاپتہ ہو گیا، اوس نے کل پچیس سال ایک مہینہ حکومت کی، اوس کی گمشدگی یا قتل کے بعد اسکی بہن نے اوس کے نوعمر لڑکے ابو الحسن علی کو اس کا جانشین بنایا، اور وہ الظاہر لاعزاز دین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا،

---

[1] نہایۃ الارب دراماری ص ۴۴۴، وابن اثیر، ج ۱۰ ص ۱۳۰ وابن خلدون ج ۴ ص ۴۱۰، وابوالفداء ج ۲ ص ۹۷، وکتاب المونس ص ۸۶، ابن خلدون کے نسخہ مین احمد الاکحل کا لقب "اسد الدولہ" چھپ گیا ہے،

الظاہر لاعزاز دین اللہ ابو الحسن علی بن الحاکم خلیفہ فاطمی مصر

سنہ ۴۱۱ھ ۱۰۲۰ء - سنہ ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء

الظاہر نے ۱۶ برس کی عمر مین تاج خلافت سر پر رکھا، اور عید اضحیٰ کے دن اس کی خلافت کا جشن منایا گیا، اولاً امورِ مملکت کی نگرانی الحاکم کی بہن نے اپنے ہاتھ مین لی، پھر چار سال کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، اور مختلف امرائے دولت وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہونے لگے[1]

صقلیہ کی فوجی طاقت کا استحکام

تائید الدولہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے معاملات کو نہایت مطمئن طریقہ سے روبہ اصلاح لے آیا، فوجی طاقت پر خصوصیت سے توجہ کی، اور تاج الدولہ کے عہد حکومت کی ناعاقبت اندیشانہ حکمتِ عملی سے جو خرابیان پیدا ہو گئی تھین، اون کے دور کرنے کی کوشش کی، اور اپنی پوری قوت سے فوجی طاقت کو مستحکم کیا،

اٹلی مین نارمنون کی آمد،

صقلیہ مین ادھر یہ حالات رونما تھے، ادھر جنوبی اٹلی مین مسلمانون کے خلاف ایک نئی صورتِ حال قائم ہو گئی، یعنی اوسی زمانہ مین یورپ کی ایک وحشی قوم نارمن کو اقتدار حاصل ہوا جس کے تفصیلی حالات آیندہ صفحات مین آئین گے،

اتفاق وقت کہ سنہ ۴۰۷ھ ۱۰۱۶ء مین کچھ نارمن یروشلم کی زیارت سے واپس آ رہے تھے، کہ سلرنو کے قریب ان کا جہاز تباہ ہو گیا، یہ لوگ ظاہری شکل و صورت مین قوی ہیکل اور جنگجو تھے، اور ان کی بہادرانہ و جنگجویانہ اور قزاقانہ روایات بھی یورپ مین شہرت پا چکی تھین، اس لئے اٹلی مین ان کے اتفاقاً آ جانے پر شاہِ سلرنو نے اون کے خدمات حاصل کر لئے، اسی زمانہ مین صقلیہ مین تاج الدولہ کے خلاف رعایا کے جذبات برانگیختہ

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۵۶ و خطط مقریزی ج ۲ ص ۱۶۷،

تھے، اسلئے شاہ سلرنو نے صقلیہ کی ان سیاسی پیچیدگیون سے فائدہ اوٹھایا، اوران نارمنون کی اعانت سے اٹلی کی اسلامی آبادیون پر جارحانہ حملے شروع کردیے[۱]

اٹلی پرتاخت

جب صقلیہ مین تاج الدولہ کی معزولی کے بعد سکون پیدا ہوا، اور تائید الدولہ نے فوجی طاقت درست کرلی، تو اوس نے اٹلی پر حملہ آوری کا اہتمام کیا، اور صقلیہ سے متعدد مہمین روانہ کین، کبھی کبھی خود اپنی قیادت مین لشکر لے کر وہان پہنچا، نہین معلوم ان اسلامی لشکرون کا مقابلہ شاہ سلرنو کے متاجر نارمن سپاہیون سے بھی ہوا یا نہین، لیکن عرب مورخین کے بیان کے مطابق اس زمانہ کی یہ اسلامی مہمین اٹلی مین نہایت کامیاب ہوئین، اسلامی لشکر کو ہر جگہ فتحیابی ہوئی، اور غلبہ و استیلا کے ساتھ لوٹ مار غارتگری، آتش زدگی حصول زر اور قیدیون کی گرفتاری کے بہ کثرت واقعات پیش آئے، اور یہ لشکر وہان سے کامیاب ہو ہو کر صقلیہ لوٹ آتے رہے[۲]

تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کی ناعاقبت اندیشی

اگرچہ تائید الدولہ کو یہ کامیابیان حاصل ہوئین، اور اٹلی کی عیسوی حکومتون کے متاجر سپاہی بھی بہ ظاہر انکا راستہ روک سکے، لیکن دوسری طرف اس کے بعض نتائج بد صقلیہ مین ظاہر ہوئے، اور پھر بالواسطہ اون کے اثرات اٹلی پہنچے۔

تائید الدولہ جب ان مہمون مین اٹلی جاتا، تو انصرام حکومت کے لئے اپنے لڑکے جعفر کو اپنا قائم مقام بنا جاتا، جعفر نوعمر و ناتجربہ کار تھا، اون امور کا لحاظ نہ کرسکا، جو صقلیہ کے اس نازک دور مین فرمانروائی کے لئے ضروری تھے، اور جنھین سامنے رکھ کر تائید الدولہ فرمانروائی کرتا تھا، چنانچہ تائید الدولہ کی عدم موجوگی مین ملک کی فضا پھر خراب ہونے لگی، اہل صقلیہ کو رفتہ رفتہ حکومت کے خلاف شکایتین پیدا ہوگئین، اور جب تائید الدولہ اٹلی کے آخری سفر سے صقلیہ لوٹا، تو یہان تمام بنا بنایا کھیل بگڑ چکا

---

[۱] تاریخ یورپ الیور تھیچر وفرڈینڈ شیول حصہ اول (ترجمہ شایع کردہ جامعہ عثمانیہ) صہ ۲۱۵ [۲] ابن اثیر ج ۱۰ صہ ۱۳۰ ونہایۃ الارب درا ماری صہ ۴۴۴۔

تھا، اور وہ یہان آکر انھی سیاسی پیچیدگیون کے حل کرنے مین مصروف ہوگیا[۵] لیکن یہ گتھیان سلجھنے کے بجاے اور الجھ گئین، جسکی تفصیل آیندہ آتی ہے،

صوبہ قلوریہ سے اسلامی اقتدار کا زوال

اسی نازک دور مین جب تائید الدولہ صقلیہ کی پیچیدگیون کے حل کرنے کی ناکام کوششون مین مصروف تھا، اٹلی کے قلوریہ (کلیریہ) کے مسلمانون اور اسلامی آبادیون پر ایک ایسی آفت ناگہانی آئی، جس سے قلوریہ مین مجاہدین کی سہ صد سالہ جانبازیون و خون فشانیون کے اثرات یکلخت زائل ہوگئے،

جب وہ نارمن سپاہ جو ۴۰۷ھ/۱۰۱۶ء مین ریاست سلرنو مین متاجر سپاہ بن گئی تھی، اٹلی کی اسلامی ریاستون اور آبادیون کو لوٹ مار کر مال غنیمت اور انعام و اکرام سے لدی پھندی اپنے وطن نارمنڈی پہنچی، تو اون کے ہموطنون مین اس کا شہرہ ہوا، اور پیشۂ قزاقی کے خوگر وحشی نارمنون کے جرگے جوق در جوق اٹلی آتے گئے، اور یہان کی عیسوی ریاستون مین ملازم ہوتے گئے،

اسی اثنار مین تائید الدولہ کے اون حملون سے جو ابھی وہان کئے گئے تھے، عیسوی حکومتون مین جوش و خروش پھیلا، اور اونھون نے اٹلی سے اسلامی ریاست اور اسلامی آبادیون کا نام و نشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا، اور ایک نارمن سردار کی سرکردگی مین زور و شور سے حملے شروع ہوگئے، اور جلد جلد صوبہ قلوریہ کے مختلف اسلامی شہرون پر قبضہ ہونے لگا، اور مسلمانان اٹلی کے دردناک مصائب کا آغاز ہوگیا،

اس کے بعد اس نارمن سردار نے چند اہم مقامات پر جنگی عمارتین تعمیر کین اور ایک مفتوح اسلامی شہر کو مرکز قرار دے کر نارمن حکومت کی تشکیل کرلی،

---

[۵] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۴، ابو الفداء ج ۲ ص ۷، ۹ و ۲۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص کتاب المونس ص ۸۷،

یہ مسلمانانِ اٹلی کی شومیٔ قسمت تھی کہ اون پر یہ اچانک متفقہ حملے ایسے وقت مین شروع ہوئے، جب اون کی پشت پناہ حکومت، دولتِ کلبیہ صقلیہ خود اپنے مصائب مین گرفتار تھی، چنانچہ فرمانروائے صقلیہ تائید الدولہ ایسے اہم اور نازک موقع کے ہونے کے باوجود مسلمانانِ اٹلی کی کوئی مدد نہ کرسکا،

جب حکومتِ صقلیہ کی طرف سے کوئی مدافعانہ بیڑا روانہ نہ ہوسکا، تو مغرب کی اسلامی حکومتون مین سے حکومت صنہاجیہ مین جنبش پیدا ہوئی، اس وقت افریقیہ پر ایک بیدار مغز اور غیور فرمانروا المعز کے لقب سے حکمران تھا، وہ اٹلی کے مسلمانون کے مصائب کے حالات سنکر کچھ تو اخوتِ اسلامی سے اور کچھ اس لئے کہ اٹلی مین افریقیہ ہی کے مسلمان خاندان آباد ہین، اون کی امداد کے لئے تیار ہوا، اور افریقیہ مین مسلمانانِ اٹلی کے مصائب کی پر درد داستان کے ذریعہ سے مذہبی جہاد کا وعظ کہلایا، اور مجاہدین جوق درجوق اس فوج مین شریک ہونے لگے،

جب پورا لشکر تیار ہوگیا، تو چار سو ۴۰۰ جہازون کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحلِ افریقیہ سے اٹلی کی طرف روانہ ہوا، کہ نارمنون کا استیصال کرکے قلوریہ مین اسلامی اقتدار کو دوبارہ قائم کردے لیکن قضاؤ قدر کا فیصلہ اوس کے برعکس ہوچکا تھا، چنانچہ وہ عظیم الشان امدادی بیڑا، افریقیہ سے ابھی تھوڑی ہی دور آگے بڑھا تھا کہ جزیرۂ قوصرہ کے قریب سمندر مین سخت طوفان آیا، اور بادِ مخالف کے سخت جھونکون، اور سمندر کی تلاطم خیز موجون سے پورا بیڑا غرقاب ہوگیا، صرف تھوڑے سے آدمی بچ گئے، جو افریقیہ چلے آئے، اور اوسی وقت قلوریہ کے حرمان نصیب مسلمانون کا آفتابِ اقبال غروب ہوگیا،

اٹلی کے صوبۂ قلوریہ سے مسلمانون کا باضابطہ تعلق ۲۲۵ھ ۸۳۹ء مین پیدا ہوا، اور ۴۱۶ھ ۱۰۲۵ء مین اونھین زوال آیا، اس اثنا مین کم وبیش دو سو ۲۰۰ برس تک مسلمانون نے یہان حاکمانہ اقتدار قائم رکھا، یہان ان کی آزاد و خودمختار حکومت اٹلی کی مختلف عیسوی حکومتون کے درمیان اس طرح قائم رہی، کہ ان

مین جس کے ساتھ اوسکی قوتِ بازو شامل ہوجاتی تھی وہ قوی ہوجاتی تھی،

صوبہ انجبردہ کی منظم اسلامی حکومت کا خاتمہ تو خود مسلمانون کی خانہ جنگیون سے ہوچکا تھا جس کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، اب صوبہ قلوریہ کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ان نارمنون کے ہاتھون ہوا، قلوریہ مین مسلمانون کو متعدد شہرون اور قلعون پر اقتدار حاصل رہا، اور وہ مقامات مستقل اسلامی آبادیون اور بستیون کی حیثیت سے روشناس رہے، اور ایسی بعض آبادیان صوبہ قلوریہ کے علاوہ بعض دیگر حصص مین نارمنون کے اس حملہ کے بعد بھی انفرادی طور پر باقی رہین، اور اونھین بعد مین زوال آیا جس کا تذکرہ آیندہ آۓ گا،

اٹلی مین مسلمانون کے قیام کا سب سے بڑا مقصد تجارتی ترقی تھا، وہ آزادانہ طور پر وہان قیام رکھ کر تجارت کرتے، اور ان آبادیون کی حیثیت بڑی حد تک تجارتی کوٹھیون کی تھی، تجارت کی ترقی کے لئے اونھین صنعت وحرفت پر خصوصیت سے توجہ تھی، اس لئے صنعتی حیثیت سے مسلمانانِ اٹلی اس عہد کی ترقی یافتہ قومون مین شمار کئے جاتے تھے،

مسلمانانِ قلوریہ نے اپنی اون اسلامی آبادیون اور بستیون کی آزادی اسلامی حکومتِ صقلیہ کے زیر سایہ ہمیشہ برقرار رکھی، ان پر جب کبھی کسی عیسوی حکومت نے نظر اٹھائی، صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اپنی پیشقدمیون سے اوس کا جواب دیا، یہی وجہ ہے کہ اٹلی مین اسلامی حکومتِ صقلیہ کی بہ کثرت پیشقدمیان نظر آتی ہین،

قلوریہ سے اسلامی اقتدار کے زوال کے بعد وہان سے مسلمانون کی ایک بڑی جماعت جس مین علماء اور صالحین اور اہل علم بھی تھے، ہجرت کرکے صقلیہ اور اٹلی کے صوبہ انکبردہ کی بعض اسلامی آبادیون مین چلی آئی اور جو ستم زدہ وہین رہ گئے، اونھین اونکی نسلون کو اسلام سے بیگانہ ہوجانا پڑا،

صوبہ انجبردہ کی اون اسلامی آبادیون تک جو ابھی تک انفرادی طور پر قائم رہ گئی تھین، نارمنون کو دسترس حاصل نہین ہوا، اور اون کی انفرادی خودمختاری کچھ اور دنون تک برقرار رہی،

صقلیہ پر بیزنطی حملہ انھی دنون حکومت بیزنطی کے فرمانروا باسل ثانی (سنہ ۳۵۲ھ ۹۶۳ء – ۴۱۶ھ ۱۰۲۵ء) کو صقلیہ پر حملہ آوری کا خیال پیدا ہوا، اور ۴۱۶ھ ۱۰۲۵ء مین ایک عظیم الشان بیڑا صقلیہ روانہ کرنا چاہا، لیکن اوسکی اچانک موت سے یہ تیار شدہ بیڑا درہم برہم ہو گیا، ؎۱

تائید الدولہ کی نفاق انگیزی صقلیہ مین تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کے طرزِ عمل سے رعایا اور حکومت کے درمیان جو کشمکش شروع ہو گئی تھی، تائید الدولہ نے اوس سے نکلنے کے لئے ایک نئی تدبیر اختیار کرنی چاہی، وہ رعایا کے درمیان باہمی نفاق انگیزی تھی،

صقلیہ مین اوس وقت دو قسم کے مسلمان آباد تھے، کچھ خانوادے ایسے تھے، جو افریقیہ سے آکر آباد ہوئے تھے اور کچھ ایسے تھے، جو اسی سرزمین کے قدیم باشندے تھے اور اونکے گھرانے ایک زمانہ سے مسلمان تھے صقلیہ کے مسلمانونکی یہی ایک بڑی تقسیم افریقی و صقلی جماعتون کے نام سے ہو سکتی تھی، اسلئے تائید الدولہ کو انھی دونون قسم کے مسلمانون کو باہم تقسیم کرکے اونھیں ایک دوسرے کے مدِّ مقابل لانے کا خیال پیدا ہوا، اور اس کے لئے اوس نے خفیہ ریشہ دوانی شروع کر دی، چنانچہ اوس نے وطنی و غیر وطنی کا سوال اوٹھانے کیلئے اولاً صقلی مسلمانون مین سے معزز و ذی اثر اشخاص کو از راہِ دوستی اپنے یہان مدعو کیا، اور اون سے اس مقصد پر دیر تک گفتگو کرتا رہا جس کا ماحصل یہ تھا کہ اہلِ افریقیہ جو یہان اجنبی حیثیت رکھتے تھے صقلیین پر مستولی ہو گئے ہین، اُن کی جائداد و املاک اور دولت و ثروت مین شریک و سہیم بن گئے ہین، ضرورت ہے کہ ان ناانصافیون کا تدارک کیا جائے،

؎۱ اسٹوری آف دی مینٹس بیزنٹائن ایمپائر، ج ۳۰ ص ۴۴۴ و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (سسلی) ج ۲۵ ص ۳۲ طبع یازدہم، انسائیکلوپیڈیا مین سنہ ۱۰۲۵ء کے بجائے سنہ ۱۰۲۷ء ہے، اور یہ تصریح ہے کہ باسل نے اپنا بیڑا روانہ کر دیا، لیکن اوس کی خبرِ وفات سے وہ صقلیہ تک نہین پہنچ سکا، لیکن یہ صحیح نہین ہے باسل دوم سنہ ۱۰۲۷ء سے پہلے سنہ ۱۰۲۵ء ہی مین وفات پا چکا تھا، اور اسکی تصریح مذکورۂ بالا حوالہ کے علاوہ اسی انسائیکلوپیڈیا کی ایک دوسری جلد مین باسل دوم کے سوانحِ حیات کے ماتحت موجود ہے، (ج ۳ ص ۴۶ طبع یازدہم)

صقلی جماعت کے مدبرین دوراندیش تھے، اس خوفناک سازش مین شریک ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور تائید الدولہ کو صفائی سے جواب دیدیا:-

"یہ ممکن نہین اب ہمارے اون کے ازدواجی تعلقات قائم ہوچکے ہین، اور ہم دونون ایک دوسرے سے نسبی قرابتون سے وابستہ ہین، اور ہم دونون بمنزلہ واحد کے ہوچکے ہین"

جب تائید الدولہ اس صقلی جماعت کی طرف سے مایوس ہوا، تو اوس نے دوسرے فریق کو ٹٹولنا چاہا، اس دوسرے گروہ پر اس کا جادو چل گیا، اور صقلیہ کے افریقی مسلمان، اور حکومت مین صقلی باشندون کے خلاف جن مین مسلم و غیر مسلم دونون تھے، اتحاد قائم ہوگیا، اور اس سازش اتحاد کے بعد حکومت کو رعایا کی ایک جماعت کی تائید حاصل ہوگئی، اور وقتی طور پر تائید الدولہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوگیا،

اس کے بعد اسی سازشِ اتحاد کے رو سے صقلیہ کے افریقی مسلمان حکومت کے مختلف شعبون مین پیش پیش ہوگئے، اعلیٰ عہدون پر بیش قرار تنخواہون کے ساتھ سرفراز ہوئے، اون کی جائدادین خراج سے آزاد کی گئین، اور ہر ممکن طریقہ سے انھین صقلی مسلمانون اور غیر مسلمون پر فوقیت دینے کی کوشش کیگئی، اولاً ان سے اعلیٰ عہدے خالی کرائے گئے، پھر حکومت کے صیغۂ مالیہ کا توازن قائم کرنے کیلئے افریقی مسلمانون کی اون جائدادون کے محاصل کے عوض جو خراج سے آزاد کیگئی تھین، اہلِ صقلیہ کی جائدادون پر خراج کا مزید بار ڈالا گیا، اور پھر اہلِ افریقیہ کی پاسداری مین ہر ہر قدم پر ان کی حق تلفی کیجانے لگی،

صقلی جماعت کی المعز صنہاجی سے استمداد

صقلی مسلمان واقعات کی اصل تہ سے واقف تھے، کہ وہ تمام حقوق و مراعات جن سے اہلِ افریقیہ اس وقت فائدہ اوٹھا رہے ہین، اس سے پہلے خود ان کے سامنے پیش کئے جاچکے تھے، اور وہ اون کو رد کرچکے تھے، اس لئے ایسی صورت مین ان ناانصافیون پر حکومت کو دوبارہ توجہ دلانا لاحاصل تھا، اسلئے وہ حکومت کے طریقِ عمل کی اصلاح و درستی سے مایوس ہوگئے، اور اس کے بجائے اوس کا حل ایک دوسری شکل مین تلاش کیا، وہ حکومت صنہاجیہ افریقیہ سے استمداد تھی، چنانچہ نہایت خوشی سے اہلِ صقلیہ کا

ایک وفد المعز صنہاجی فرمانروائے افریقیہ کی خدمت مین استمداد کے لئے حاضر ہوا،

المعز اگرچہ ابھی تک خلفائے فاطمی کا ماتحت خیال کیا جاتا تھا، لیکن اوس کے شیعی مذہب کو ترک کر کے سنی المذہب ہو جانے سے وہ حقیقی تعلقات جو ان دونون مین ہونے چاہئے تھے، قائم نہین رہے تھے، اور پھر فرمانروایانِ کلبیین کے شیعی ہونے سے افریقیہ اور صقلیہ مین بھی کچھ اچھے مراسم قائم نہین [1] تھے، کیونکہ المعز افریقیہ مین شیعون کیلئے شمشیر برہنہ تھا، مذہبی عصبیت ان دونون حکومتون مین مخلصانہ تعلقات کے قائم ہونے مین مانع تھی، جس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے، کہ ۴۰۹ھ ۱۰۱۶ء مین شیعون کی ایک جماعت نے جو دو سو ۲۰۰ سوار دن پر مع اہل وعیال کے مشتمل تھی، افریقیہ کے مظالم سے عاجز آ کر صقلیہ کو اپنی پناہ گزینی کے لئے منتخب کیا، اگرچہ اوسکو صقلیہ پہنچنے کا موقع نہین ملا، اور ایک گاؤن مین قتل کر دی گئی [2]، تاہم اس سے ان دونون حکومتون کے تعلقات کا اندازہ ہو جاتا ہے،

---

[1] المعز حکومتِ صنہاجیہ کا چوتھا فرمانروا تھا، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، خلیفہ فاطمی المعز نے یوسف بلکین صنہاجی کو افریقہ کی فرمانروائی سپرد کی تھی، یوسف کے بعد منصور بن یوسف اور پھر بادیس بن منصور فرمانروا ہوئے، بادیس کا ۴۰۶ھ ۱۰۱۵ء مین انتقال ہوا، اوران تینون کے عہدِ حکومت مین افریقیہ اور مصر کے تعلقات ویسے ہی رہے، جیسے کہ مصر وصقلیہ مین اس وقت تک قائم ہین، بادیس کے بعد اوس کا لڑکا المعز آٹھ سال اور چند مہینے کی عمر مین تختِ حکومت پر بیٹھا، اتفاق سے اوسکی تعلیم وتربیت ایک ایسے شخص کی نگرانی مین ہوئی، جو فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ مین سے مذہب مالکی کا پیرو تھا، اوس نے آہستہ آہستہ المعز کو مذہب اسماعیلی سے برگشتہ کر کے مذہب اہلِ سنتہ کی دعوت دی، اور اس مذہب کی طرف اوس کو مائل کر لیا، یہ واقعہ سیاسی حیثیت سے افریقیہ کے لئے نہایت اہم ثابت ہوا، کیونکہ اگرچہ افریقیہ پر اسماعیلی ایک صدی سے زیادہ سے حکمران تھے، لیکن باشندگان افریقیہ کی عام آبادی اپنے آبائی مذہب اہل السنتہ والجماعۃ پر قائم تھی، اس لئے جب المعز کے تبدیلِ مذہب کے رجحانات کی خبر افریقیہ مین شایع ہوئی تو اہلِ افریقیہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی، اور شیعہ سنی کے فرقہ وارانہ جذبات جواب سرد پڑ چکے تھے، پھر سے تازہ ہو گئے، اور اہل افریقیہ ایک مرتبہ آخری فیصلہ کر کے سرزمین افریقیہ سے شیعون کو نیست ونابود کرنے کا فیصلہ کر بیٹھے، چنانچہ المعز کے سال جلوس کے دوسرے ہی سال جب افریقیہ کے عوام کو ایک موقع پر المعز کے مذہب اہلِ سنت کی طرف مائل ہونے کا علم ہوا، تو وہ جذبات سے مغلوب ہو کر اس نشہ مین کہ اب صاحبِ تاج وتخت بھی انکا ہمنوا ہے، شیعون کے استیصال کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے اور افریقیہ مین

اس لئے جب صقلی وفد نے المعز کی خدمت مین پہنچکر اوس کو صقلیہ کی صورتِ حال سے آگاہ کیا، اور اس سے یہ تہدید آمیز درخواست کی کہ یا تو حکومتِ افریقیہ، جزیرہ صقلیہ کو اپنے ممالکِ محروسہ مین داخل کر لے، اور اہلِ صقلیہ کو دولت کلبیہ سے آزاد کرائے، ورنہ وہ مجبور ہون گے کہ عیسائیون کو بلا کر اس اسلامی جزیرہ کو اون کے سپرد کر دین[1]

افریقیہ کا حملہ صقلیہ پر

المعز انھی حالات کی بنا پر صقلیہ کی حملہ آوری پر تیار ہو گیا، اور اپنے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی مین چھ سو سپاہیون کا ایک مختصر دستہ روانہ کیا، جسمین تین سو سوار تھے تاکہ وہ صقلیہ کی فوج کی امداد سے غلبہ حاصل کرے، یہ افریقی لشکر انھی اہلِ صقلیہ کی رہنمائی مین صقلیہ پہنچا، اور دار الحکومت بلرم کی طرف روانہ ہو گیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۹) سنہ ۴۰۷ھ ۱۰۱۶ء مین شیعون کا ایسا دردناک قتل عام ہوا کہ سرزمین افریقیہ تھرا اوٹھی،

اس طریقہ سے المعز کے تخت نشین ہونے کے دوسرے سال ہی اس کے اور فاطمیین کے درمیان بنائے اختلاف پیدا ہو گئی لیکن اب صنہاجیون نے افریقیہ مین پوری قوت حاصل کر لی تھی، اس لئے فاطمیین کے لئے یہی بسا غنیمت تھا کہ افریقیہ مین فاطمی سکہ و خطبہ جاری رہے، یہی وجہ تھی کہ سنہ ۴۰۷ھ ۱۰۱۶ء مین شیعون کے قتل عام پر حکومت فاطمی مصر نے کوئی احتساب نہین کیا بلکہ المعز کو مطیع و فرمانبردار رہنے کے لئے اوس پر اخلاقی دباؤ ڈالا، ہر دو چار برس پر خلعت اور تحائف مصر سے آتے، مختلف مواقع پر بلند خطابات عطا کئے جاتے، اور اس طریقہ سے اس کا وہ اعزاز و اکرام ہوا، جو اس کے آبا و اجداد کو بھی انکی بہترین وفاداریون کے باوجود نصیب نہین ہوا تھا، لیکن فاطمیین کی شومئ قسمت سے ان کی یہ سب کوششین بے سود ثابت ہوئین اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق سنہ ۴۳۵ھ ۱۰۴۳ء مین اور ابن عذاری کے بیان کے رو سے سنہ ۴۴۰ھ ۱۰۴۸ء مین الامیر شرف الدولہ، عضد الدولہ المعز ابن بادیس نے فاطمیین کی اطاعت کا جوا اوتار پھینکا، اور افریقیہ مین ان کا خطبہ و سکہ موقوف ہو گیا اور اون کے بجائے خلافتِ عباسیہ سے افریقیہ کا دوبارہ تعلق قائم ہوا، اور خلیفہ عباسی القائم بامر اللہ نے المعز کو الملک الاوحد ثقۃ الاسلام شرف الامام عمدۃ الانام ناصر الدین اللہ قاهر اعداء اللہ و موید سنۃ رسول اللہ صلعم ابو تمیم المعز بن بادیس کے خطاب سے سرفراز کر کے فرمان ولایت بھیج دیا (ابن اثیر و ابن عذاری)

[2] ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۳۴۸

[1] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۳ و نہایۃ الارب ورا ماری صفحہ ۴۴۲،

اہلِ صقلیہ اس حملہ آور فوج کے لانے والے تھے، اور صقلیہ کی شاہی فوج مین صقلیین ہی کی زیادہ کثرت تھی، اس لئے شاہی فوج کا ایک بڑا حصہ قدرتی طور پر جنگ سے الگ ہو گیا، اس لئے عبد اللہ چند معرکہ آرائیون کے بعد بہت جلد دار الحکومت خالصہ کی شہر پناہ کے نیچے پہنچ گیا، اور تائید الدولہ اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ خالصہ کے قلعہ مین محصور ہو گیا،

اہلِ صقلیہ مین اختلاف اور تائید الدولہ کا قتل،

چند دن اسی حال مین گذرے، اس اثنا مین تائید الدولہ اپنی صقلی فوج کو ہموار کرنے مین مصروف رہا، اور اس کی کوششون سے اسکی نمک خوار سپاہ اوس کی امداد کے لئے تیار ہو گئی، اور قریب تھا کہ حالات بدل جائین کہ اسی اثنا مین اوس جماعت کو جو افریقی فوج کو اپنے ساتھ صقلیہ لائی تھی، تائید الدولہ پر دسترس حاصل ہو گیا، اور اوس نے موقع پاتے ہی نہایت عجلت سے اوس کو قتل کر ڈالا، اور سر کاٹ کر المعز کے پاس افریقیہ بھیج دیا، یہ واقعہ ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء مین پیش آیا،[1]

اہلِ صقلیہ اور افریقیہ مین جنگ

تائید الدولہ کے اس قتل سے فتنہ اور زیادہ برانگیختہ ہوا، اور اوس کی موید جماعت دولت کلبیہ کی حمایت پر آمادہ ہو گئی، اور اون لوگون کے خلاف جو افریقیہ سے فوج لے آئے تھے، آوازین بلند ہوئین، لیکن دوراندیشون نے مصلحت اندیشی سے کام لیا، اور اون لوگون سے کوئی اشتعال انگیز برتاؤ کرنے کے بجائے، بحث و تمحیص سے اون کو ہموار کرنا شروع کیا، کہ اس غیر ملکی قبضہ کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہ ہوگا، چنانچہ پھر ان لوگون کی بھی رائے بدل گئی، اور اب یہ جماعت بھی عبد اللہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئی، اور اوس کے خلاف متفقہ مقابلہ کے لیے صقلیہ کی ایک بڑی فوج میدان مین اوتر آئی،

عبد اللہ کے لئے یہ حالات خلافِ توقع تھے، وہ صرف اہلِ صقلیہ کی امداد کے بھروسہ پر مٹھی بھر فوج لے کر آیا تھا، تاہم اوس نے مقابلہ کیا، اور اوس کے تین ۳۰۰ سو جانباز سپاہی پہلے ہی حملہ مین تہ تیغ ہو گئے، اوس کے بعد وہ اپنی باقی ماندہ فوج لیکر افریقیہ واپس چلا گیا،[2]

---

[1] ابنِ خلدون کے نسخہ مین ۴۱۶ھ ہے لیکن صحیح نہین ہے۔ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۲، ابن خلدون

خلیفہ فاطمی مصر کی وفات اور اوس کا جانشین،

اسی سال ماہ شعبان ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء مین خلیفہ فاطمی الظاہر لاعزاز دین اللہ نے وفات پائی، کل مدتِ خلافت ۱۶ سال اور کچھ مہینے رہی، اس کے بعد اوس کا لڑکا ابو تمیم معد المستنصر بامر اللہ کے لقب سے تختِ خلافت پر بیٹھا،[۱]

المستنصر بامر اللہ ابو تمیم معد بن الظاہر خلیفہ فاطمی

۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء - ۴۸۷ھ ۱۰۹۳ء

المستنصر نے بھی اپنے باپ کے نقشِ قدم کی پیروی کی، اور امورِ مملکت کو وزراء کے سپرد کر دیا، اور باوجودیکہ صقلیہ مین اس وقت اہم انقلابات ہو رہے تھے، لیکن خلافتِ فاطمی کی طرف سے کوئی مداخلت نہین ہوئی،

دولتِ کلبیہ کا زوال،

کلبی فرمانروا کا انتخاب

صقلیہ مین تائید الدولہ کے قتل اور افریقی لشکر کی واپسی کے بعد انقلاب انگیز اضطراب پیدا ہو گیا، حکومت کا رعب و داب جاتا رہا، اور شورہ پشت جماعتون کے سرگروہ کو اقتدار حاصل ہو گیا، اور وہی لوگ صقلیہ کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بن بیٹھے، ان لوگون نے افریقی فوج کی واپسی کے بعد مجلس شوریٰ منعقد کی، اور تائید الدولہ کے چھوٹے بھائی حسین کو صمصام الدولہ کا لقب دیکر رسمی طور پر برائے نام تختِ حکومت پر بٹھا دیا،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۱) ج ۹ ص ۲۱ و ابوالفداء ج ۲ ص ۹۰، ابن اثیر کے نسخہ مین افریقی فوج کے مقتولین کی تعداد آٹھ سو مکتوب ہے، لیکن یہ نسخہ کا اختلاف ہے "ثلاثمایہ" "ثمانمایہ" ہو گیا، کیونکہ فوج کی مجموعی تعداد صرف ۶۰۰ تھی نویری ابن خلدون اور ابوالفداء مین یہی تعداد ہے، لیکن اماری نے ابوالفداء کے دو نسخون سے نقل کیا ہے، ایک مین "ثمانمایہ" اور ایک مین "ثلاثمایہ" ہے

[۱] ابن خلدون ج ۴ ص ۶۲

صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۲)

۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء - ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء

صمصام الدولہ وہ آخری بدبخت کلبی تاجدار ثابت ہوا، جس کو ایک دن بھی سکون سے حکومت کرنا نصیب نہین ہوا، جن شورش پسندون نے اُس کے سر پر تاج رکھا، دارالحکومت پر عملاً وہی قابض ہوگئے، اور عمال حکومت کا عزل ونصب اور ہنگامۂ دار وگیر برپا کردیا، جس سے شہر کے معززین سر چھپاتے پھرنے لگے، جب دارالحکومت مین یہ فضا پیدا ہوگئی، تو اورون کو بھی جرأت ہوئی، جو جس صوبہ کا گورنر تھا، وہ خود حکمران بن بیٹھا، جسکی معزولی کا پروانہ پہنچا، اوس نے اوس کو ٹھکرا کر خود مختاری کا اعلان کردیا، یہان تک کہ بعض شہرون کے حاکمون نے بھی اپنی مطلق العنانی کا اعلان کردیا، اور کسی کو مرکزی حکومت سے کوئی علاقہ باقی نہین رہ گیا، ابن اثیر اور عام مورخین لکھتے ہین:-

> "حالات مین عام اضطراب پیدا ہوگیا، رذیلون کو حکمرانی کا موقع مل گیا، اور ہر شخص اپنے اپنے شہر کا مطلق العنان فرمانروا بن بیٹھا"

مسینا پر بزنطی قبضہ

ایک طرف صقلیہ مین یہ اضطراب انگیز حالات طاری تھے، دوسری طرف اسی اثنا مین قیصر روم میکائل چہارم (MICHAEL IV)(۴۲۵ھ ۱۰۳۴ء - ۴۳۳ھ ۱۰۴۲ء) نے اپنے پیشرو بزنطی فرمانروا باسل دوم کی ناتمام آرزو کی تکمیل کرنی چاہی، اور صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے مذہب کے نام پر فوج جمع کی، جس مین عیسوی مذہب کے ہر فرقہ کے پیرو شامل ہوئے، اور ایک بڑا بیڑا تیار ہوا، جس کا امیر البحر اس عہد کے سب سے بڑے جنرل کپتان جارج مینکس (GEOYGEMANIACES) کو مقرر کیا گیا،

یہ بیزنطی بیڑا ۴۲۹ھ/۱۰۳۸ء میں مسینا پہنچا، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول ان حملہ آوروں کے اس حملہ کو مسلمانانِ صقلیہ کی باہمی جنگ سے تقویت پہنچی، اور وہ مسینا پر قابض ہو گئے،[1]

صقلیہ پر عیسوی حملہ کا اسی سے آغاز ہوا، اور ممکن تھا، کہ بعد میں بعض دوسرے حالات پیش نہ آجاتے، تو صقلیہ ایک مرتبہ دوبارہ بیزنطی صوبہ بن جاتا، لیکن بعد کے واقعات نے بیزنطی شہنشاہوں کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی،

دولتِ کلبیہ کا زوال

بلرم میں صمصام الدولہ کی تخت نشینی کے بعد حکومت میں جو اختلال و اضطراب پیدا ہو گیا تھا، وہ روز بروز ترقی کرتا گیا، اور ۴۲۷ھ/۱۰۳۵ء سے ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء تک چند سال یہی حالات قائم رہے، اور مظلوم صمصام الدولہ کے بنائے کچھ نہ بن سکی، آخر وہ ساعت بھی آپہنچی کہ دولتِ کلبیہ کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی گل کر دیا جائے، چنانچہ ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء میں یہ آخری کلبی تاجدار بھی تختِ حکومت سے معزول کر دیا گیا، اور اسی پر دولتِ کلبیہ کا خاتمہ ہو گیا،[2]

صمصام الدولہ معزول ہونے کے بعد خاموش بیٹھ گیا، لیکن دشمنوں نے پھر بھی اوس کی جان بخشی نہ کی، اور صقلیہ میں جلد جلد حالات بدلنے کے بعد جب ایک شخص ابن ثمنہ نامی القادر باللہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا تو اوس نے خطرات کو مکمل طور پر ختم کر دینے کے لئے صمصام الدولہ کا کام تمام کر دیا، اور اوس کے قتل کے ساتھ ہی خانوادۂ کلبیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا،

دولتِ کلبیہ پر ایک نظر

ابو الغنائم حسن بن علی بانیِ دولتِ کلبیہ ۳۳۶ھ/۹۴۷ء میں صقلیہ آیا، اور ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء میں صمصام الدولہ نے تختِ حکومت چھوڑا، اس طرح خانوادۂ کلبیہ کو کامل ۹۶ برس تک صقلیہ پر فرمانروائی کرنیکا موقع ملا،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا جلد ۲۵ ص ۳۳ و اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ ص ۲۴۶، [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۰، نہایۃ الارب درامارئی ص ۴۴۵، ابو الفدا ج ۲ ص ۹، وغیرہ،

دولتِ کلبیہ صقلیہ پر اوس کی اس ۹۶ سالہ عمر مین متعدد دور گذرے، اس کی بناؤ تاسیس حسن بن علی کے مضبوط ہاتھون سے پڑی، اور اگرچہ اس کے ولایتِ صقلیہ پر مامور ہونیکے وقت اسکے خاندان کی متوارث حکومت کا کوئی خیال نہین تھا، لیکن اوس نے اپنے اس اثر و رسوخ سے جو اس عہدہ پر فائز ہونے سے پیشتر اوس کو حاصل تھا، اور پھر صقلیہ مین آمد کے بعد اپنی دور اندیشی اور حسنِ تدبیر سے تمام بغاوتون کے استیصال کرنے اور جنوبی اٹلی مین فتوحات حاصل کرنے سے اوسکی شخصیت صقلیہ اور افریقہ دونون جگہ اس قدر نمایان ہوگئی کہ اوس نے خود صقلیہ مین دولتِ کلبیہ کی تاسیس کا خواب دیکھا، اور اپنے بجائے اپنے لڑکے احمد کو قائم مقام بنایا، پھر افریقہ پہنچ کر مرکزی حکومت مین رسوخ سے کام لیکر احمد کو صقلیہ کی مستقل ولایت کا پروانہ دلوایا، یہ اوس کی وہ پہلی کوششین تھین، جو اس خاندان کی حکومت کو عالمِ وجود مین لائین، اور اوس کے بعد ابو القاسم کے عہدِ حکومت تک صقلیہ مین جسقدر کلبی فرمانروا گذرے اونھون نے اس حکومت کی بنیادین اُستوار کین، یہی دولتِ کلبیہ کا دور اوّل تھا،

پھر اسی عہد کے آخری فرمانروا ابو القاسم کے زمانہ مین خلافتِ فاطمی کے زیر سایہ حکومتِ کلبیہ کی مکمل آزادی و خودمختاری تسلیم کرلی گئی جس کے رو سے اب خلفائے فاطمی مصر کو عملاً صقلیہ کے داخلی معاملات مین دخل اندازی کا کوئی حق حاصل نہین رہا، کلبی فرمانروا جس کو چاہتا، ولیعہد نامزد کرتا، اور خلیفہ فاطمی رسماً اوسکی تصدیق کرتا، اور سریر آرائی کے بعد اوس کو صقلیہ کی فرمانروائی کا فرمان بھیج دیتا، اور ادھر فرمانروائے کلبی کا فریضہ تھا، کہ اس حکومت کی نسبت کو خلافت فاطمی کے ساتھ برقرار رکھے، صقلیہ کی مسجدون مین جمعہ کے خطبہ مین خلیفہ فاطمی کا نام لیا جائے، اور سالانہ خراج کی ایک متعینہ رقم سال بہ سال صوبہ صقلیہ سے مرکزی حکومت کو دیجائے،

ابو القاسم کے بعد اس حکومت کا دوسرا دور شروع ہوا، جو تاج الدولہ جعفر کے نصف اول عہد حکومت تک قائم رہا، فلسفۂ تاریخ مین حکومتون کے زرین عہد سے اون کے دوسرے دور کو تعبیر

کیا گیا ہے، چنانچہ صقلیہ مین بھی یہی دور اپنے اول و آخر دونون دورون سے زیادہ شاندار رہا، تاجداران حکومت کو ہموار کی ہوئی سرسبز و شاداب زمین ملی، امن و اطمینان سے انھین کشت زاری کا موقع ملا، اور تمام سرزمین صقلیہ گلہائے زنگارنگ سے لہلہا اوٹھی، حکومت کے تمام شعبے الگ الگ مصروف عمل رہے، بلکہ اپنی اقتصادی و مالی حیثیت سے ترقی کرتا رہا، صقلیہ کی زمین خود زرخیز تھی، جب دولت کلبیہ کو اس مین تمدنی آبیاری کا موقع ملا، تو وہ سرزمین یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ کی مدنیت کا ایک ایسا اعلیٰ ترین نمونہ بن گئی، جس کی نظیر بجز غرناطہ و قرطبہ کے یورپ کے کسی دوسرے خطۂ ملک مین موجود نہین تھی، فرمانروایان کلبین نے اپنے اس دور وسطیٰ مین صقلیہ کو تمدن کی تمام نیرنگیون سے آراستہ کیا، اور ہر قسم کی تمدنی ترقیان، متمدن نظام حکومت کے مختلف شعبون، دار الوزراء، دار الکتاب، دیوان الخرج، عدالت و قضا اور دیوان نظر المظالم کا قیام، فرمانروایان حکومت کے شاہانہ شان و شوکت، اور لوازم شاہی کا اجراء، بادشاہون کے عالیشان محلات، شاہانہ چتر و جلوس، اور شاہانہ القاب و آداب، اور خطاب کا رواج، علوم و آداب، قرآن، حدیث، فقہ، کلام، طب، ادب، نحو، شعر و شاعری، اور فلسفہ و حکمت وغیرہ کی ترویج، مدارس کا قیام، علماء و شعراء کا پیشگاہ حکومت سے شاہانہ عطایا و وظائف، فنون جمیلہ اور خصوصاً فن تعمیر کی اعلیٰ ترقیان، صنعت و حرفت کی ترقی و ترویج، اور اسی طرح تجارت کی عام گرم بازاری وغیرہ اسی عہد مین معراج کمال پر پہنچین، جن کا اصل مرقع کتاب کی دوسری جلد مین نظر آئے گا،

نیز اسی عہد سے قدرۃً فرمانروایان کلبین کے عیش و عشرت کا زمانہ آیا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر شاہی خاندان کی یکجہتی مین بھی فرق آ گیا، اور تاج الدولہ کے بھائی علی کی فوج کشی سے فتنہ کا دروازہ کھل گیا، اور وہی دولت کلبیہ کے زوال کا دیباچہ بنا، اور حکومت مین روز بروز اضمحلال آتا گیا، تاج الدولہ نے قبائل بربر کی جلا وطنی، اور موالی کے قتل عام سے خود اپنے ہاتھون حکومت کی بنیاد کھوکھلی کر دی، کیونکہ اگرچہ وہ حضریت و تمدن سے آشنا تھے، لیکن اون کی بدویت

کا جو جبلی فطرت تھی، اقتضا یہی تھا کہ وہ بدویت و حضریت کے سلسلہ ارتقا کے درمیان مین رکھے جائین، اور وہ فوجی خدمات تھے، اور اسی لئے ان کی فطری بسالت و شجاعت کا سکہ پورے صقلیہ پر جما ہوا تھا، جو حکومت کے رعب و داب اور اقتدار قائم کرنے مین نہایت معاون تھا، علاوہ ازین بربریون کو یہان ہر دلعزیزی بھی حاصل تھی، اس لئے ان کے استیصال سے عام باشندگان صقلیہ کے رجحانات تاج الدولہ کی طرف سے بدل گئے، اس لئے جب باغائی کے جور و استبداد کا بہانہ ہاتھ آیا، تو بغاوت کی آگ پوری قوت سے بھڑک اوٹھی، اور تاج الدولہ کو حکومت سے دستبردار ہونا پڑا،

چنانچہ نویری نے انھی بربریون کی جلاوطنی کو تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا اصل سبب قرار دیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

وادی ذالك الی وثوب اهل	اور اس جلاوطنی کا) کا اثر یہ پڑا کہ لوگ
صقلیه به (تاج الدوله)	تاج الدولہ جعفر پر آئندہ چل کر ٹوٹ
واخراجه[1]	پڑے، اور اوس کو حکومت سے دستبردار کیا،

تاج الدولہ جعفر کی دستبرداری کے بعد ممکن تھا کہ تائید الدولہ احمد الاکحل معاملات کو سنبھال لیتا، مگر اوس کے ناخلف لڑکے جعفر نے اپنی بے راہروی سے فتنہ کو دوبارہ جگا دیا، اور پھر تائید الدولہ بھی اپنے لڑکے کی حکمت عملی کی حمایت مین آگیا، اور خود نہایت ناروا طرز عمل اختیار کر کے اپنی قبر آپ کھود لی، تائید الدولہ کے بعد دولت کلبیہ کی آخری تلوار نیام سے نکلی، اور صمصام الدولہ سریر آرائے حکومت ہوا، لیکن یہ تلوار بھی دولت کلبیہ کے ہواخواہون کے بجائے اوس کے بدخواہون کے ہاتھ لگ گئی، اونھون نے اس کی آزمایش کے بغیر اوس کو کمر سے اوتار کر پھینک دیا، اور صمصام الدولہ کے تخت سے اوترتے ہی دولت کلبیہ کا آفتاب اقبال غروب ہو گیا،

---

[1] نہایۃ الارب وراماری صہ ٢٤٢،

کلبین کے لئے یہ مایۂ ناز و افتخار ہے، کہ انھین کا وہ عہد زرین تھا، جس مین صقلیہ نے تہذیب و تمدن کا حقیقی درس حاصل کیا، اور پھر اوس نے یورپ کے ایک بڑے حصہ کو تہذیب و تمدن کا سبق سکھایا، اس لئے اگرچہ کلبیین کو زوال آگیا، تاہم صقلیہ مین اون کی پھیلائی ہوئی روشنی سے یورپ صدیون تک اُجاگر رہا،

طوائف الملوکی،

سنہ ۴۳۱ھ / ۱۰۳۹ء - سنہ ۴۴۴ھ / ۱۰۵۲ء

دولت کلبیہ کے زوال کے بعد جیسا کہ گذر چکا ہے، صقلیہ مین عام طور سے طوائف الملوکی پھیل گئی، جو شخص جس صوبہ کا گورنر یا جہان کا حاکم تھا، وہین اوس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا،

جزیرہ مین بزنطی فتوحات اور اُن کا خاتمہ

انھی دونون جزیرہ مین بزنطی جنرل مینکیس کے حملے شمالی صقلیہ مین جاری تھے، اوس کو یہان کے دورِ اختلال سے فائدہ پہنچا، اور اوس نے سنہ ۴۲۹ھ / ۱۰۳۸ء سے سنہ ۴۳۴ھ / ۱۰۴۲ء تک مین مسینا، سرقوسہ، اور بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا، اس قبضہ و استیلا مین بعض شہرون کے مسلمان حاکمون نے بھی اوس کی امداد کی،

لیکن ان بزنطی فتوحات کا دائرہ سرقوسہ کے مضافات سے آگے نہین بڑھا جب مختلف مسلمان حاکم اپنی اپنی جگہ اوٹھ کھڑے ہوئے، تو وہ سنہ ۴۳۴ھ / ۱۰۴۲ء مین بزنطی لشکر کو جزیرہ سے نکالنے مین کامیاب ہو گئے، [۱]

دار الحکومت مین ایک ہنگامی حکومت

جزیرہ مین صمصام الدولہ کے معزول کئے جانے کے بعد حالات یہ پیش آئے کہ اولاً چند دنون خاص دار الحکومت بلرم مین کوئی ذمہ دار حکومت قائم نہین ہوئی کچھ دنون کے بعد بلرم کے معززین و شرفا ایک ذمہ دار حکومت کے قیام کی کوششون مین کامیاب ہوئے،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۳۲ طبع یازدہم و اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ ص ۲۴۶،

اور بلرم مین ایک نام نہاد ہنگامی حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی، جس کی سب سے نمایان خصوصیت یہ تھی، کہ اس مین کسی شخصی واحد کو فرمانروا تسلیم نہین کیا گیا، بلکہ حکومت کی زمام اجتماعی اور مشترکہ طور پر ان سب کے ہاتھون مین رہی یا یون کہا جائے کہ بلرم کے ذمہ دار شہریون کی مجلس شوریٰ حکومت کی قائم مقام بنی،[1]

ملک مین عام طوائف الملوکی

لیکن جب مختلف صوبون اور شہرون کے با اقتدار حکمران دولت کلبیہ سے اپنی بغاوت کا اعلان کر چکے تھے، تو وہ اس نام نہاد حکومت کی اطاعت پر کیون آمادہ ہوتے، اس لئے جسے جہان موقع ملا، اوس نے اپنے ارد گرد کے شہرون پر قبضہ کر لیا، اور الگ الگ ایک ایک خود مختار حکومت قائم کر لی اور حسب ذیل حکومتین اپنی اپنی مطلق العنانی کے ساتھ قائم ہوگئین،

شمار	نام حکمران	حدود حکومت
(۱)	شرفاے بلرم	بلرم اور اوس کے مضافات،
(۲)	قائد عبد اللہ بن منکوت	مازر، طرابنش، شاقہ، مرسی علی مع مضافات،
(۳)	علی بن نعمۃ المعروف بابن حواس	قصریانہ، جرجنت، قصر نوبو مع مضافات،
(۴)	محمد بن ابراہیم بن ثمنہ	سرقوسہ مع مضافات،
(۵)	ابن الکلابی	قطانیہ مع مضافات[2]

ان کے علاوہ بھی جو جو قابل ذکر مقامات تھے وہ خود مختار ہوگئے، جن مقامات پر کسی خاص حکمران

---

[1] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۵، [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۵، ابو الفدا ج ۲ ص ۹۸، ابن خلدون کے دونون نسخے جہان پر ان متغلبین کا ذکر آیا ہے ناقص ہین، اس لئے اس کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے، اور نہ یہ سمجھا جائے کہ ان مورخین اور ابن خلدون مین کوئی اختلاف ہے، بلکہ ابن خلدون کی متن غائب ہوگئی ہے جس سے اس کی عبارت خبط اور بیان متضاد ہوگیا ہے،

کو اقتدار حاصل نہین ہوا، وہان اگر مسلمانون کی آبادی غالب تھی تو اون کا اجتماعی اقتدار قائم رہا، اور اگر عیسائی زیادہ تھے، تو وُہ اُن کے مالک بن بیٹھے، کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہین رہا،

خانہ جنگی

ان خود مختار دولِ خمسہ کے قیام کے بعد ان کی باہمی خانہ جنگی کا آغاز ہوا، اور ہر کمزور پر قوی کی نگاہ حرص پڑنے لگی، اور انھی حریفون کی باہمی نبرد آزمائی کا سلسلہ شروع ہو گیا،

ابن ثمنہ کا اقتدار برم پر اور مرکزی حکومت کی تشکیل

چنانچہ ان متغلبین مین سے حاکم سرقوسہ ابن ثمنہ آگے بڑھا، اور بلرم کی طرف پیشقدمی کی اور اس لئے کہ یہان کسی شخص واحد کا قبضہ نہ تھا، علاوہ ازین دار السلطنت پر قبضہ کر لینے کے بعد دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستون پر پیشقدمی کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آجائے کہ صقلیہ کی تمام حکومتون کو مرکزی حکومت کا مطیع و منقاد رہنا چاہیے،

بلرم کی ہنگامی حکومت پر رفتہ رفتہ یہان کی فتنہ پرداز جماعت قابض ہو چکی تھی، اوس نے ابن ثمنہ کا خیر مقدم کیا، نیز شرفائے بلرم نے بھی کوئی مزاحمت نہین کی، کہ ممکن ہو ابن ثمنہ اپنی طاقت سے صقلیہ مین کوئی مضبوط و مرکزی حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہو جائے، اور پورے صقلیہ کو پہلے کی طرح مطیع و منقاد بنالے، اس لئے ابن ثمنہ بلرم پہنچتے ہی یہان کا جائز فرمانروا تسلیم کر لیا گیا،

ابن ثمنہ نے بلرم پر قبضہ کرنے کے بعد **القادر باللہ** کا لقب اختیار کیا، یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ فرمانروایان کلبیین کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا ہے، اب صقلیہ کی جس قدر دوسری ریاستین ہین، ان کے فرمانروا ایک متغلب کی حیثیت رکھتے ہین،

صمصام الدولہ کا قتل

ابن ثمنہ نے استحکام حکومت کے لئے آخری معزول کلبی تاجدار صمصام الدولہ کو راہ سے ہٹا دینا مناسب سمجھا، کہ مبادا پھر کوئی پانسہ پلٹ جائے، چنانچہ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے صمصام الدولہ ابن ثمنہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد اوس نے اجتماعی حکومت قائم کرنے کے لئے عملی قدم اوٹھایا، اون خود سر ریاستون مین

سے قطانیہ کا حکمران ابن الکلابی سب سے کمزور تھا، اس لئے ابن ثمنہ نے اولًا اسی طرف رُخ کیا، ابن الکلابی نے مقابلہ کیا، لیکن پیش نہ پاسکا، لڑائی مین مارا گیا، اوس کے قتل کے بعد صوبہ قطانیہ کا الحاق بھی اس نام نہاد مرکزی حکومت سے ہوگیا،

اب صقلیہ مین تین متوازن طاقتین علیحدہ علیحدہ ہوگیئن، ابن ثمنہ بلرم، سرقوسہ اور قطانیہ کا فرمانروا تھا، ابن حواس قصریانہ اور جرجنت کا حکمران، اور ابن منکوت مازر، طرابنش، شاقہ، اور مرسی علی پر قابض تھا، ابن ثمنہ کی دلی آرزو تو یہی تھی کہ وہ پورے جزیرہ پر حکمرانی کرتا، لیکن یہ دونون موخر الذکر حکومتین ایسی تھین کہ ان کا بھی خاتمہ کر دیا جائے اس لئے اوس نے اپنی روش بدلی، اور ان دونون سے مساویانہ تعلقات پیدا کرنا چاہے، لیکن ابن الکلابی کے قتل کے بعد ایک دوسری دشواری بھی پیش آگئی تھی، یعنی ابن الکلابی اور ابن حواس مین مصاہرانہ تعلقات قائم تھے، اور ابن حواس کی حقیقی بہن میمونہ ابن الکلابی کے حبالۂ عقد مین تھی،

اس لئے ابن ثمنہ کو ابن حواس کی طرف سے جارحانہ پیش قدمی کا قدرتہً خطرہ پیدا ہوگیا، اسلئے ابن ثمنہ نے دور اندیشی سے کام لیا، اور میمونہ کا زمانۂ عدت ختم ہوتے ہی ابن حواس کے پاس عقد کا پیغام بھیج دیا، ابن حواس نے بھی ملک کے امن وامان کے لئے اوس کو مناسب خیال کیا، اور میمونہ ابن ثمنہ کے حبالۂ عقد مین داخل ہوگئی،[1]

جزیرہ مین امن وامان

ابن ثمنہ اور ابن حواس کا یہ جدید رشتہ جزیرہ کے فرمانرواؤن کے لئے رشتۂ اتحاد ثابت ہوا، ابنِ ثمنہ کی برتری تسلیم کرلی گئی، بلرم کی مسجدون مین اوس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، اور ملک مین ہر طرف امن وامان قائم ہوگیا،

صقلیہ کا خلافتِ فاطمی سے انتساب

علاوہ ازین چونکہ صقلیہ کے یہ سب فرمانروا دولتِ کلبیہ کے عہد کے گورنر اور

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۰ ونہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۶،

حاکم شہر تھے، اس لئے مذہباً شیعی تھے، اسی لئے قیامِ امن وامان کے بعد اُن کے تعلقات خلیفۂ فاطمی مصر سے بدستورِ سابق قائم ہوگئے، اور صقلیہ سے دولتِ کلبیہ کے زوال کے بعد خلافتِ فاطمی کا انتساب قائم رہا،[1]

ایک خانگی اختلاف اور خانہ جنگی

صقلیہ مین چند سال تک یہ امن وامان قائم رہا، یہان تک کہ چند سال گذرنے کے بعد ایک اتفاقی واقعہ پیش آتا ہے، اور ابن حواس اور ابن ثمنہ جس کڑی سے باہم ملے تھے، وہ ٹوٹ جاتی ہے، اور اسی سے ان دونون فرمانرواؤن کا رشتۂ اتحاد بھی ٹوٹ جاتا ہے،

وہ اتفاقی واقعہ سنہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء مین پیش آیا، ایک دن میمونہ اور ابن ثمنہ مین کسی بات پر باہمی شکررنجی ہوئی، اور سخت کلامی کی نوبت آگئی، میمونہ بھی درشت الفاظ مین جواب دیتی گئی، اس وقت ابن ثمنہ شراب کے نشہ سے مخمور تھا، غیظ وغضب مین ہوش سے گذر گیا، اور طیش مین اسکے دونون ہاتھ کی فصد کھلوا دی کہ اوسکی زندگی کا خاتمہ ہوجائے، میمونہ کے ہاتھون سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا، اور ابن ثمنہ اوس کو اسی حال مین چھوڑ کر باہر چلا گیا، اتفاق سے ابن ثمنہ کے لڑکے ابراہیم کو واقعہ کی خبر ہوئی، وہ دوڑا ہوا خود پہنچا، اور اطبا کو بلا کر علاج کرایا، اور وہ صحتیاب ہوگئی،

جب صبح ہوئی، تو ابن ثمنہ ندامت وانفعال سے عرق عرق تھا، میمونہ سے اپنے کئے کی معذرت چاہی، کہ رات کو جو کچھ گذری وہ نشہ کی بے اعتدالی تھی، میمونہ بظاہر اوسکی جانب سے صاف ہوگئی، اور دونون مین تعلقات خوشگوار ہوگئے،

لیکن میمونہ کا دل صاف نہین ہوا، اوس نے کچھ دنون مغالطہ دیکر میکے جانے کی خواہش کی، ابنِ ثمنہ نے اہتمام سے تحائف کے ساتھ اوس کو رخصت کیا، اوس کے بعد اوس نے گھر پہنچ کر تمام واقعات کی دردانگیز تفصیل اپنے بھائی ابنِ حواس کے سامنے بیان کی، وہ سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا، اور قسم کھا بیٹھا، کہ

---

[1] اگرچہ اس کا تصریحی ذکر کہین نظر نہین آیا، لیکن آیندہ سنہ ۴۶۳ھ کے سلسلۂ واقعات سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس وقت یہ سلسلہ قائم رہا جس کا ذکر آیندہ صفحات مین آئے گا،

اب میمونہ کو ابن ثمنہ کے پاس کبھی جانے نہ دیگا، چنانچہ کچھ دنون کے بعد جب ابن ثمنہ کے آدمی میمونہ کو لیجانے کے لئے قصریانہ پہنچے تو اوس نے رخصت کرنے سے انکار کر دیا، اور وہ لوگ بلرم واپس چلے گئے،

اسی خانگی اختلاف سے صقلیہ مین خانہ جنگی کا دوبارہ آغاز ہوتا ہے، ابن ثمنہ جوش غضب مین اپنی فوجین لے کر قصریانہ کی دیوار کے نیچے کھڑا ہو گیا، ابن حواس نے شہر سے نکلکر مقابلہ کیا، قصریانی لشکر غالب آیا، اور ابن ثمنہ نے قطانیہ کی طرف راہ فرار اختیار کی، ابن حواس نے تعاقب کیا، اور قطانیہ کے قریب پہنچتے پہنچتے اوسکی بقیۃ السیف فوج کا بھی خاتمہ کر دیا، ابن ثمنہ جان بچا کر مسینا مین داخل ہو گیا؛[1]

ابن ثمنہ کی نارمنون سے استمداد

اس جنگ مین ابن ثمنہ کی ساری فوجی قوت کا خاتمہ ہو گیا، اس مین ایسی صلاحیت باقی نہین رہی کہ ابن حواس کا مقابلہ کرتا اس لئے اپنی امداد کیلئے اوس نے اپنی اور سارے جزیرہ کی بدبختی سے نارمنون کی بڑھتی ہوئی طاقت کو پشت پناہ بنانے کا فیصلہ کیا، جنھون نے صقلیہ پہنچ کر اس طوائف الملوکی کا خاتمہ کیا، اور سارے جزیرہ مین ہمیشہ کے لئے مسیحی علم بلند کر دیا،

---

[1] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۶، ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۱ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۰ وغیرہ،

نارمنی فتنہ

اور

صقلیہ مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ

سنہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۱ء - سنہ ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء

نارمن ناروے کے اصل باشندے ہین، ناروے سے لوٹ مار کے لئے نکلے، رفتہ رفتہ فرانس پہنچے، ان کا پہلا حملہ شارلیمین کے عہد مین ہوا، دوسرے حملہ مین اونھون نے پیرس کا محاصرہ کیا، اور اسی مین اونھین برگنڈی دے دیا گیا،

الغرض نارمنون نے دسوین صدی عیسوی کے آغاز سے یورپ مین اپنا سیاسی وجود تسلیم کرا لیا اور سنہ ۹۱۲ء کی ایک صلح کے رو سے دریائے سین کے دونون جانب کی زمین فرانسیسی بادشاہ چارلس دی سمپل سے حاصل کی اور روالف دی گنیجر (سنہ ۲۲۹ھ ۹۱۱ء - سنہ ۳۱۵ھ ۹۲۷ء) کی سرداری مین ایک باجگذار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہوئی، روالف نے یورپ سے اختلاف پیدا کرنے کیلئے اپنے قدیم بت پرستانہ و وحشیانہ مراسم کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی، اوس کو اصطباغ دیا گیا، اور شاہی خاندان کی ایک لڑکی اس کے عقد مین دی گئی لیکن اس کے باوجود نارمن اپنے قدیم پیشہ قزاقی، غارتگری اور رہزنی کو ترک نہ کرسکے، اور آیندہ چلکر خود فرانس اور نارمنڈی مین بھی خوشگوار تعلقات قائم نہین رہے،

ان لوگون نے اپنے اسی پیشہ قزاقی کے ماتحت، قریب قریب زمانون مین یورپ کے مختلف

سکسون کا رُخ کیا، اُن مین سے ایک گروہ نے جو یہان کے ڈیوک ولیم کی سرکردگی مین تھا، انگلستان پر چھاپا مارا، اور اوسی نے انگلستان مین ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی، اور ولیم فاتح کے نام سے تخت نشین ہوا، اسی طرح نارمنون کا دوسرا گروہ گیارہوین صدی عیسوی سے بحرِ روم پر چھاپے مارنے لگا، اور رفتہ رفتہ یہان کی اسلامی حکومتون کو برباد کر ڈالا،[1]

نارمن اٹلی مین نارمن عیسائیت قبول کر لینے کے بعد یروشلم کی زیارت کیلئے بحرِ روم مین بہ کثرت آنے جانے لگے، اور اپنے اسی مذہبی سفر مین اپنے آبائی پیشۂ قزاقی سے بھی فائدہ اوٹھاتے رہے، اسی زمانہ مین اتفاقی طور پر ایک نارمن جہاز ۴۰۷ھ ۱۰۱۶ء مین اٹلی پہنچا، اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، ان نارمنون نے اٹلی کی ریاست سلرنو مین ملازمت اختیار کی، اسکے بعد اون کے اسلامی آبادیون کو لوٹنے پھر مال غنیمت لیکر نارمنڈی واپس جانے اور وہان سے جوق در جوق اٹلی آنے، اور یہان متاجر سپاہ بنکر جنوبی اٹلی کی اسلامی ریاست اور اور اسلامی نوآبادیون کو پامال کرنے کا تذکرہ اپنی اپنی جگہ اوپر گذر چکا ہے،

اسکے بعد اون لوگون نے اٹلی مین عظمت و شوکت حاصل کر لی، اور چند ہی دن مین اپنی جرأت و ہمت سے اپنا سیاسی وجود جنوبی اٹلی کی انھی ریاستون سے تسلیم کرالیا، جن کی ملازمت سے وہ وابستہ تھے، چنانچہ تقریباً ۴۱۸ھ ۱۰۲۷ء مین نیپلز کے حاکم نے مقام اورسا اونھین جاگیر کے طور پر دے دیا، اور پھر اون لوگون نے چند اسلامی نوآبادیون پر قبضہ کیا، اور کچھ دوسرے علاقے بھی اون کے زیر اقتدار آئے، اور ایک مختصر حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور ۴۴۵ھ ۱۰۵۳ء مین پوپ لیو نہم پر حملہ آور ہو کر اوس کو گرفتار کر لیا، اور پھر اوس سے خطا معاف کرا کر نارمن حکومت کی تصدیق کی تحریری سند حاصل کر لی،

رابرٹ گوسکارڈ اسی اثنا مین نارمنڈی مین وہان کے ڈیوک اور طبقۂ نائٹ کے معززین مین کچھ باہمی ناچاقی ہوئی، اور اون لوگون نے ڈیوک کی متشددانہ حکومت کی تاب نہ لاکر نارمنڈی سے ہجرت کی،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس (نارمنس) ج ۲۹ و تاریخ انگلستان جان رچرڈ گرین ج ۱ (ترجمہ شائع کردہ جامعۂ عثمانیہ) ص ۱۵۲ لغایۃ ۱۶۳،

انھی مین ایک اولوالعزم شخص رابرٹ گوسکارڈ تھا، اوس نے اٹلی پہنچ کر نارمنون مین ہر دلعزیزی پیدا کی، اور کچھ دنون کے بعد اٹلی کے نارمنون کا سردار بن گیا،

خاندان ہاٹول، رابرٹ گوسکارڈ ایک نارمن خاندان ہاٹول (HAUTEVILLE) مین سے تھا، رابرٹ کے برسر اقتدار آجانے سے نارمنون مین اس خاندان کو امتیاز حاصل ہو گیا، اور ان مین سے چھ اولوالعزم شجاع ایسے گذرے جو ایطالیہ و صقلیہ کے نارمن کارنامون کے اساسی بنیاد ہین، خصوصاً رابرٹ اور اس کے چھوٹے بھائی راجر نے بہترین کارنامے انجام دئے اور خصوصاً آخر الذکر قائد راجر نے ایشیا و یورپ کی صلیبی لڑائیون کی ایسی مستحکم بنیاد ڈالی جس نے آخر یہ امر واقعہ ہے کہ مغرب اور مصر و شام کی اسلامی حکومتون کے قصر اقتدار کو متزلزل کر دیا،[1]

راجر اول راجر اول ٹینکرڈ آف ہاٹول کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا، ۴۲۲ھ ۱۰۳۱ء مین پیدا ہوا، سن شعور کے بعد جنوبی اٹلی آیا، اور اپنے بڑے بھائی رابرٹ گوسکارڈ کے کلبریہ کے حملون مین اوس نے نمایان کارنامے انجام دئے اور کچھ دنون کے بعد ان فتوحات مین وہ مالکانہ حیثیت سے برابر کا حصہ دار تسلیم کر لیا گیا،[2]

نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت ، اسی زمانہ مین مسینا کے عیسائیون نے مسلمانون کی خانہ جنگیون سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت بھیج دی، لیکن ابھی گفت و شنید مکمل نہین ہونے پائی تھی، کہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء مین ابن ثمنہ ابن حواس سے شکست کھانے کے بعد نارمنون سے امداد حاصل کرنے کے لئے کلبریہ روانہ ہوا، اور ملیطو پہنچ کر صقلیہ پر حملہ آوری کی استدعا پیش کی،

نارمن والی کلبریہ رابرٹ گوسکارڈ نے صقلیہ کے معاملات کو راجر کے سپرد کیا، اور راجر ہی نے ابن ثمنہ سے گفت و شنید شروع کی، کہ اگر صقلیہ پر حملہ آوری طے پا گئی، تو اسی کی سرکردگی مین یہ مہم

---

[1] تاریخ عرب الیورتھیچر حصہ اول شایع کردہ جامعہ عثمانیہ، صفحہ ۱۵ و تاریخ اہل انگلستان ج ۱ (ترجمہ شائع کردہ جامعہ عثمانیہ) ۱۲۱ و اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۵۵، [2] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ صفحہ ۴۵۳ : (راجر)

انجام پائے گی،

راجر کا پس و پیش اور ابن ثمنہ کی طمانیت دہی

لیکن راجر صقلیہ کی اسلامی حکومت کی عظمت و سطوت سے آگاہ تھا، کیونکہ صقلیہ کی یہ سہ صد سالہ اسلامی حکومت سے ارض کلبریہ کے چپہ چپہ پر اسلامی عظمت و سطوت کا سکہ جما ہوا تھا،

آج سے کچھ دنون پیشتر شہنشاہ اوتھو دوم نے صقلیہ پر ایک مرتبہ دندان آز تیز کئے، اور اپنی مجرمانہ جرات کا سبق آموز مزہ چکھ کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا، پھر احمد اکحل اپنی پریشان حالی کے باوجود ایک سے زیادہ مرتبہ خود ان وحشی و قزاق نارمنون پر غالب آچکا تھا، اس لئے مسلمانان صقلیہ کی بسالت و شجاعت اور جنگی کارنامون سے نارمن اس قدر مرعوب تھے کہ اونھین صقلیہ پر جارحانہ حملہ آوری کی جرات نہین ہوئی، اور اون لوگون نے ابن ثمنہ کی درخواست کا یہ جواب دیا:-

”وہان بہت بڑی فوج ہے، جس کے مقابلہ کی قوت ہم مین موجود نہین“

ابن ثمنہ نے نارمنون کی اس غلط فہمی کو دور کیا، اور اپنے وطن کی پردہ دری کر کے اون سے کہا

”اب اہل صقلیہ اپنی خانہ جنگیون مین مصروف ہین، علاوہ ازین ملک کا ایک حصہ میرا مطیع و فرمانبردار اور میرے ہر حکم کے امتثال کے لئے تیار ہے“

راجر ابن ثمنہ کی گفتگو سے مطمئن ہو گیا، اور فوج کو اپنی کمان مین لیکر دشمن وطن ابن ثمنہ کی رہبری مین بماہ رجب سنہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء مین کلبریہ سے صقلیہ روانہ ہو گیا،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۱، نہایۃ الارب دراماری ص ۴۴۴، کتاب المونس، ص ۸، ابوالفدا ج ۲ صفحہ ۲۲۱،

اس موقع پر عرب اور یورپین مورخین مین اختلاف ہے، تمام یورپی مورخین صقلیہ پر نارمنون کا سب سے پہلا حملہ سنہ ۱۰۶۱ء مین لکھتے ہین، جس کے رو سے ہجری سنہ ۴۵۳ھ ہوتا ہے، لیکن دوسری طرف تمام عرب مورخین صقلیہ پر نارمنون کا

نارمن لشکر

یورپ کے مورخین کا بیان ہے کہ فتح صقلیہ کے لئے راجر کے ہمرکاب جو فوج آئی، وہ خالص نارمنون پر مشتمل نہین تھی، وہ مخلوط قومون کی ایک مرکب فوج تھی، جو مسیحیت کے ایک علم کے نیچے جمع ہو گئی تھی، لیکن اس فوج کو جن قائدون کی سرکردگی حاصل تھی، ان کے انتساب سے پوری فوج کو نارمن کہا گیا،[1]

نارمنون کے لئے آسانیان

بہر حال یہ اپنے حسب و نسب کے لحاظ سے نارمن ہون یا کوئی دوسرے جنگجو مخلوط النسب گروہ سے تعلق رکھتے ہون، انھین صقلیہ کی فتح کیلیے کسی غیر معمولی شجاعت کا جوہر دکھانے کی ضرورت نہین تھی، اس وقت صقلیہ مین صرف ان کا مسیحی علم ان کی کامیابی کا سب سے بڑا ضامن تھا، کہ صقلیہ کے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲۸) پہلا حملہ سنہ ۴۴۴ھ مین لکھتے ہین، جس کے رو سے عیسوی سنہ ۳-۱۰۵۲ء ہوتا ہے، عرب مورخین کا بیان کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہین. اولاً اس لئے کہ سب کے سب متفقاً یہی سال لکھتے ہین. علاوہ ازین یہ سنہ اپنے سلسلۂ واقعات کے لحاظ سے اپنے ماقبل و مابعد سنین سے اسقدر مربوط ہی کہ اوسکی تغلیط ناممکن ہی، اسلئے بظاہر یہی نظر آتا ہے، کہ یورپین مورخین نارمنون کے اس حملہ سے ناآشنا رہے، اور اسکے بعد عرب مورخین کے سلسلۂ بیان مین ۴۵۳ھ ۱۰۶۱ء مین جو اون کی سخت یورش ہوئی، اور جس کا تذکرہ آگے آتا ہے یورپین مورخین نے اوسی کو پہلا حملہ قرار دیا، اور یہ بخوبی ممکن ہے کہ اسوقت کلبریہ سے تازہ دم فوج آئی ہو،

لیکن ہمارے اس تطابق کے پیدا کرنے مین نہایت سخت مایوسی اوس وقت ہوتی ہے جب یورپین ماخذون کے رو سے رابرٹ گوسکارڈ کا سنہ ۴۴۹ھ ۱۰۵۷ء مین والی اپولیا کا جانشین ہونا ثابت ہوتا ہے، (الیور تھیچر ص ۱۵۱) اور انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کا یہ بیان سامنے آتا ہے کہ راجر اول نارمنڈی سے جنوبی اٹلی مین سنہ ۱۰۵۷ء کے بعد آیا ہی، سنہ ۱۰۵۷ء مطابق سنہ ۴۴۹ھ ہے، اس لئے سنہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء مین اٹلی مین اس کا وجود ہی ثابت نہین ہوتا، مگر عرب مورخین بغیر التباس یہی لکھتے ہین کہ سنہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء مین صقلیہ عیسائیون کا سب سے پہلا حملہ ہوا اور وہ اسی "رجار بن تنقرد" یعنی "راجر بن ٹنکرڈ" کی سرکردگی مین پیش آیا، ہو سکتا ہے کہ آیندہ کوئی ایسا ماخذ دریافت ہو جس سے یہ اختلاف بیان اور تضاد دور ہو جائے، اور اوس سے یا تو کوئی التباس دور ہو کر عرب اور یورپین مورخین کے ان بیانون مین کوئی صحیح مطابقت پیدا ہو جائے، اور یا اون مین سے کسی ایک کی تغلیط کا حق حاصل ہو جائے، سردست ہم نے محض واقعات کے سلسلہ اور عربی ماخذون سے اخذ کردہ سنین کے ربط کو قائم رکھنے کیلئے متن مین عرب مورخین کی روایت کو درج کر دیا ہے،

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (نارمن) ج ۱۹ طبع یازدہم،

عیسائی اون کے استقبال کے لیے چشم براہ تھے اور صقلیہ کے مسلمان اپنی خانہ جنگیون اور خانہ ویرانیون سے برباد ہو رہے تھے،

سقوطِ مسینا

چنانچہ راجر اپنا لشکر ابن ثمنہ کی رہبری مین لیکر براہِ راست مسینا روانہ ہوا، اور خلیج مسینا کو راتون رات عبور کر کے ساحلِ مسینا پہنچا، شہر کے عیسائیون نے خیر مقدم کیا، اور شہر مین داخل ہو گیا، اور نارمنون کیلیے تسخیرِ صقلیہ کی سب سے پہلی مہم اس آسانی سے انجام پا گئی،

نارمنون کو کمک

جب فتحِ مسینا کی خبر کلبریہ پہنچی تو رابرٹ نے ایک عظیم الشان فوج راجر کے پاس امداد کے لیے روانہ کی،

جزیرہ کے عیسائیون کے دعوت نامے

ادھر جب نارمنون کی آمد اور سقوطِ مسینا کی خبر جزیرہ مین پھیلی، تو صقلیہ کے عیسائیون مین بھی مذہبی جوش و خروش تازہ ہو گیا، جہان جہان اون کی آبادی زیادہ تھی، اوںھون نے مسلمانون کے خلاف بغاوت کر دی، اور جہان مسلمانون کی آبادی زیادہ تھی، وہان کے عیسائیون نے نارمنون کو خفیہ دعوت نامے بھیج دئے،

صقلیہ کے شمالی علاقہ پر نارمنون کا قبضہ

صقلیہ مین عیسائیون کی آبادی زیادہ تر مسینا، قطانیہ، اور ان کے اطراف و جوانب مین تھی، اس لئے سقوطِ مسینا کے بعد ان حالات مین ان تمام مقامات پر نارمنون کو بہت جلد تسلط حاصل ہو گیا، اور خصوصًا اس لئے بھی کہ ان اطراف پر ابن ثمنہ نے ابن الکلابی کو قتل کر کے قبضہ کر لیا تھا،

چنانچہ اس کے بعد جب راجر نے مسینا سے کوچ کیا، تو بغیر خون کا ایک قطرہ بہائے وہ نہایت آسانی سے قصریانہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا، اور صقلیہ کے شمالی علاقہ کا ایک بڑا حصہ اوسکے زیرِ اقتدار آ گیا، نویری نارمنون کے حملہ صقلیہ کے بیان مین لکھتا ہی:-

فسار معه فی شهر رجب اربع واربعین

راجر ابن ثمنہ کے ساتھ ماہ رجب سنہ ۴۴۴ھ مین روانہ ہوا،

واربع مایہ فلم یلقوا من یدافعھم — یہان صقلیہ مین کسی نے نارمنون کی مدافعت نہین کی،

واستولوا علی ما مروا علیہ فی طریقھم[1] — اور راستہ مین جتنے مقامات ملتے گئے وہ قبضہ کرتے چلے گئے“

محاصرۂ قصریانہ راجر نے مضافاتِ مسینا پر قابض ہونے کے بعد قصریانہ کا رُخ اسلئے کیا تھا، کہ اوس پر یہ حقیقت بہت جلد آشکارا ہوگئی، کہ پورے جزیرہ کی فتح کا راز ابنِ حواس والیِ قصریانہ کی شکست مین پنہان ہی، اسلئے قصریانہ پہنچکر اوس کا محاصرہ کرلیا،

ابنِ حواس مقابلہ کیلئے شہر سے باہر نکلا، دونون فوجون مین مقابلہ ہوا، لیکن وہ نارمنون کے حملون کی تاب نہ لاسکا، اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ رہا،

راجر کو سب سے بڑی آزمایش جو کرنی تھی، وہ کرچکا تھا، اوسکو ابنِ حواس کی قوت کا پورا اندازہ ہوگیا کہ کھلے میدان مین وہ کس قدر فوجی طاقت کی نمایش کرسکتا ہی، اسلئے اب قصریانہ کی سربفلک سنگی فصیل کے محاصرہ مین وقت ضایع کرنا بے سود سمجھا، اور محاصرہ اوٹھالیا،

اس کے بعد راجر نے یہان کی فتوحات مین ایک دوسری روش اختیار کی، یعنی یہان طوائف الملوکی کے بعد یہان کے اکثر شہر اور قلعے اپنے نگہبانون سے خالی پڑے تھے اون پر قبضہ کرکے صلیبی علم لہرائے، اس قبضہ و استیلا مین سارا جزیرہ اون کا جولانگاہ بن گیا، اس زمانہ مین غلون کے کھیت تیار تھے باغ بھی پھلون سے لدے تھے، وحشی نارمنون نے اونھین لوٹ لوٹ کر سارے جزیرہ مین تہلکہ ڈالدیا، جس سے مسلمانانِ صقلیہ کے دردناک مصائب کا آغاز ہوگیا، اور مسٹر اسکاٹ کے بقول اب عیسائیون نے مسلمانون سے اون مصائب کا جو ابتدا مین اونھون نے اٹھائے تھے انتقام لینا شروع کیا، مسلمانون کیلئے عرصۂ حیات تنگ ہوگیا، اور ان کیلئے اپنے شہرون اور آبادیون سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا،

علما و صالحین کی جزیرہ سے ہجرت جب جزیرہ مین ظلم و ستم وحشت و بربریت اور قزاقی کے یہ واقعات لحظہ بلحظہ تیزی سے

---

[1] نہایۃ الارب دراماری ص ۴۴۷ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۵، ۵۶،

وقوع پذیر ہونے لگے، اور جزیرہ کے مسلمانون کی اجتماعی قوت کی پراگندگی سے مدافعت کی بھی کوئی صورت نظر نہین آئی، تو جزیرہ کے علماء وصالحین نے یہان سے ہجرت شروع کی، اور مسلمانون کی ایک بہت بڑی جماعت صقلیہ کی اُمت مسلمہ پر خون کے آنسو بہاتی ہوئی دوسرے اسلامی ملکون کو ہجرت کر گئی،[1]

دربار افریقیہ سے استمداد

جب صقلیہ کی زبون حالی اپنی انتہا کو پہنچ چکی، تو مسلمانان صقلیہ مین سے چند ستم زدہ المعز فرمانروائے افریقیہ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اپنے درد دُکھ کی کہانی اوسے سُنائی، اگرچہ مسلمانان صقلیہ ایک مرتبہ المعز اور اوسکے لڑکون کے ساتھ اپنے غدارانہ طرزِ عمل کا ثبوت دیکھ چکے تھے، تاہم یہ وقت ذاتی کدورتون کا نہین تھا، المعز نے خندہ جبینی سے مسلمانان صقلیہ کی استدعا قبول کر لی اور ایک عظیم الشان بیڑا تیار کرکے نارمنون سے جنگ آزمائی کیلیے صقلیہ روانہ کر دیا،

افریقی بیڑے کی غرقابی

لیکن قضا و قدر کا فیصلہ برعکس تھا، یہ بیڑا جزیرۂ قوصرہ کے قریب پہنچا تھا کہ سمندر کے تھپیڑون مین گرفتار ہو گیا اور جہاز ایک ایک کرکے غرقاب ہونے لگے، یہان تک کہ پورا بیڑا غرقاب ہو گیا، صرف چند آدمی مشکلون سے اپنی جان بچا سکے، یہ صرف ایک افریقی بیڑے کی تباہی نہین تھی، بلکہ مسلمانان صقلیہ کا ستارۂ صبح سامنے جھلملا کر نظرون سے اوجھل ہو گیا، اور مسلمانان صقلیہ کا آخری نوشتہ پورا ہوا، اب ان کی تمام توقعات خود انھین کی ذات سے وابستہ رہ گئین، کیونکہ اس وقت عالم اسلامی مین جو چند حکومتین اُن کی امداد کر سکتی تھین، وہ خود اپنی خانہ جنگیون اور باہمی مناقشون مین ایسی مصروف تھین، کہ صقلیہ کی اس عالم نزع مین آئی ہوئی اسلامی حکومت کی کوئی امداد نہین کر سکتی تھین، نتیجہ

لسان الدین محمد بن الخطیب صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تذکرہ مین اجمالاً لکھتا ہے:-

ثم تداول ولایۃ صقلیۃ امراء	پھر صقلیہ کی ولایت اسی خانوادہ (کلبیہ) کے درمیان
من ھذا البیت الی ان انقطع عنھم	منتقل ہوتی رہی۔ یہان تک کہ (اسلامی حکومتون) کے

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۷ واخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۷،

امداد المسلمين لاشتغال كل جهة بما	مسلمانون کی امدادون سے منقطع ہوگئی کیونکہ تمام
يخصها من الفتن (دریادگاری ج ۱ ص ۴۳۰)	اطراف (وممالک) اپنے اپنے فتنون مین مشغول تھے،

اس لئے صقلیہ کی جو کچھ توقعات تھے، وہ اسی صنہاجی حکومتِ افریقیہ سے تھے، اگرچہ وہ اس وقت بدقسمتی سے ایسے حالات مین گھری تھی، کہ اگر المعز مسلمانانِ صقلیہ کی درخواست اپنی مجبوریون کے باعث مسترد کردیتا تو بھی قابلِ الزام نہ ٹھہرایا جاتا تاہم اوس نے اپنی اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا، لیکن اب اس بیڑے کی غرقابی کے بعد وہ بھی بے دست و پا ہوگیا، اس کی وجہ سے اوس کو گوناگون مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور صقلیہ مین بھی نارمنون کا سیلاب نہایت تیزی سے آگے بڑھا، چنانچہ ابنِ اثیر اور نویری اس بیڑے کی بربادی پر حسب ذیل متفقہ تبصرہ کرتے ہین:-

وكان ذهاب هذا الاسطول مما	اس بیڑے کی بربادی سے المعز بہت کمزور
اضعف المعز وقوى عليه العرب	ہوگیا، اور (اوسکی مملکت پر حملہ آور) عرب (جو
حتى اخذوا البلاد منه فملك حينئذ	عبیدیین کے فرستادہ تھے) اوس کے شہرون
الفرنج اكثر البلاد (صقلية) على	پر قابض ہونے لگے، اور اسی کے بعد
مهل وتؤدة لا يمنعهم احد	اوسی وقت فرنگی (صقلیہ کے) اکثر شہرون پر
واشتغل صاحب افريقية	بغیر کسی روک ٹوک کے قابض ہونے لگے
بجهادهم العرب ومات المعز	جنکو روکنے والا کوئی موجود نہین تھا، کیونکہ
سنة ثلاث وخمسين و	فرمانروائے افریقیہ عربون سے برسرپیکار ہوگیا
اربعمائة:...	اور پھر وہ سنہ ۴۵۳ھ مین وفات پاگیا،

جب صقلیہ مین نارمنون کا راستہ روکنے والا کوئی باقی نہین رہا، تو وہ شہر بشہر فتح کرتے آگے بڑھے، نیز عجلتِ کار کیلئے اٹلی سے مزید کمک طلب کی، اور رابرٹ خود اپنی قیادت مین فوج

لیکر مئی سنہ ۴۵۳ھ ۱۰۶۱ء مین صقلیہ پہنچا، یورپین مورخین اسی دوسری یورش کو نارمنون کا پہلا حملہ قرار دیتے ہین، اس حملہ مین اونھون نے تقریباً اکثر چھوٹے بڑے قلعون پر قبضہ کرلیا، اور اب مسلمانون کے قبضہ مین صرف چند اہم شہر جرجنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر، طرابنش، رغوس اور نوطس وغیرہ باقی رہ گئے، اور اگرچہ اس وقت بھی بلرم مین ایک نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی، تاہم امر واقعہ کے لحاظ سے ان شہرون کی مدافعانہ قوت کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اب ہر شہر کے مسلمان انفرادی طور پر اپنے اپنے امیر کی قیادت مین اپنے اپنے شہر کی حفاظت کے ذمہ دار رہ گئے، اور اسطرح نارمنون کیلئے ان کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی،

اٹلی سے دولت اسلامی کا زوال

جب صقلیہ مین مسلمانون کی درماندگی اس عالم مین پہنچ گئی، تو اٹلی کے وہ مسلمان بھی جور وظلم کا نشانہ بنے جو ابھی تک اٹلی مین قیام پذیر تھے،

اگرچہ کلبریہ سے مسلمانون کی حکومت کا خاتمہ سنہ ۴۱۶ھ ۱۲۲۵ء مین ہوچکا تھا، تاہم انجبردہ مین مسلمانون کی ایک خودمختار ریاست ابھی تک قایم تھی، اور وہان کا ایک ساحلی شہر اطرانہ (ٹرانی TARANI) اس کا دارالحکومت تھا، جو مشہور شہر باری سے ۲۵ میل پر آباد تھا، اطرانہ مین عیسائی اور مسلمان دونون قومین آباد تھین، جب یہان کے عیسائیون کو صقلیہ کے مسلمانون کی پریشان حالیون کا علم ہوا، تو اونھون نے بھی حوصلہ کرکے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کردی، عیسائیون اور مسلمانون مین کشت وخون ہوا، مسلمان ان مقامی عیسائیون کی بغاوت پر غالب آئے، اور انھین زیر کرکے پھر مطیع بنالیا، لیکن اوس کے بعد فوراً ہی جب یہ خبر نارمنون کو پہنچی، تو اونھون نے فوجکشی کرکے شہر پر قبضہ کرلیا، اور اسی پر اٹلی کی دولت اسلامی کا خاتمہ ہوگیا، یہ واقعہ سنہ ۴۵۳ھ ۱۰۶۱ء کے بعد پیش آیا،[1]

شہر پر نارمنون کے استیلا کے بعد اٹلی کے مسلمانون کی ایک جماعت وہان سے ہجرت کرکے صقلیہ کے پرامن شہرون مین چلی آئی، کچھ لوگون نے دوسرے اسلامی ملکون کی راہ لی اور کچھ لوگ ایسے

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۶ و نزہۃ المشتاق ذکر اطرانہ،

بھی تھے، جو وہان سے نکل نہ سکے، اور وہ یا ان کی آئندہ نسل اسلام کے نور ہدایت سے محروم کردی گئی،

فرمانروائے افریقیہ کی مداخلت

۴۵۲ھ (۱۰۶۰ء) کے بعد نارمنون کا سیلاب صقلیہ مین جس زور و شور سے اوٹھا تھا، ممکن تھا کہ اسی رد مین صقلیہ کے وہ اہم شہر بھی اون کے قبضہ مین چلے جاتے، جو ابھی تک مسلمانون کے زیر اقتدار رہ گئے تھے، لیکن اچانک فرمانروائے افریقیہ تمیم بن المعز کی بروقت مداخلت سے صقلیہ مین پھر چند روزہ سکون واطمینان قائم ہوگیا،

تمیم بن المعز نے افریقیہ کے معاملات کے روبہ اصلاح آنے کے بعد ایک مرتبہ پھر صقلیہ مین اپنے لشکر کے بھیجنے کا فیصلہ کیا، اور اپنے دو لڑکون ایوب اور علی کی قیادت مین ایک فوج روانہ کی، کہ مسلمان ستم زدگان صقلیہ کی عزت و ناموس کی حفاظت کرین، اور ایک اسلامی ملک کو دشمنون کے پنجہ سے نجات دین،

ان دونون بھائیون نے صقلیہ پہنچ کر فوج کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایوب اپنا لشکر لیکر دارالسلطنت بلرم مین قیام پذیر ہوگیا، اور علی ایک حصۂ فوج کو ساتھ لیکر نارمنون کا راستہ روکنے کیلئے جرجنت چلا گیا،

جب ابن حواس کو علی کے جرجنت آنے کی خبر ملی تو وہان کے شاہی محل کو خالی کراکے علی کے سپرد کرادیا، اور ہدایا و تحایف بھیج کر علی سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا، اور اوسکے بعد ایوب بھی بلرم سے منتقل ہوکر یہین چلا آیا، یہان ان دونون بھائیون کو نمایان ہر دلعزیزی حاصل ہوئی، اور یہ لوگ یہان قیام رکھکر ملک کی شیرازہ بندی مین مصروف ہوئے، اور نارمنون کے جوابی حملون کی تیاری کی، اس کا پہلا اثر یہ ظاہر ہوا، کہ نارمنون کی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی ہوگیا، اور بقول یورپین مورخین پیشقدمی اور فتوحات کا یہ التوا چند سال تک قائم رہا،

ایک نیا شاخسانہ

افریقی لشکر کے ورود کے بعد صقلیہ کے حالات کچھ سدھر چلے تھے کہ ایک نیا شاخسانہ نکلا، اور خود مسلمانان صقلیہ

کے ہاتھون مسلمانانِ صقلیہ کے دورِ ابتلا کا دوبارہ آغاز ہوگیا،

ابن حواس علی و ایوب کی بڑھتی ہوئی ہردلعزیزی کو پاک جذبہ کے ساتھ دیکھ نہ سکا، اور اہل جرجنت کو پیغام بھیجا کہ وہ اون سے شہر خالی کرالے، اس فرمان کی تعمیل قدرۃً ممکن نہ تھی، اسلئے ابن حواس اپنے قصر اقتدار کو متزلزل دیکھکر اُن کے خلاف فوجکشی پر آمادہ ہوا، اور اس کا لشکر اسکی قیادت مین اُن کے خلاف جرجنت کے میدان مین صف آرا ہوگیا، ایوب وعلی کی فوج مقابلہ کیلئے نکلی جسمین افریقی وصقلی دونون شامل تھے، لیکن جب لڑائی شروع ہوئی، تو صقلی فوج علی سے کٹ کر ابن حواس سے جا ملی اور افریقی فوج کے مقابلہ مین کھڑی ہوگئی،

ابن حواس کا قتل،

بااینہمہ افریقی لشکر فتحیاب ہوا، اور عین لڑائی مین ابن حواس کو ایک ایسا تیر لگا، کہ وہ گھوڑے سے گرتے ہی سرد ہوگیا، اور اسی پر جنگ کے اختتام کا اعلان ہوگیا،

اسکے بعد ایوب وعلی اپنی فوج لیکر شہر مین داخل ہوگئے، اہل شہر اُن سے برگشتہ ہوگئے تھے، اس لئے صحیح امن وامان قائم نہ ہوسکا، اور افریقی وصقلی فوجون مین کشت وخون ہوتا رہا،

افریقی لشکر کی واپسی

ان واقعات سے افریقی شاہزادون کا پیمانۂ صبر وشکیب لبریز ہوگیا، انھین کچھ ملک گیری کی ہوس نہ تھی کہ یہان اقتدار قائم کرتے، اسلئے افریقہ واپس جانے کا قصد کرلیا،

صقلیہ کے اعیان ومعززین اور قائدین لشکر کی ہجرت

اس واقعہ کے بعد ہی صقلیہ کے تمام اعیان ومعززین کو بھی جزیرہ کی اصلاح سے بالکل مایوسی ہوگئی، اور اون لوگون نے بھی چار وناچار ترک وطن کا عزم کیا، اون کے ساتھ بحری فوج کے معزز قائدین نے بھی ہمت ہار دی، اس لئے شاہزادگان افریقہ اور اونکے لشکر کے ہمرکاب مسلمانانِ صقلیہ مین سے ایک انبوہ کثیر جس مین صقلیہ کے اعیان ومعززین امراء اور رؤسا، علما واہل علم، اور صقلی فوج کے چیدہ بحری وبری قائدین تھے، ۴۶۱ھ ۱۰۶۸ء مین سرزمین صقلیہ کو حسرت ویاس کی نگاہون سے دیکھتے ہوئے افریقہ روانہ ہوگئے،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳ و نہایۃ الارب در اماری ص،

ابن البعباع آخری مسلمان تاجدارِ صقلیہ

۴۶۱ھ ۱۰۶۸ء - ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء

صقلیہ سے افریقی لشکر کی نامرادوالیسی کے المناک واقعہ کے بعد باقی ماندہ مسلمانان صقلیہ نے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی، اور ایک ذی اثر رئیس ابن البعباع نے حکومت قائم کی، اور نارمنون کے جارحانہ حملون کی مدافعت کرنے لگا،

حکومت فاطمیہ کا صقلیہ سے طلب خراج

مگر ابھی ابن البعباع کے قدم پورے طور پر جمنے بھی نہ پائے تھے، کہ ایک نیا فتنہ اوٹھا، یہ بھی غیرون کے ہاتھ نہین، خود اپنے ہاتھون تھا، یعنی اس نازک ترین موقع پر نام نہاد اسلامی حکومت صقلیہ کی نام نہاد مرکزی حکومت یعنی دولتِ فاطمیہ مصر کو اپنے حقوق کی پامالی کا خیال پیدا ہوا، اور ۴۶۳ھ ۱۰۷۱ء مین ایک قاصد بھیج کر ابن البعباع سے خراج کی وہ سالانہ رقم طلب کی، جو صقلیہ بطور ایک ماتحت صوبہ کے حکومتِ مصر کو ادا کرتا تھا،

اس موقع پر فاطمی تاجدارِ مصر سے جیسی شدید لغزش ہوئی، وہ تاریخ کے صفحات مین کبھی فراموش کرنے کے قابل نہین، مصیبت زدہ صقلیہ اس وقت خود امداد کا مستحق تھا، چہ جائیکہ اُس سے خراج کی ادائی کا مطالبہ کیا جاتا، چنانچہ ابن البعباع نے قدرۃً قاصدِ مصر سے اپنی معذرت کہلا بھیجی،

دربارِ مصر مین یہ معذرت قابلِ پذیرائی نہین ٹھہری، اس لئے اب ضرورت تھی کہ ابن البعباع کو اوسکی سرکشی کی سزا دیجائے دولتِ فاطمی مصر کے پاس اس مبارک مقصد کو پورا کرنیکے لئے نارمنون سے زیادہ بہتر ذریعہ کوئی دوسرا نہ تھا، چنانچہ نارمن فرمانروا کو پیغام بھیجا کہ

فاطمین کی دعوت نارمنون کو

یہ جزیرہ حکومتِ مصر کی جانب سے نارمنون کی خدمت مین پیش ہے وہ فوجکشی کرے اور ابن البعباع

کی قائم کردہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دی،

مسلمانان صقلیہ کے تعلقات افریقہ کی دولت صنہاجیہ سے پہلے منقطع ہو چکے تھے، مصر کی دولت فاطمیہ نے اب نارمنون کو از خود حملہ آوری کی دعوت بھیجی، انھین اب کسی اسلامی حکومت کے برانگیختہ ہو جانے کا خطرہ نہین رہا، اور اب دولت فاطمی کے اوس دعوت نامہ کے بعد حق بجانب تھے، کہ وہ اوس کے اس زرخیز جزیرہ پر اپنا علم نصب کر دین، چنانچہ نارمنون کے جنگی بیڑے "ابن البعباع کے جرم کی پاداش" مین جزیرہ کے دار السلطنت بلرم کی فصیل کے نیچے آ کر کھڑے ہو گئے،

بلرم کا محاصرہ

بلرم کے محاصرہ کی خبر بجلی کی طرح سارے یورپ مین پھیل گئی، فدائیان مسیحیت کیلئے اپنی دیرینہ عداوت کے پورا کرنے کا وقت آ پہنچا، جن عربون نے اونھین اپنے چند صالہ دور مین تہذیب و تمدن کا درس دیا، متعصب پادریون نے اونھین "وحشی، خونخوار، قزاق اور لٹیرے گروہ" کے نام سے مشہور کر رکھا تھا، اور یہ کیون نہ ہوتا، جب کہ انھی عربون نے دنیائے مسیحیت کی مقدس سلطنت روم کے چپہ چپہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے روند ڈالا تھا اور رومہ کے مقدس پوپ کو جو تمام دنیائے مسیحیت کا روحانی باپ تھا، اپنا باجگذار بنا لیا تھا، اسی کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ اُن کے متعلق سارے یورپ مین یہ داستان پھیلائی گئی تھی کہ انھون نے گرجا کے مقدس پادریون کا لباس کتون اور گھوڑون کو پہنایا، گرجون مین عیش و نشاط کی محفلین گرم کین، مقدس مجمرون مین عود جلایا، مقدس کاسہائے عشاء ربانی مین مسلمانون کی مظفر و منصور فوج کا جام صحت تجویز کیا گیا، اور عین قربان گاہ پر مریم کی کنواری اور اچھوتی ننون کا شیشہ عصمت چور چور کر ڈالا،

بلرم کے محاصرہ مین اقوام یورپ کی شرکت

اسلئے جب ان "قزاق، وحشی اور بوالہوس" عربون کے اس تاریخی پر شکوہ و با عظمت پایۂ تخت کے محاصرہ کا وقت آیا، جس کے چپہ چپہ پر اسلامی روایات کے آثار قائم ہین، جس کے ہر در و دیوار پر اسلامی تہذیب و تمدن کی شعاعین ضو فشان ہین،

جس کی صدہا مسجدون سے روزانہ پانچ وقت کلمۂ توحید کی بانگ درا بلند ہوتی ہے، تو فدائیان مسیحت یورپ کے ہر حصۂ ملک سے جوق در جوق بلرم روانہ ہوئے، کہ محاصرہ مین شریک ہو کر اپنا ایک مقدس ترین فریضۂ مذہبی ادا کرین مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین :-

> "حملہ آورون کی فوج کی تعداد یون بھی بڑھ گئی کہ یورپ کے ہر ملک سے آکر لوگ اس مین شامل ہونے لگے، اس لئے محاصرین کی فوج کی تعداد اتنی کافی ہو گئی کہ اونھون نے دریا اور خشکی دونون طرف سے مسلمانون کے اس دارالسلطنت کو گھیر لیا"

یہان تک کہ حکومت بیزنطی جو بڑی حد تک کلیسائے روما سے معاندانہ روش اختیار کرتی، اور قیصر روم کے لئے ان لٹیرے نارمنون کی کسی حکومت کو جائز تسلیم کر لینا کسر شان سمجھا جاتا، اوسکے بیڑے بھی انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کے بقول نارمنون کی امداد کے لئے قائد اعظم مینکس کی قیادت مین صقلیہ پہنچے،

محصورین کی پریشان حالی

اودھر عیسائی محصورین کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا، اور ادھر مسلمان محصورین کی پریشانی و پراگندگی کا یہ حال تھا کہ اون کی بحری قوت کا خاتمہ تو چند سال پیشتر سنہ ۴۶۱ھ ۱۰۶۸ء مین ہو چکا تھا، بری فوج بھی شورہ پشتون سے بھری ہوئی تھی، جسمین صقلیہ کے نومسلم باشندے زیادہ تھے، اور جب اُن سے بھی کمی پوری نہین ہوئی تو بلرم کے عیسائی باشندون کو وطن کی حفاظت کے نام پر جمع کیا گیا، ممکن تھا یہ نظام کچھ سود مند ہوتا، مگر صقلیہ کے عیسائی حملہ آورون کو اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے تھے، اور در پردہ اونھین امداد پہنچانے کے خواہان تھے، اور بلرم کی شورہ پشت مسلم آبادی کا بھی یہ حال تھا کہ وہ اپنی جنگجو فطرت سے کسی وحدت کلمہ پر مجتمع نہین ہوئی، اور عین اس وقت جب دشمنون کے جنگی جہاز اور قلعہ شکن آلات جنگ فصیل شہر پر پتھر برسا رہے تھے، وہ اپنے فرقہ وارانہ عقاید کو تسلیم کرانے کیلئے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے،

محصورین کا ثبات قدم و محاصرین کی مایوسی

تاہم اسی ناعاقبت اندیش فرقہ پرور آبادی مین پرستاران توحید کی ایک ایسی جماعت بھی تھی، جو بادۂ توحید سے سرمست جام شہادت نوش کرنیکے لئے بیتاب تھی،

اور وہی قدسی نفوس پرے کے پرے جمائے ایسے جمے رہے کہ علمبرداران مسیحیت آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ کرسکے، وہ جب حملہ آور ہوتے، عربی شجاعت و بسالت سے دندان شکن جواب ملتا، یہان تک کہ محاصرہ کو کامل پانچ مہینے گذر گئے، اور شہر پر قبضہ کی کوئی صورت نہین نکلی، اور بقول مسٹر اسکاٹ محاصرین کے جی چھوٹ گئے اور قریب تھا کہ محاصرہ سے دستبردار ہو کر واپس چلے جائین،

بلرم کے عیسائیون کی غداری

جنگ کے اس نقشہ اور حملہ آورون کے اس ارادہ سے بلرم کی عیسائی آبادی مین انتشار پیدا ہوا، اور عین اس موقع پر جب حملہ آور واپسی کا قصد کر رہے تھے، بلرم کے عیسائیون کی جانب سے اونھین خفیہ پیغام پہنچا کہ فصیل شہر کا فلان موقع فلان جگہ سے کمزور ہے، یہ پیغام ملتے ہی حملہ آورون کے پانون سنبھل گئے،

اسکے بعد حملہ آورون نے ایک جنگی چال اختیار کی، فوج کا ایک بڑا حصہ شہر کی مشرقی سمت سمندر کی جانب سے حملہ آور ہوا، مسلمانون نے ترکی بہ ترکی جواب دیا، ادھر یہ لڑائی ہو رہی تھی، اودھر رابرٹ فوج کا ایک چیدہ دستہ لے کر مغربی فصیل کے اوسی کمزور حصہ پر حملہ آور ہوا، جس کا عیسائیون نے پتہ دیا تھا،

معاہدہ صلح اور اوسکے شرائط

مسلمانون کیلئے فصیل کے اس نازک حصہ پر اچانک حملہ آوری خلاف توقع تھی، وہ یہ دیکھتے ہی ایسے ہیبت زدہ ہوئے، کہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہو گئے، اور صلح کی درخواست پیش کی، فاتح و مفتوح مین شہر کی حوالگی کا نامہ و پیام ہونے لگا، اور شہر پر نارمنون کے تسلط کے لئے حسب ذیل شرائط طے پائے،

(۱) عیسائی حکومت مسلمانون کو کامل مذہبی آزادی دے گی،

(۲) بلرم کی تمام مسجدین اپنی جگہ پر برقرار رکھی جائین گی،

(۳) مسلمانون کے لئے اسلامی قانون نافذ رہے گا،

(۴) مسلمانون کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قضاۃ کرین گے، اور اس ضرورت کیلئے قضاۃ رکھے جائین گے،

شہر کی حوالگی

نارمنون نے یہ شرطین منظور کرلین، اور دوسرے دن صقلیہ کے مشہور عالم اسلامی دار السلطنت بلرم کا دروازہ عیسائیون کے لئے کھول دیا گیا، اور ماہ جنوری ۱۰۷۱ء مطابق ۴۶۴ھ سے بلرم کے قلعون، برجون اور فصیل کے پھاٹکون پر صلیبی جھنڈا لہرانے لگا، [۱] جو آج تک سرنگون نہ ہوسکا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۳۲، ونہایۃ الارب، کتاب المونس، ابن خلدون، ابو الفدا، وغیرہ وانسائیکلوپیڈیا ج ۲۲، ص ۵۴۳ زیر لفظ "راجر" ایضاً ج ۱۹، ص ۷۴۸ لفظ "نارمن" طبع یازدہم اخبار الاندلس ج ۲، ص ۲۲۶ مسٹر اسکاٹ کو حیرت ہے کہ ایسا عظیم الشان اسلامی دار السلطنت کل پانچ مہینے مین تسخیر ہو گیا، لیکن ہمین تو یہ حیرت ہے کہ بلرم کی ایک مختصر اسلامی آبادی نے اپنی تمام پریشانیون کے باوجود پانچ مہینے تک محاصرہ کا مقابلہ کرکے دشمنون کے قدم کیونکر اکھاڑ دیے جب کہ خود بلرم کے مسلمانون مین فتنہ و فساد کی آگ موجود تھی، شہر کے عیسائی فریب دہی اور دغا بازی پر تلے ہوئے تھے، دیگر دول اسلامیہ اور صقلیہ کے دوسرے شہرون کے مسلمان امداد کیلئے موجود نہ تھے، مگر پھر بھی بلرم کے ایک مختصر گروہ نے یورپ کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کیا، اور جب شہر کے عیسائیون نے اپنی وطن فروشی سے دشمنون کی جاسوسی کردی، اور بظاہر شہر کی حفاظت کی کوئی صورت باقی نہین رہی تو بھی مسلمانون نے اپنی فاتحین سے ایسے شرائط منوائے کہ جن پر اگر آخر تک عمل کیا جاتا، اور معاہدہ کی پابندی کی جاتی، تو بلرم مین آج بھی مسلمانون کی صورتین نظر آتین، اگرچہ عیسائیون نے اس کے بعد اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، مگر اوس وقت کامل فتح حاصل کرلینے کے باوجود محض مسلمانون کے عزم و ہمت اور شجاعت سے خوف کھاکر اون شرائط کو قبول کرلیا، اسلئے ان مسلمانونکا مفتوح ہوجانیکے باوجود اپنے مذہب، تمدن اور معاشرت کے برقرار رکھے جانے کی سند لے لینا ایک حیرت انگیز واقعہ تھا، لیکن افسوس زمانہ نے اوس معاہدہ کو ردی کے ایک پرزہ سے زیادہ وقعت نہ دی اور اس بلرم مین جسمین پانسو سے زیادہ مسجدین آباد رہتی تھین، اور معاہدہ کے رو سے ان مین ہر ایک کو قائم رہنا تھا، آج مسجد کا ایک منار تک موجود نہین، مسجدین اگر گرجا بنائی گئین تو خیر اوس سرزمین پر کلمہ توحید کی صدا بلند کرنے والا کوئی باقی نہین رکھا گیا، ہمین حسرت ہے تو یہ ہے کہ آج بلرم مین کسی مسلمان کی قبر کا نشان تک باقی نہین حالانکہ اوسی کی خاک مین ہمارے بڑے بڑے نامور سپہ سالار، والیان ملک، جلیل القدر ائمہ، علما، صوفیہ، حکما، شعرا، اور دیگر ارباب علم و ادب مدفون ہوئے تھے، جن کے تذکرہ سے ہماری حدیث، فقہ، علم کلام، طبقات، طب، اور شعر و ادب کی کتابین لبریز ہین،

سقوط مازر و طرابنش

نارمنون کے لئے بلرم کی تسخیر کے بعد سارے جزیرے کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی، ہر طرف نارمنون کا سکہ بیٹھ گیا، چنانچہ نارمن لشکر نے بلرم کے بعد مازر اور طرابنش کا رخ کیا، یہ دونون شہر عبد اللہ بن منکوت کے قبضہ مین تھے، جو خاموشی سے فرمانروائی کر رہا تھا،

عبد اللہ بن منکوت کی طاقت کچھ مستحکم نہ تھی، اس لئے اوس نے نارمنون کے مقابلہ کی جرأت نہ کی، اسلئے جب نارمن لشکر قریب پہنچا، تو اوس نے صلح کا پیغام بھیجا، اور وہی شرائط پیش کئے جو سقوط بلرم کے وقت طے پائے تھے، نارمنون نے شرطین منظور کرلین، اور عبد اللہ بن منکوت حکومت سے دستبردار ہوگیا، اس طرح پوری اسلامی آبادی جو ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھی، خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر نارمنون کے ہاتھ آگئی، یہ واقعہ ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء مین پیش آیا،

عبد اللہ بن منکوت کی ہجرت

عبد اللہ بن منکوت اپنا علاقہ سپرد کر کے با دیدۂ پرنم اپنے اہل و عیال اور قابل نقل و حمل دولت و ثروت کو ساتھ لیکر یہان سے ہجرت کر کے افریقہ چلا گیا، افریقہ مین صنہاجی فرمانروانے اوس کی قدردانی کی، اور اوس کو فوج کے ایک معزز عہدے پر سرفراز کردیا،[1]

صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ

عبد اللہ بن منکوت کی دستبرداری کے بعد اب صقلیہ مین کوئی نام نہاد اسلامی حکومت بھی باقی نہین رہی، ابن ثمنہ کا خاتمہ ابن حواس کر چکا تھا خود ابن حواس جرجنت مین تیر کا نشانہ بنا، ابن البعباع نے بلرم کو پہلے ہی سپرد کردیا، اب صرف ابن منکوت باقی رہ گیا تھا، وہ بھی اپنی جان سلامتی سے نکال کر حکومت سے دستبردار ہوگیا،

صرف چند شہرون پر مسلمانون کا انفرادی تسلط

اسلئے اب صقلیہ مین جو اسلامی شہر باقی رہ گئے تھے، اور ان پر ابھی تک اسلامی علم لہرا رہے تھے، اب ضابطہ کے طور پر بھی ان کی مدافعت کا فرض کسی منظم

---

[1] ابن خلدون در عماری ص ۴۹۷ و ج ۵ ص ۲۰۱، اس موقع پر ابن خلدون کا مطبوعہ نسخہ صحیح نہین "عبد اللہ بن حواس" کے بجائے "عبد اللہ بن منکوت" ہونا چاہئے، اور ابن خلدون نے یہان پر ان شہرون کو وہ آخری شہر بتایا ہے، جو نارمنون نے فتح کئے لیکن یہ صحیح نہین بتحقیق واقعہ اس سے مختلف ہے،

حکومت پر عائد نہین تھا، بلکہ انفرادی طور پر خود اہل شہر، ہر شہر مین اپنی اپنی حفاظت کے ذمہ دار تھے، جس شہر مین جیسی اسلامی آبادی ہو، وہ اپنی قوت کے مظاہرہ سے جن شرائط کو منوالے اونھی طریقون سے اب ان مقامات کو نارمنون کے قبضہ مین جانا تھا،

نارمنون کی تشکیل حکومت اور فوج کشی کا چند سال التواء

جب صقلیہ کے اسلامی شہرون کی یہ صورت حال ہوئی، تو نارمنون نے بھی اون کی فتح مین کوئی عجلت نہین کی، ہر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، اون کی اب تمام تر توجہ اپنے مفتوحہ علاقے کی جانب مبذول ہوگئی، اور چاہا کہ نظم و نسق درست کر کے باضابطہ حکومت قائم کرلین۔

چنانچہ نارمنون کی باہمی تقسیم کے رو سے صقلیہ راجر کے قبضہ مین آیا، اور اوسکے بڑے بھائی رابرٹ نے اوسکو یہان کا خود مختار فرمانروا تسلیم کیا، صرف بلرم اور مسینا مین دونون بھائی نصف نصف کے شریک رہے، یہ واقعہ اسی سال ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء مین پیش آیا اور حکومت کے نظم و نسق کیلئے چند سال کیلئے فوجکشی بالکل ملتوی کردی گئی، [۱]

پیشقدمی کا آغاز

راجر نے نظم حکومت کے بعد انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کے بقول ۴۷۸ھ ۱۰۸۵ء سے اپنی صلیبی لڑائیون کا پھر آغاز کیا، اور صقلیہ کے باقی ماندہ اہم شہرون پر تاختین شروع کردین، اون مین سے بعض بعض شہرون کے مسلمانون نے مدافعت کی، اور اون کی تسخیر مین کافی دیر لگی، اور بعض شہرون کے مسلمانون مین نارمن فوج کے پہنچتے ہی اپنے دروازے کھول دیے اور وہ فوراً تسخیر ہوگئے،

سقوط طبرمین و سرقوسہ

اس سہ بارہ یورش مین نارمنون نے شمالی صقلیہ کے اہم شہرون طبرمین اور سرقوسہ پر تاخت کی، یہ دونون شہر اگرچہ پہلے عیسائیون کے اہم مرکز تھے، مگر اون کی بربادی کے بعد اس مین مسلمانون کی آبادی قائم ہوگئی تھی، لیکن اب نہ کوئی یہان مستحکم شہرپناہ

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ ص ۴۵۳، طبع یازدہم،

تھی، اور نہ مسلمانون کے پاس مدافعت کا سامان، اسلئے نارمنون نے ۴۷۹ھ ۱۰۸۶ء مین اُن پر قبضہ کرلیا،[۵۱]

سقوطِ جرجنت

اسکے بعد نارمن لشکر نے جرجنت اور قصریانہ کا رُخ کیا، مسلمانانِ جرجنت زیادہ غیور ثابت ہوئے، وہ محاصرہ کی سختیان اوٹھانیکے ایک حد تک عادی بھی تھے، اسلئے نارمنون کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے، لیکن محاصرین ومحصورین کی طاقت مین کوئی نسبت نہ تھی، اسلئے ان محصور مسلمانون کو سخت مصائب کا سامنا ہوا، لیکن جہان تک حدّ بشریت سے ممکن تھا، ہر طرح کی تکلیفین اوٹھائین، مگر اپنے شہر کو عیسائیون کے سپرد کردینے کا ننگ اوٹھانا نہ چاہا، آخر مُردون کو پھاڑ پھاڑ کر کھانیکی نوبت آگئی، اور عالمِ اضطرار مین شہر کے دروازے کھول دیے، اور ۴۸۱ھ ۱۰۸۸ء سے اس پر صلیبی علم بلند ہوگیا،

سقوطِ قصریانہ

اسکے بعد قصریانہ کی باری آئی یہ جرجنت سے بھی زیادہ سخت جان ثابت ہوا، مسلسل تین سال تک دشمن شہر پناہ کے نیچے پڑے رہے، قصریانہ کی سنگی فصیل ہمیشہ ناقابلِ فتح رہی ہے، مگر جب ان مجبور مسلمانون کو شہر مین قوت لایموت کا سہارا بھی باقی نہین رہا۔ تو سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئے، اور ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء مین نارمنون کی اطاعت قبول کرلی،[۵۲]

سقوطِ رغوس ونوطس اور صقلیہ سے اسلامی اقتدار کا خاتمہ

اسکے بعد راجر کی سب سے آخری پیشقدمی دو شہرون رغوس اور نوطس (نوٹو) پر ہوئی، یہ دونون شہر مضبوط اور پائدار تھے، اور یہان مسلمان بہ کثرت آباد تھے، جس کا اندازہ یہان کی بیشمار مسجدون سے کیا جا سکتا ہے، پہلے رغوس فتح ہوا، اور پھر نوطس کی باری آئی، اور دونون شہر انھی معاہدون کے رو سے ۴۸۴ھ مطابق ۱۰۹۱ء مین نارمنون کے حلقۂ اطاعت مین داخل ہوگئے، جن پر بلرم، مازر اور طرابنش اون کے حوالہ کئے گئے تھے،

---

[۵۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۳ ص ۴۵۳ واخبار الاندلس ج ۲ ص ۵ [۵۲] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳ ونہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۸

مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے کہ والی قصریانہ نے آخر مین عیسائیت قبول کرلی، ممکن ہے یہ صحیح ہو مگر صقلیہ کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کچھ بعید از قیاس نہین ہے، مگر عرب مورخین نے سقوطِ قصریانہ کے بیان مین اس کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے،

ان شہرون پر بھی صلیبی پھریرے لہرانے لگے، اور انہی پر بحر روم کے وسیع ترین جزیرۂ صقلیہ سے مسلمانون کی آخری فرمانروائی کا خاتمہ ہوگیا اور ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ سے صقلیہ کے تمام مسلمان عیسوی حکومت کی رعایا قرار پاگئے، ابن اثیر سقوط قصریانہ کے تذکرہ کے بعد اجمالی طور پر سارے جزیرہ پر نارمنون کے استیلا کا ان الفاظ مین تذکرہ کرتا ہے،

فتسلمها الفرنج لعنهم الله سنة	اس پر فرنگیون نے ۴۸۴ھ مین قبضہ
اربع وثمانين واربعمائة وملك	کرلیا، اور راجر تمام جزیرہ کا مالک
رجار جميع الجزيرة،	ہوگیا،

اسی طرح صاحب کتاب المونس لکھتا ہے:-

واستغلب رجار على سائر الجزيرة	اور ۴۸۴ھ مین راجر پورے جزیرہ پر قابض
في سنة اربع وثمانين واربعمائة	ہوگیا............اور یہ جزیرہ ۲۷۰ سال
و...... ومكثت في ايدي المسلمين مائتي	سے زیادہ مسلمانون کے ہاتھ مین رہا خدا پھر
ونيف سبعين سنة اعادها الله للاسلام[1]	اوسکو مسلمانون کے ہاتھ مین لائے،

زوالِ دولتِ اسلامی پر ایک نظر

نارمنون نے کامل چالیس ۴۰ برس مین صقلیہ پر مکمل قبضہ کیا[2]، اور اگر جنوبی اٹلی سے اسلامی مقبوضات پر نارمنون کے حملہ کا زمانہ اس مین شامل کرلیا جائے تو اڑسٹھ ۶۸ برس ہوتے ہین، بہ ظاہر یہ طویل مدت اس عظیم الشان اسلامی حکومت کو برباد کرنے کے لحاظ سے مختصر معلوم ہوتی ہے، مگر جسوقت

---

[1] کتاب المونس ص ۸۷ و ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳، و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳، ص ۵۳۴ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۹ [2] انسائیکلوپیڈیا برٹینکا مین تیس سال ہے، اس اختلاف کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے،

مسلمان صقلیہ مین آئے تھے، اوس وقت رومی صقلیہ کی حالت اوس سے مختلف تھی جب اسلامی صقلیہ کو برباد کرنیکے لئے نارمن آئے ہین،

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ مین یہان آئے، اوس وقت اگرچہ مسلمانان صقلیہ کی ابن ثمنہ کی طرح صقلیہ کے رومیونکا دشمن فیمی دربار افریقیہ مین پہنچا تھا، مگر اولاً فیمی صقلیہ کی حکومت کا کوئی صوبہ دار نہ تھا اوسکی حیثیت صرف ایک قائد فوج کی تھی، اور ابن ثمنہ قائد فوج ہونے کے علاوہ اوسکے ایک علاقہ کا خود مختار فرمانروا بھی تھا، علاوہ ازین مسلمانون اور نارمنون مین ایک دوسرا فرق یہ بھی ہی، کہ جب مسلمان یہان حملہ آور ہوئے تھے، اوس وقت قسطنطنیہ کی بیزنطی حکومت صقلیہ کی مرکزی حکومت تھی، مدافعت کی ذمہ داری قیصر روم کے سر عائد تھی، اور روم کے مختلف قیاصرہ اس فرض کو اپنے اپنے عہد مین انجام دیتے رہے جو مسلمانون کی راہ مین سب سے بڑی رکاوٹ تھی، لیکن جب مسلمانون کے مفتوح ہونے کا زمانہ آیا، تو صقلیہ کی کوئی خارجی حکومت کہان تک پشت پناہ ہوتی، خود جزیرہ مین بھی کوئی ایک مرکزی حکومت قائم نہین تھی، ہر صوبہ دار اور حاکم ضلع نے اپنے کو اپنے اپنے علاقہ کا ذمہ دار سمجھ کر صرف اپنے ہی علاقہ پر حملہ آوری کے وقت دشمنون کی مدافعت ضروری سمجھی، اور پھر ابن ثمنہ کا ایک بہت بڑا علاقہ بغیر کسی مزاحمت کے نارمنون کے قبضہ مین خود بخود چلا گیا،

اسکے علاوہ نارمنون کے حملہ کے وقت مسلمانون مین باہمی خانہ جنگی، اور بے اعتمادی کا جذبہ ایسا پھیلا ہوا تھا، کہ وہ کسی ایک میدان مین سر جوڑ کر نارمنون کا مقابلہ نہ کر سکے، بلکہ جب خود انھی کی فریاد پر افریقیہ سے اون کے ہمدرد پہنچے، تو اون سے بھی برسر پیکار ہوئے، اور وہ مجبور ہو کر افریقیہ واپس چلے آئے، اور ممکن تھا کہ ایسے موقع پر جب افریقی لشکر صقلیہ سے واپس چلا آیا تھا، تو افریقیہ کی حریف حکومت یعنی دولت فاطمی مصر مسلمانان صقلیہ کی طرف شفقت اور ہمدردی کا ہاتھ بڑھاتی کہ وہ اصولاً اسوقت بھی یہان کی مرکزی حکومت کہلاتی تھی، مگر اوس نے بھی ہمدردی کے اظہار کے بجائے اپنا سالانہ خراج طلب کیا، اور پھر نہایت بیباکی سے از خود نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت دیدی جس سے دشمنون

کوکم ازکم اس کا پتہ تو ضرور ہی چل گیا، کہ مسلمانان صقلیہ کے ساتھ عالم اسلامی کی کوئی اخلاقی ہمدردی بھی شامل نہین ہی،

ایک طرف مسلمانان صقلیہ کی بدبختیون کا وہ عالم تھا، اور ادھر نارمنون کے جوش وخروش کا یہ حال تھا کہ وہ برغم خود صقلیہ پر حملہ آور ہوکر اپنے مذہبی فرض کے ادا کرنے کا ثبوت دیرہے تھے، اور اوسکو مسلمانون کے خلاف صلیبی جنگ کے افتتاح سے تعبیر کررہے تھے، ہم نارمنون پر کوئی الزام تراشنا نہین چاہتے کہ اونھین مذہبی لڑائیون کے چھیڑنے کا بانی ومبانی قرار دین، یہ کچھ غیرون کی کہی ہوئی کہانی نہین، بلکہ خود انکا اقرار ہے، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار راجر کے حالات مین ایک جگہ لکھتا ہی:-

”پھر راجر ۱۰۸۵ء تک صلیبی جنگون کے چھیڑنے کا موقع نہ پاسکا، یہانتک کہ ۱۰۸۶ء مین سیراکیوز پر قبضہ ہوگیا، پھر فروری ۱۰۹۱ء مین نوٹو کی فتح کے بعد فتح سسلی کی تکمیل اختتام کو پہنچ گئی“

اسی طرح نارمن فاتح انگلستان ولیم اور نارمن فاتح صقلیہ راجر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”انگلستان مین نارمن ڈیوک ایک غیر ملکی غاصب کی حیثیت سے داخل ہوا۔ جسکو وہان کے باشندون سے کسی قسم کی کوئی مدد نہین ملی، اور نہ وہ صقلیہ کے کاؤنٹ (راجر) کی طرح اپنے کو نجات دہندہ کہہ سکتا تھا“

اسی طرح نارمنون کے حالات مین دوسری جگہ موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہی:-

”علاوہ ازین سسلی کی جنگ کا منشا اور اوسکے اغراض بلند تر تھے، اگرچہ اس وقت تک جنگ صلیبی کی ابتدا نہین ہوئی تھی، تاہم مسلمانون سے سسلی کے اس تصادم نے ان جذبات کو پیدا ضرور کردیا تھا، سسلی کے عیسائی باشندے اکثر حالات مین نارمنون کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے“[۱]

راجر نے تسخیر کے بعد اپنے کو نہ صرف صقلیہ کے عیسائیون کا نجات دہندہ ثابت کیا، بلکہ صقلیہ سے

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۳ ص ۴۵۳ لفظ ”راجر“ و ایضاً ج ۱۹ ص ۷۴۸، لفظ ”نارمن“ طبع یازدہم،

اسلام اور مسلمانون کی بیخ کنی مین کوئی کسر اوٹھا نہ رکھی، اور زوالِ دولتِ اسلامی کے ساتھ ہی مسلمانون کے دردناک مصائب کا آغاز ہو گیا، اور اونھین ہر حیثیت سے قعرِ مذلت مین زبردستی ڈھکیل دیا گیا، مسلمانون کے تمام علاقے اون سے چھین لئے گئے، زمیندار سے کسان اور کسان سے مزدور، اور صاحبِ دولت و ثروت سے گدائے بینوا بنکر رہ گئے، جو محلات مین رہنے کے عادی تھے، اونھین جھونپڑیان ملنی دشوار ہو گئین، اعلےٰ قابلیت اور استعداد کے باوجود، حکومت کی تمام اعلےٰ ملازمتین، اون سے چھین کر عیسائیون کو دیدی گئین، عیسائیون کو دوسرے ممالک سے لا لا کر یہان بسایا گیا، اور مسلمانون کی زمینداریان اور ملازمتین اون سے چھین کر اون کے حوالہ کر دی گئین، یہان تک کہ رفتہ رفتہ سارے جزیرے مین عیسائی پھیل گئے، ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت عیسائیون کے قبضہ مین چلی گئی، اور مسلمان جزیرہ مین اسلئے رہ گئے کہ عیسائی زمیندارون کی کھیتیان آباد کرین، تجارتی مالون کو جہازون پر لادین، اور اوتارین، اور جب مسلمانانِ صقلیہ کی فلاکت زدگی اور مفلوک الحالی بد سے بدتر حالت مین جا پہنچی، تو وہ معاش کیلئے فوج مین بھرتی ہو کر دوسرے اسلامی ملکون کو عیسائیون کا غلام بنانے لگے، اور حاکمون کے نزدیک اُن کی اتنی وقعت بھی نہین رہی، کہ ان کے مذہبی احساسات کا پاس و لحاظ کیا جاتا، صقلیہ کے پادری اور عام عیسائی، اُن کے مذہبی احساسات کو عمداً ٹھیس لگاتے، صقلیہ کے شہرون کی گلی گلی مین اسلام کا مضحکہ اوڑایا جاتا، مسلمانون کے روبرو آنحضرت صلعم فداہ ابی و امی کو نہایت گندہ دہنی سے مغلظ گالیان دیجاتین مسلمان عورتون کی عصمت دری مسلمانون کی نگاہون کے سامنے کیجاتی، شریف مسلمانون کیلئے اپنی کنواری لڑکیون کا چھپانا دشوار ہو گیا، یہان تک کہ محض عزت و ناموس کی حفاظت کیلئے سچے اور مخلص مسلمان بظاہر عیسوی مذہب قبول کر کے امن و امان حاصل کرتے، اور چھپ چھپ کر اسلام کے ارکان روزہ و نماز ادا کرتے، غرض کوئی ظالمانہ سے ظالمانہ ایسا برتاؤ نہ تھا، جو ان لاچار اور بیکس، غریب، فلاکت زدہ اور قابلِ رحم مسلمانون کے ساتھ روا نہ رکھا گیا ہو،

حالانکہ نارمن جسوقت صقلیہ پہنچے تھے کوئی ترقی یافتہ متمدن قوم نہ تھے، اونھون نے تہذیب و تمدن کا درس مسلمانون سے صقلیہ ہی مین حاصل کیا، اور اون سے سیکھ ساکھ کر اونھین الگ کردیا، اسلیے جزیرہ مین عیسائی حکومت کے ماتحت مسلمانون کے مختلف حالات مختلف دور کے ماتحت گذرے، اور آخر مین جب اونکی ضرورت باقی نہین رہی صقلیہ کی زمین اون پر تنگ کردیگئی، اور یہان سے ایک ایک کلمہ گو کو بیک وقت جزیرہ سے شہر بدر کردیا گیا، ان حالات کی تفصیل اس کتاب کے سب سے آخری باب مین نظر آئیگی،

اس کے علاوہ نارمنون نے صقلیہ پر قبضہ کر کے گویا ایک ایسا مرکز حاصل کرلیا تھا جہان سے وہ عالم اسلامی کی تباہی و بربادی کے منصوبے باندھنے لگے، یورپ کی بین الاقوامی کانفرنسین ہوئین، اور مسلمانون کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا پختہ ارادہ کرلیا گیا، جو دراصل پاداشِ عمل تھا اس کا کہ عالم اسلام نے انھین خاموشی سے اس جزیرہ پر قابض ہونے دیا، اور اونھون نے خود یہان کے فلاکت زدہ مسلمانون کو فوج مین بھرتی کر کے عالم اسلام مین تہلکہ ڈال دیا، اور سرزمینِ صقلیہ مین عیسائیون اور مسلمانون کے تصادم سے صلیبی جنگ کا جو چھوٹا پودا نصب ہوا تھا صقلیہ کے قبضہ کی تکمیل کے بعد اس قدر بار آور ہوا کہ دنیاے اسلام مین فساد و خونریزی کا ایک غیر متناہی سلسلہ صدیون تک کے لئے قایم ہوگیا، یعنی مسلمانون اور عیسائیون مین جو مذہبی لڑائی صقلیہ کے نارمن حملہ سے شروع ہوئی، اوس کا پہلا نتیجہ صقلیہ کے زوال یا تسخیر کی شکل مین ظاہر ہوا، اور آخری نتیجہ بیت المقدس کا زوال یا تسخیر ثابت ہوا، اس کا ایک سرسری خاکہ چند صفحون مین آگے نظر آے گا،

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات

دوسری اسلامی سلطنتون پر

۴۶۴ھ – ۶۲۶ھ
۱۰۷۱ء – ۱۲۲۸ء

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تباہ کن اثرات کا خمیازہ صرف مسلمانانِ صقلیہ تک محدود نہین رہا، بلکہ اسکے بعد عیسائیون کی حریصانہ نگاہین مغرب کے دوسرے اسلامی ممالک پر پڑین، اور اونھون نے چندہی دن مین مغرب کی اسلامی سلطنتون کو زیروزبر کرڈالا،

اسلامی ممالک کی بربادی کے منصوبے

کیونکہ عیسائیون نے فتحِ صقلیہ کی تکمیل کے بعد ہی سب سے پہلے افریقیہ اور اوسکے ساتھ اندلس پر نگاہ ڈالی، اور اسکے بعد ہی شام کے مطلع پر نگاہ اوٹھی، جو بعض مسلمان شاہی خاندانون کی باہمی کشمکش سے غبار آلود ہو رہا تھا، عیسائیون نے اس موقع پر عالمِ اسلامی کی طاقت اور اوسکے عام حالات کا جائزہ لیا، اور جب تمام حالات آشکارا ہو گئے، تو تسخیرِ صقلیہ کے بعد ہی عیسائیون کی ایک نہایت اہم مجلسِ مشاورت صقلیہ مین منعقد ہوئی، اور اسمین عالمِ اسلامی کی بربادی کے منصوبے باندھے گئے،

مہدیہ پر نارمن قبضہ اور صلح

عیسائیون کے حوصلے ۴۶۴ھ/۱۰۷۱ء ہی سے جب وہ صقلیہ کے اکثر حصون پر قابض ہو گئے تھے، بہت بلند ہو گئے، اور ابھی وہ صقلیہ کو پورے طور پر زیر نگین بھی نہین کرنے پائے تھے کہ دوسرے اسلامی ممالک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا، ان لوگون نے اپنا بحری مرکز جزیرۂ قوصرہ کو قرار دیا، جس پر پہلے قابض ہو چکے تھے، عیسائیون کی دو جماعتین دو راستون سے اسلامی ممالک کو پامال کرنیکے لئے آگے بڑھین: ایک جماعت اندلس پر حملہ آور ہوئی اور ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء مین وہ اندلس کے زرخیز مقام طلیطلہ پر قابض ہو گئی، دوسری

طرف نارمنون نے ۴۶۴ھ/۱۰۷۱ء مین صقلیہ کے اکثر حصّون پر قابض ہونیکے بعد جزیرہ مین مزید پیشقدمی ملتوی کردی، اور جزیرۂ قوصرہ کو بحری مرکز قرار دیکر فتحِ افریقیہ کا خواب دیکھنے لگے، چنانچہ ابھی صقلیہ کی فتح تکمیل کو بھی نہین پہنچی تھی کہ بروایت ۴۸۰ھ/۱۰۸۷ء و بروایت ۴۸۱ھ/۱۰۸۸ء مین جزیرۂ قوصرہ سے ایک عظیم الشان بیڑا مہدیہ پر حملہ آوری کیلئے روانہ ہوا، مسلمانانِ قوصرہ نے پیغام بر کبوتر کے ذریعہ دربارِ افریقیہ مین خبر بھی پہنچائی، لیکن تمیم فرمانروائے افریقیہ اسوقت دوسری طرف متوجہ تھا، اوس نے ایک بحری قائد کی سرکردگی مین مدافعت کیلئے بیڑا تیار کیا، لیکن سابق والیِ مازر عبداللہ بن منکوت کی ایک شدید غلطی سے جو ایک معزز عہدہ پر افریقیہ مین موجود تھا نارمن مہدیہ پر قابض ہوگئے، اور پھر نہایت ذلّت آمیز شرائط منوانیکے بعد اُن لوگون نے مہدیہ خالی کیا[1]، اور اسی کے ساتھ دونون حکومتون مین ایک دوستانہ معاہدہ طے پایا، اور اسی کے بعد وہ صقلیہ کے چپہ چپہ پر ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء مین بلاخوف وخطر قابض ہوگئے،

اسلامی ممالک کو نصرانی ممالک بنانیکی تجویز
اور
بیت المقدس پر حملہ آوری کا محرکِ اوّل

فتحِ صقلیہ کی تکمیل کے بعد یورپ مین بیداری پیدا ہوئی، اور پاپائے روما نے جنگی تیاریون کے بعد شمالی افریقیہ پر حملہ آوری کیلئے راجر کو آمادہ کرنا چاہا، چنانچہ ایک ایلچی صقلیہ پہنچا، راجر نے اس مسئلہ پر غور و خوض کرنیکے لئے ایک خفیہ کانفرنس طلب کی،

یہی وہ سب سے پہلی کانفرنس تھی، جو صقلیہ مین منعقد ہوئی، اور اسمین اسلامی ممالک کو زیروزبر کرنے کی تجویزین زیر بحث آئین، اور مدعوین نے اس کانفرنس مین راجر سے ان پرزور الفاظ مین حملہ آوری کی درخواست کی:-

> ”قسم ہے انجیل کی! یہ ہمارے لئے بہتر ہے، اور اون کے لئے بھی کہ (سب ملکر اسلامی ممالک پر حملہ آور ہون) کہ تمامی اسلامی ممالک عیسائی ممالک ہوجائین“

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۰۹ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۹۴،

لیکن راجر نے اپنے ذاتی اغراض سے اس تجویز کی تائید نہین کی، اور اپنے مشیرون کو سمجھایا کہ اگر یورپ کی مختلف فوجین صقلیہ آئین، اور یہان سے افریقیہ وغیرہ پر حملہ آور ہوئین تو فتح و شکست دونون صورتون مین صقلیہ کی حکومت کے کیا فوائد و نقصانات ہین، اور اوسکے بعد اوس ایلچی کے ذریعہ اپنی طرف سے حسب ذیل تجویز لکھ کر اٹلی بھیجی،:۔

”جب تم نے مسلمانون سے مذہبی جنگ کرنے کا قصد کر لیا ہی، تو زیادہ بہتر ہے کہ **بیت المقدس** پر قبضہ کرو، اور اس مقدس شہر کو مسلمانون کے پنجۂ ظلم سے نجات دلا کر ایک قابلِ فخر کارنامہ انجام دو، کیونکہ ابھی ہمارے اور افریقیہ کے درمیان عہد و پیمان ہو چکے ہین،،

جنگ صلیبی کی ابتدائی سرگذشت مین بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فرانسیسی راہب پطرس نے بیت المقدس سے واپس جا کر جنگِ صلیبی کا صور یورپ مین سب سے پہلی مرتبہ پھونکا، اور اسی کی آواز پر سارا یورپ ٹوٹ پڑا، پطرس کی مسیحیت کی خدمت کرنے اور یورپ مین جنگِ صلیبی کے جذبات ابھارنے سے انکار نہین، لیکن واقعات کی یہ ترتیب اور ابن اثیر کی یہ مستند شہادت موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ فتح بیت المقدس کا محرکِ اول فرانسیسی راہب **پطرس** نہین بلکہ نارمن خدمتگذارِ مسیحیت و **فاتح صقلیہ راجر** ہے،

چنانچہ راجر کی اسی تجویز کے بعد ۴۸۹ھ / ۱۰۹۶ء مین سب سے پہلی جنگِ صلیبی چھیڑنے کیلئے **اٹلی** مین وہ شہرۂ آفاق کانفرنس ہوئی، جو جنگ ہائے صلیبی کی اوّل و اساسی کانفرس سے موسوم کیجاتی ہے اور اسی کے بعد پطرس سارے یورپ مین جنگِ صلیبی کا صور پھونک آتا ہے، اور راجر کی اوسی تجویز کی بنیاد پر سب سے پہلے صلیبی لڑائی ۴۹۱ھ / ۱۰۹۷ء مین پیش آتی ہے، راجر نے اس تجویز سے گویا اسلامی ممالک کو باہم تقسیم کر لیا، اپنے لئے اوس نے شمالی افریقیہ کو رکھا، اور شام و مصر کو مسیحیت کے دوسرے خدمتگذارون کے نذر کیا،

پہلا صلیبی لشکر ۴۹۱ھ / ۱۰۹۷ء مین کوچ کرتا ہے اور سب سے پہلے انطاکیہ کو فتح کر لیتا ہے، پھر ۴۹۲ھ / ۱۰۹۹ء مین

بیت المقدس پر عیسائیون کا قبضہ ہوجاتا ہے، اور پھر ۴۹۶ھ ۱۱۰۲ء کے دوسرے صلیبی حملہ مین شام کا ایک وسیع علاقہ عیسائی حکومت کے قبضہ مین چلا جاتا ہے، اور راجر کی تحریک سے مقدس شہر یروشلم اور شام کے ایک وسیع علاقہ سے کامل اکانوے برس کے لئے اسلامی پرچم سرنگون ہوجاتا ہے[1] یہان تک کہ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلوارین اوٹھتی ہین اور شام کے غبار آلود مطلع کو صاف کردیتی ہین، اور اس موقع پر صقلیہ کی عیسائی حکومت مسیحیت کی جو خدمات انجام دیتی ہے اُس کا تعارف چند صفحون مین آگے آئے گا، ابھی افریقیہ کی اجمالی سرگذشت سامنے ہے،

شمالی افریقیہ پر قبضہ کی تیاریان

راجر اپنی اوسی تجویز کے مطابق افریقیہ پر قبضہ کرنیکے لئے اپنی جنگی قوت مین روز بروز اضافہ کرتا گیا، لیکن اسی اثنار مین ۲۲ جون ۴۹۳-۹۴ھ ۱۱۰۱ء کو اُس کا انتقال ہوگیا، اور اوسکے بجائے اوس کا لڑکا راجر دوم کے نام سے تختِ حکومت پر بیٹھا، اور اوس نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی شمالی افریقیہ کی سیاسیات مین ایک ایسی شاطرانہ اور کامیاب روش اختیار کی جسکی بنا پر وہ ایک دن پورے شمالی افریقیہ کا مالک بن بیٹھا، اور راجر اول کا خواب حقیقت بنکر سامنے آگیا،

شمالی افریقیہ پر قابض ہونیکی ایک شاطرانہ روش

اس وقت شمالی افریقیہ کی صنہاجی حکومت کے حالات یہ تھے، کہ المعز کے عہد سے صنہاجی قلمرو مین فتنہ و فساد اور بغاوت کا جو طوفان اُٹھا تھا ابھی تک اس کا استیصال نہ ہوسکا تھا بلکہ حکومت کی داخلی پیچیدگیان روز بروز بڑھتی ہی گئین، اور ملک مین چھوٹی چھوٹی خود مختار و نیم خود مختار حکومتین قائم ہوتی گئین، جس کی وجہ سے ملک مین ہر طرف خانہ جنگیون کا سلسلہ قائم ہوگیا، اسکی رفتار کسی زمانہ مین تیز ہوجاتی، اور کسی زمانہ مین سُست پڑجاتی،

جب راجر نے شمالی افریقیہ کا یہ نقشہ دیکھا، تو اوس نے یہان قدم جمانیکے لئے اون خود مختار و نیم خود مختار حکومتون پر نگاہ ڈالی، جو دولتِ صنہاجیہ سے کٹ کٹ کر آزادانہ قائم ہوتی گئی تھین، وہ دولتِ صنہاجیہ سے

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۵، ۱۸۷ و ۱۹۳ و الحروب الصلیبیہ سید علی الجزائری، ص ۴۴ تا ۵۱ وغیرہ،

دوستانہ معاہدہ پہلے ہی کر چکا تھا، اب افریقہ کی یہ نئی نئی خود مختار و نیم خود مختار حکومتین قائم ہو رہی تھین، راجر کے اون پر حملہ آور ہو جانے سے بظاہر دولتِ صنہاجیہ کے اوس معاہدہ کی خلاف ورزی نہین ہوتی تھی خصوصاً اسلئے کہ وہ حکومتین حکومتِ صنہاجیہ سے باغی ہوتی تھین، اسلئے فرمانروائے صنہاجی کو اصولاً کسی شکایت کا موقع نہین تھا

اس طریقہ سے راجر دوم نے شمالی افریقہ مین اپنے قدم پورے طور پر جما لئے، اسکے بعد پھر یہ صورت بھی پیش آنے لگی، کہ اگر کسی وقت افریقہ کے خود سر ولاۃ اور دولتِ صنہاجیہ مین آویزش ہوتی، تو راجر دوم خود سر والی کی مدد کر کے معاہدہ کی خلاف ورزی کر جاتا، لیکن پھر رسمی گفت و شنید کے بعد معاملات کو رفع دفع کرا لیتا، اس قسم کی سب سے پہلی صورت ۵۱۱ھ/۱۱۱۷ء مین پیش آئی جب رافع بن مکن دہمانی والی قابس اور صنہاجی فرمانروا علی بن یحییٰ بن تمیم مین باہمی آویزش ہوئی، چنانچہ جب صنہاجی بیڑا رافع کی گوشمالی کیلئے قابس آیا تو رافع کی امداد کیلئے یہان نارمن بیڑا پہلے سے موجود نظر آیا، یہی پہلا موقع تھا جب دولتِ صنہاجی اور نارمن حکومتِ صقلیہ مین کھلی ہوئی مخالفت کا اظہار ہوا، ابن اثیر لکھتا ہی:-

"اوسی وقت علی کو صقلیہ اور قابس کے اتحاد کی خبر ہوئی، جسکی راجر برابر تردید کرتا رہتا تھا۔"

افریقی حکومتون کا صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ۔

علی نے اسکے جواب مین ۵۱۲ھ/۱۱۱۸ء مین اپنے ایلچی صقلیہ بھیجے، اور دونون حکومتون مین شکوہ شکایات کے دفتر کھل گئے، اور جب صفائی نہ ہو سکی، تو علی نے بالآخر صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، اور مراکش کے مرابطین سے استمداد کی علی بن یوسف بن تاشفین فرمانروائے مراکش نے اعانت پر آمادگی ظاہر کی، اور ایک متفقہ حملہ کا سامان شروع ہو گیا، اور راجر نے یہ حالات سنتے ہی اپنی تمام سرگرمیان روک دین[1]، لیکن اچانک صنہاجی فرمانروا علی کی ناگہانی موت سے اسلامی حملہ کی یہ تجویز معرضِ التوا مین پڑ گئی،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۷۲ و ابن خلدون حوادث ۵۱۲ھ دراماری ص ۲۷۰،

صقلیہ کی افریقیہ پر حملہ آوری

کچھ زمانہ گذرنے کے بعد علی بن یوسف صاحب مراکش نے اپنا ارادہ پورا کرنا چاہا، اور ۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء مین بلادِ قلوریہ کے ایک شہر نقوطرہ (NICOTRA) پر حملہ آور ہو کر اوسکو زیر قبضہ کرلیا، لیکن راجر پر نقوطرہ کے سقوط کا کوئی اثر نہین پڑا، اور اوس نے اوسکے جواب مین افریقیہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، جب علی کے جانشین حسن صنہاجی کو اوسکی خبر ملی، تو وہ بھی مدافعت کے سامان کرنے لگا، اور بالآخر ۵۱۷ھ/۱۱۲۳ء مین نارمن بیڑا مہدیہ کے تاخت و تاراج کے لئے روانہ ہوگیا، مگر سمندر کے بادِ مخالف سے یہ بیڑا مہدیہ نہین پہنچ سکا، نارمن امیر البحر نے ہوا کے رُخ پر بیڑے کو ڈال دیا، جو جزیرۂ قوصرہ مین جاکر تھما،

جزیرۂ قوصرہ کی اسلامی آبادی پر مصائب

جزیرۂ قوصرہ اگرچہ اس وقت عیسائیون کے قبضہ مین تھا، لیکن یہان اسلامی آبادی زیادہ تھی، اور ابھی تک اون کی دولت و ثروت بھی اونھی کے پاس تھی، نارمن یہان پہنچکر محض مہدیہ کے جوشِ انتقام مین جزیرۂ قوصرہ کے مسلمانون پر ٹوٹ پڑے اور قتل عام کردیا، جسمین بوڑھون، بچون اور عورتون کی تمیز بھی باقی نہین رکھی، اور نہایت بیدردی سے ننھے ننھے معصوم بچون عفیف عورتون اور معذور بوڑھون کا خون بہایا،

قلعہ دیماس پر نارمن قبضہ اور پھر شکست

اسکے بعد نارمن بیڑا افریقیہ روانہ ہوا، لشکر مین کچھ بے ترتیبی آگئی تھی اسلئے مہدیہ مین اوترنے کا موقع نہین تھا، ساحل کے ایک دوسرے اسلامی شہر قلعہ دیماس مین اوتر پڑے، قلعہ مین عربون کی ایک جماعت موجود تھی، اوس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھاکر مغلوب ہوگئی، اور نارمن شہر مین داخل ہوگئے، اسی اثنار مین مسلمانون کی ایک کمک مہدیہ سے آپہنچی اور ایک خونریز جنگ کے بعد نارمنون کو بہت کچھ مالِ غنیمت چھوڑ کر فرار ہونا پڑا، اس جوابی حملہ مین بہت سے نارمن قتل ہوئے، اون کی ایک جماعت قلعہ بند بھی ہوگئی تھی، اوس کو بھی مغلوب کرکے سب کو قتل کردیا گیا، مسلمانون کی یہ فتحمندی مدت کے بعد نصیب ہوئی تھی، جس نے اوس کی خوشخبری ضابطہ کے ساتھ تمام عالمِ اسلامی مین بھیجی، اور مہدیہ مین ایک جشنِ عام منایا، جس مین شعراء نے تہنیت آمیز

قصائد سُنائے،

قدیم حکمتِ عملی کا اعادہ

لیکن یہ ایک عارضی نوید مسرت تھا، راجر دوم اپنی قدیم حکمتِ عملی پر لوٹ آیا، اور درحقیقت اسلامی حکومت کے لئے اوسکی یہی حکمتِ عملی نہایت خطرناک تھی، چنانچہ راجر کی سلسلہ جنبانی کے بعد نارمن اور صنہاجی حکومتون مین پھر سے خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے، اور اب پھر وہی قدیم سلسلہ جاری ہوگیا یعنی حکومتِ صنہاجی کے جو ولاۃ صنہاجی حکومت سے سرکشی پر آمادگی ظاہر کرتے، راجر دوم فوراً ان کی خفیہ امداد کرکے اونھین بغاوت پر آمادہ کرتا اور اندر اندر اپنی اس منافقانہ کارروائی کے ساتھ ظاہرا دولتِ صنہاجی سے خوشگوار تعلقات بھی برقرار رکھتا، اور جب فرمانروائے افریقہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر اعتراض کرتا، تو جواب دیتا کہ یہ لوگ تمھاری اطاعت سے باہر ہین اس لئے اُس معاہدہ مین داخل نہین،

افریقہ کے مختلف اہم شہرون کا سقوط،

چنانچہ اسی طرح مختلف مقامات پر حکومت صنہاجی کے خلاف بغاوتین برپا ہوتین، اور راجر سب کو خفیہ امداد پہنچاتا، اور پھر جب وہ ولاۃ حکومتِ صنہاجی سے الگ ہوجاتے تو اون پر خود حملہ آور ہوکر اونھین ملک سے بیدخل کردیتا، اور اپنی طرف سے شہر کے کسی معزز خاندان کو قائم مقام بناکر مقامی حکومت اوسکو تفویض کردیتا، اور اون ولاۃ کو اطاعت پر قائم رکھنے کیلئے اوسی خاندان مین سے چند چیدہ معزز اشخاص کو بطور یرغمال اپنے ساتھ صقلیہ لیجاتا، اور وہ مقامات نارمن حکومت صقلیہ کا جزو کہلاتے اور سالانہ خراج اون پر عائد کردیتا،

چنانچہ راجر اپنی اسی حکمتِ عملی کی رو سے رفتہ رفتہ سنہ ۵۲۹ھ ۱۱۳۴ء مین برشک، بجایہ، صفاقس سنہ ۵۴۱ھ ۱۱۴۶ء مین طرابلس الغرب اور سنہ ۵۴۲ھ ۱۱۴۸ء مین قابس پر قابض ہوگیا، یہ تمام مقامات دولتِ صنہاجی کے قلمرو مین شامل تھے، لیکن ولاۃ کی سرکشی سے آزاد ہوئے اور پھر اوسی طرح نارمنون کے قبضہ مین چلے گئے،

مختلف جزائر کا سقوط

نارمن شمالی افریقہ کے اون مقامات پر قابض ہونیکے علاوہ اپنی اسی حکمتِ عملی کے رو سے بحر روم کے جزائر پر بھی اقتدار حاصل کرتے گئے، چنانچہ رفتہ رفتہ مختلف جزائر مثلاً سنہ ۵۲۹ھ ۱۱۳۴ء مین جزیرہ

جربہ اور ۵۴۰ھ ۱۱۴۵ء مین قرقنہ اور پھر قاصی وغیرہ نارمنون کے قبضہ مین آگئے،

مفتوح مسلمانون پر مصائب

نارمن اپنی ان تمام فتوحات مین جو کچھ مظالم برپا کر سکتے تھے کرتے گئے، قتل عام اور غارتگری مین اکثر ایسا ہوتا، کہ اون کی بربریت سے بوڑھے، عورتین، اور شیر خوار بچے تہ تیغ کردئے جاتے، پھر یہ لوگ اپنے ان مفتوح ممالک سے مسلمانون کو گرفتار کر کے صقلیہ لیجاتے، اور وہان ان کے دینی بھائی یعنی مسلمانان صقلیہ کے سامنے زبون حالت مین غلام بنا کر رکھتے، اور بالآخر مسلمانان صقلیہ اپنی اخوت دینی سے مجبور ہو کر ان گرفتاران بلا کو گرانقدر قیمتون پر خرید خرید کر آزاد کرتے، اسی طرح ان مفتوح ممالک کی مسلمان شریف زادیون کو گرفتار کر لیتے، اور اونھین لونڈی بنا کر رکھتے، اور مسلمانان صقلیہ کی آنکھون کے سامنے ان کے ساتھ لونڈیون کا برتاؤ کرتے، اور مسلمانان صقلیہ غیرت و حمیت دینی سے عرق عرق ہو جاتے، اور اون کو آزاد کرانے مین نہایت گرانقدر رقمین صرف کرتے، خصوصاً ۵۳۹ھ ۱۱۴۴ء مین شہر برشک کی شریف زادیون کی عصمت و حرمت کی حفاظت کے لئے مسلمانان صقلیہ کو بڑی بڑی رقمین ادا کرنی پڑین، اسی طرح قتل و غارتگری کی بھی عام گرم بازاری رہی، مثلاً صرف جزیرہ جربہ مین ایک حملہ مین تقریباً آٹھ ہزار مسلمانون کو گرفتار کیا گیا، جنمین بہت سے مضبوط خوشرو نوجوان اور حسین پردہ نشین عورتین شامل تھین، یہ پورا قافلہ لوٹ لیا گیا، جسمین چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچے نیزے کی انی پر اوچھال دئے گئے، اور اسی طرح ان مفتوح اسلامی ممالک سے جس بیدردی سے مال غنیمت لوٹا گیا، اسکا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف ایک ایک حملہ مین ستر ستر جہاز مال غنیمت کے قیمتی سامانونسے بھرے صقلیہ لائے گئے[۱]

دولت صنہاجیہ کا خاتمہ نارمنون کے ہاتھون

ان مذکورہ بالا مقامات پر نارمن استیلاء ہوا ہی تھا کہ اتفاق سے افریقہ مین قحط پڑ گیا اور فرمانروائے افریقہ کو صقلیہ کے غلہ کی خاطر ۵۳۶ھ ۱۱۴۱ء مین تجدید عہد کرنا پڑا، اور اسی کے ساتھ افریقہ کے وہی مسلمان امراء و ولاۃ جو ان جزائر اور شمالی افریقہ کے اون مقامات پر نارمنون کے قائم مقام کی حیثیت سے فرمانروائی کر رہے تھے، نارمنون سے مکمل اتحاد عمل کرنے لگے، اور پھر وہی لوگ عیسائیون

---

[۱] کتاب الفارسیہ فی مبادی الدولۃ الحفصیہ در اماری ص ۵۰۹، و ابن اثیر ج ۱۱ در حوادث سنین مختلفہ مذکورہ در متن۔

کی مزید فتوحات کا باعث بنتے گئے، چنانچہ اس طرح رفتہ رفتہ حکومت صنہاجی کے قلمرو سے مختلف مقامات الگ ہو ہو کر نارمنون کے قبضہ مین جاتے رہے، اور بالآخر وہ وقت بھی آپہنچا کہ دولت صنہاجیہ کا کلیۃً خاتمہ ہو جائے چنانچہ ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ء کا وہ منحوس سال ہے، جب مسیحی علم مہدیہ کے قلعہ پر نصب ہو گیا، اور دولت صنہاجی کا وہ چراغ جو شمالی افریقہ مین اسلامی کارنامون کو روشن کئے تھا، اور اس وقت اوسی سے شمالی افریقہ مین اسلام کا دھندلا سا نام و نشان باقی تھا، نارمنون کے ہاتھون گل ہو گیا،

یہ ہے صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کا وہ دردناک انجام جو صرف اوسکے ۵۹ سال بعد سامنے آگیا اور راجر اول کے وہ خوفناک ارادے جو اسلام کو شمالی افریقہ سے رخصت کرنے پر مشتمل تھے، صرف نصف صدی مین پورے ہو گیے، نارمن ۵۱۶ھ ۱۱۲۵ء مین قلوریہ پر قابض اور ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ء مین وہ حکومت افریقہ کا تختہ اولٹنے مین کامیاب ہو گئے۔ اس ۱۳۸ سال کی مختصر مدت مین وہ ساری سرزمین اوسی ترتیب سے اون کے زیر نگین آگئی جس ترتیب سے وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آئی تھی یعنی اسلام ان ممالک مین افریقہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے کلبریہ و انکبردہ پہنچا تھا، اور نارمنون نے اسلام کو اُسی راستہ سے یعنی انکبردہ و قلوریہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے شمالی افریقہ واپس لوٹا دیا،

نارمنون کی پیشقدمی مین ایک عارضی التوا

نارمن دولت صنہاجی کے خاتمہ کے بعد شمالی افریقہ کے دیگر حصص پر حملہ آور ہوتے، اور پھر مصر و شام کی طرف روانہ ہو جاتے، لیکن مسلمانان عالم کی وقتی خوش قسمتی سے ۵۴۴ھ ۱۱۴۹ء مین نارمن فرمانروا اور فرمانروائے قسطنطنیہ مین بعض اختلافات ہو گئے، اور دونون حکومتون مین لڑائی چھڑ گئی، جس کی وجہ سے اسلامی ممالک مین نارمنون کی پیشقدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہو گیا،

ابن اثیر لکھتا ہے :-

"اسی سال (۵۴۴ھ) راجر فرنگی فرمانروائے صقلیہ اور شاہ قسطنطنیہ مین جنگ چھڑ گئی، جس کا ایک طویل سلسلہ ہے، اس لئے یہ عیسائی آپس ہی مین دست و گریبان ہو گئے، اگر یہ نہ ہوتا، تو راجر

تمام افریقہ کو فتح کر لیتا،

چنانچہ اس کے بعد صرف ایک شہر بونہ پر سنہ ۵۴۸ھ/۱۱۵۳ء مین نارمنون کا قبضہ ہوا، جو جدید نارمن فرمانروا کی گویا ایک پہلی مشق تھی، لیکن اسکے بعد حالات ایسے بدلے کہ فتوحات کا سلسلہ موقوف ہو گیا،[1]

---

[1] تمام مذکورہ بالا واقعات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۰ و ۱۱ حوادث سنہ ۴۹۱ھ، سنہ ۵۰۳ھ، سنہ ۵۰۹ھ، سنہ ۵۱۱ھ، سنہ ۵۱۷ھ، سنہ ۵۲۹ھ، سنہ ۵۳۶ھ، سنہ ۵۳۷ھ، سنہ ۵۳۹ھ، سنہ ۵۴۰ھ لغایت سنہ ۵۴۴ھ و سنہ ۵۴۸ھ، حالات و واقعات کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ حاشیہ مین شمالی افریقہ کے بعد کے حالات کا ایک اجمالی خاکہ بھی درج کر دیا جائے،

فتح بجایہ افریقہ کے یہی حالات تھے کہ موحدین کے مذہبی پیشوا، اور سیاسی فرمانروا عبد المومن نارمنون کے خلاف سنہ ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء مین تلوار اوٹھاتا ہے، اور اسی سال بجایہ کو نارمنون سے چھین لیتا ہے،

صقلیہ مین اختلال حسن اتفاق کہ ادھر افریقہ مین عبد المومن کی تلوار چمکی اور اودھر صقلیہ مین ایسے حالات رونما ہوئے، کہ آپ سے آپ وہان کے نظم اقتدار مین تزلزل آگیا، راجر دوم نے سنہ ۵۴۸ھ/۱۱۵۲ء مین تقریباً ۶۰ سال کی عمر مین تقریباً ۲۰ سال حکومت کرکے وفات پائی، اسکی موت کے بعد ولیم جسکو عرب مورخین غلیالم کہتے ہین، بر سر اقتدار آیا، وہ حکومت کا اہل ثابت نہ ہو سکا، اس نے ایک نصرانی مایو (MAiO) نامی کو وزارت سپرد کی، وہ بھی نا اہل نکلا، اور اسکے نتیجہ مین مسلمانون کی قسمت کا پانسہ پلٹا، اور مختلف مقامات نارمنون کے قبضہ سے نکل گئے، اس سلسلہ مین جزیرہ جربہ اور جزیرہ قرقنہ مین اولاً بغاوت ہوئی، اور وہ اپنی گلوخلاصی مین کامیاب ہو گئے، ان کے دیکھا دیکھی صقلیہ کے بعض شہر کے مسلمانون نے بھی بغاوت کا علم بلند کیا، مگر وہ دشمنون کے نرغہ مین تھے اُن کی سعی لا حاصل رہی،

حسین کی قربانی سے شمالی افریقہ کی آزادی، جب نارمنون کی کمزوریان آشکارا ہوئین تو افریقہ کے اون مسلمان ولاۃ کو بھی عبد المومن کے بھروسہ پر جرأت ہوئی، جو نارمنون کی طرف سے قائم مقام بنکر حکومت کر رہے تھے، ان مسلمان ولاۃ مین سب سے اہم کارنامہ سفاقس کے والی عمر بن حسین کا ہی، اس نے سنہ ۵۵۲ھ/۱۱۵۷ء مین اپنی بغاوت کا اعلان کیا، اور اوسکی اس جرأت مین اسکا ایک نہایت لائق ستایش و روشن پہلو اس کی ایک ہمت مردانہ ہے، جو صحیح اسلامی جذبات کی ترجمان ہے، اور حسین عمر اور اوسکے باپ حسین دونون نے اپنے اپنے جوہر کمال و جرأتمندانہ شجاعت کو آشکارا کیا، واقعہ یہ تھا کہ عمر سفاقس مین نارمنون کا والی تھا، اور اوسکی اطاعت کی ضمانت مین اس کا باپ حسین صقلیہ مین نظر بند رکھا گیا تھا، اسلئے عمر کی بغاوت کے دوسرے معنی باپ کی شہادت کے بھی تھے، لیکن حسین خود اسلام کا ایک جانباز و جان نثار فدائی تھا، اُس نے اپنے لڑکے کو خفیہ وصیت کی کہ

جنگ ہائے صلیبی اور فتح بیت المقدس

عیسائیون کو بیت المقدس اور شام پر ۴۹۱ھ/۱۰۹۷ء و ۴۹۶ھ/۱۱۰۲ء کے حملون مین جو استیلا ہو گیا تھا، اون کے خلاف ۵۲۴ھ/۱۱۲۹ء سے عمادالدین زنگی تلوار اوٹھاتا ہے اور پھر مختلف معرکہ آرائیون اور محاصرۂ و استرداد حصار کے بعد نورالدین زنگی اور اسدالدین شیرکوہ پے مختلف حملے کرتے ہین

(بقیہ حاشیہ ص ۴۵۵) "مین چراغ سحری ہون، آج نہین کل بجھ جاؤن گا، تم فرصت کے منتظر رہو، اور میری انتہائی خوشنودی یہی سمجھو کہ حصول مقصد کے لئے میری نقد جان سفاقس کی آزادی پر نثار کردو۔"

چنانچہ وہ موقع صقلیہ مین اون حالات کے پیش آجانے سے ۵۵۱ھ/۱۱۵۶ء مین سامنے آگیا، اور عمر نے اپنے اصحاب حل و عقد کے مشورہ کے بعد انقلاب حکومت کا اعلان کر دیا، اور سب سے پہلے سفاقس کے تمام عیسائیون کو چن چن کر قتل کیا، اور پھر سفاقس کے قلعہ سے نارمن جھنڈا اوتار کر پھینک دیا، یہ ہو ہی رہا تھا، کہ نارمن فرمانروا کو واقعات کا علم ہوا، اور ایک نہایت تہدید آمیز مکتوب عمر کے پاس سفاقس بھیجا، عمر نے اس نارمن ایلچی کو ٹھہرا لیا، اور اوسکے جواب مین ایک جنازہ اوٹھانے کا اہتمام کیا، چنانچہ ایک جنازہ نہایت تزک و احتشام سے اوٹھایا گیا، یہ گویا شہید ملت حسین کا جنازہ تھا، سفاقس کے تمام باشندے اسمین شریک ہوئے، شہر سے یہ جلوس گذر کر قبرستان آیا، اور یہان وہ جنازہ اس نارمن ایلچی کے سامنے دفن کر دیا گیا، نارمن پیغامبر یہ تمام تماشا دیکھتا رہا، اس کے بعد اوسکو عمر نے دربار مین بلا کر یہ پیغام دیا، کہ:-

"مین نے سفاقس کی آزادی باپ کے سر کے معاوضہ مین خریدی ہے، شاہ صقلیہ سے کہدو کہ میرا باپ مر چکا اور مین اور میرے ساتھ تمام باشندگان شہر نے اوس کا جنازہ دفن کر دیا، اب ہم لوگ اسکی عزاداری کرنے بیٹھے ہین۔"

پیغامبر صقلیہ واپس آیا تمام حالات من و عن بیان کئے، حسین نے بھی شکر خداوندی ادا کیا، اور جوش مسرت کے ساتھ خوشی خوشی دار پر چڑھ گیا اور اوسکی نقد جان اوسکی وصیت کے مطابق سفاقس کی آزادی پر قربان ہو گئی،

کہا جاتا ہے کہ پہلی صدی مین حسین بن علیؓ کی شہادت نے اسلام کو نئی زندگی عطا کی تھی، یہ کچھ نام کی برکت ہی کہ چھٹی صدی کے اس حسین نے اسی کا ایک ادنی نمونہ پیش کیا، خود قربان ہو گیا، اور اپنی قربانی سے سارے افریقیہ مین اسلام کو زندہ کر دیا، اسکی شہادت کی خبر بجلی کی طرح سارے افریقیہ مین دوڑ گئی، اور نارمنون کے خلاف سارے افریقیہ مین ہتھیار چمک اوٹھے۔

ابو یحیٰی بن مطروح نے طرابلس مین علم بغاوت بلند کیا، محمد بن رشید نے قابس کے پانون سے غلامی کی بیڑیان کاٹ دین پھر عبدالمومن کی خون آشام تلوار چمکی، اور اوس نے بونہ پر چشم زدن مین قبضہ جما لیا،

جن مین وہ عیسائیون پر غالب آتے ہین یہانتک کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلوار میدان مین چمکتی ہے، اور کامل اکانوے برس کے بعد ۵۸۳ھ ۱۱۸۷ع مین بیت المقدس پر اسلامی قبضہ ہوجاتا ہے۔

جنگ ہائے صلیبی مین صقلیہ کی شرکت

اسلام اور عیسائیت کی ان لڑائیون مین صقلیہ کی عیسائی حکومت نے کہان تک حصہ لیا، اس کی تفصیل ایک طویل داستان ہے، الغرض یہ کہ صقلیہ کے فاتح عیسائیون کو اگرچہ پہلی اور دوسری صلیبی لڑائیون مین جسکی ابتدا رراجر کی تحریک سے ہوئی تھی، افریقیہ کی مہمون کے باعث شرکت کا موقع نہ مل سکا، مگر جب مہدیہ کے قبضہ کے بعد اس طرف سے فرصت ملی تو یہ لوگ بھی مصر و شام کی جانب متوجہ ہوئے، اور غالباً سب سے پہلا نارمن بیڑا ۵۴۸ھ ۱۱۵۳ع مین صقلیہ سے مصر روانہ ہوا، اور مصر کے ایک مقام تنیس پر غارتگری کی، لیکن پھر یہ نارمن بہت جلد افریقیہ کے معاملات مین اولجھ گئے، اور اونھین اس جانب دوبارہ توجہ کرنے کا موقع نہین ملا یہانتک کہ جب ۵۵۴ھ ۱۱۵۹ع مین عبد المومن نے مہدیہ پر قبضہ کرلیا، اور نارمنون کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۰)

شمالی افریقہ سے نارمن قبضہ کا خاتمہ اور دولت موحدین کا قیام

اسی طرح سب سے آخر مین زویلہ کے باشندون نے بغاوت کی، اگرچہ وہ بعض ناگزیر حالات کے پیش آجانے سے ناکام رہے، اور یہان عیسائیون کو مسلمانون کے قتل عام کا موقع مل گیا، جسمین نہایت بے دردی سے عورتون اور بچون کو ذبح کیا گیا، لیکن چند بقیۃ السیف مسلمان اپنی جان بچانے مین کامیاب ہوگئے، اور وہ فرار ہوکر عبد المومن کے یہان آکر پناہ گزین ہوئے اور اتفاق سے اہل زویلہ کی یہی بربادی و ناکامی شمالی افریقہ سے نارمنون کے استیلاء کے قطعی خاتمہ کا آخری سبب بن گئی، چنانچہ ان پناہ گزین مہاجرین نے زویلہ مین کربلا کا جو منظر پیش آیا تھا، اوس کا پورا نقشہ عبد المومن کے سامنے کھینچ دیا، اور اس سے التجا کی کہ مسلمان فرمانرواؤن مین ایسی کوئی شخصیت موجود نہین ہے جو مسلمانان زویلہ کے ان دردناک مظالم کا بدلہ لے سکے، نارمن ابھی سوسہ اور مہدیہ پر قابض ہین، زویلہ ان کے پنجۂ ظلم مین گرفتار ہے، معلوم نہین آیندہ کیا حالات رونما ہون، عبد المومن خدا ترس مسلمان تھا، آبدیدہ ہوکر کمر ہمت باندھی، اور عظیم الشان تیاریون کے ساتھ مہدیہ کی رہائی کے لئے مراکش سے اوٹھ کھڑا ہوا، پھر جو حالات پیش آئے، اون کی ایک طویل داستان ہے، حاصل کلام یہ کہ اوس نے ۵۵۴ھ ۱۱۵۹ع مین نارمنون کو اپنی خون آشام تلوار سے زیر کرکے مہدیہ کو اون کے وجود سے پاک کیا، حسن صنہاجی جو اب تک آوارہ وطن پھر رہا تھا، مہدیہ کے عظیم الشان قصر مین سکونت پذیر ہوا، اور تمام افریقہ نارمنون کے قبضہ و استیلاء سے پاک ہوکر موحدین کے زیر علم آگیا (تفصیلات کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ حوادث سنہ ۵۴۳ھ، سنہ ۵۴۸ھ ۵۵۱ھ، ۵۵۴ھ و المعجب فی تلخیص اخبار مغرب وغیرہ)

سرزمینِ افریقہ سے قطعی مایوسی ہوگئی، تو پھر وہ مصر کی جانب متوجہ ہوئے جہان اس وقت خانوادۂ فاطمین کے زوال کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کا سکہ روان تھا،

سلطان صلاح الدین ایوبی سے عیسائی شاہِ صقلیہ کی دشمنی اور اوس پر معاندانہ پیش قدمیان، اور صلاح الدین کی کامیابیان

صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی کے دستِ راست ہونے کے وقت سے مسیحی فتوحات کا قلع قمع کر رہا تھا، یہان تک کہ اسی کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح کی تکمیل ہوئی، اس لئے وہ تمام عالمِ عیسائیت مین شدید بغض و عناد سے دیکھا جاتا تھا، اور اوس سے صقلیہ کے عیسائی بھی مستثنیٰ نہین تھے، سلطان صلاح الدین نے سنہ ۵۶۹ھ ۱۱۷۴ء مین خلافتِ فاطمیِ مصر کا خاتمہ کرکے شیعی مرکزیت کا بھی خاتمہ کردیا تھا، اس لئے مصر کے شیعے بھی اس کے شدید دشمن تھے،

صقلیہ کا عیسائی فرمانروا بہ نسبت دیگر فرمانروایانِ یورپ کے اسلامی سیاسیات سے زیادہ آشنا تھا اس نے سلطان صلاح الدین اور شیعانِ علی کے تعلقات کا اندازہ لگایا، اور یورپ کی مسیحی طاقتین جنھین سب سے اہم حصہ اسی شاہِ صقلیہ کا تھا، مصر کے شیعون سے سازوباز کرنے لگین اور سلطنتِ ایوبیۂ مصر کا تختہ اُلٹ کر ایک نئی حکومت قائم کرنے کی تجویز قرار پائی، اور اس موقع پر شاہِ صقلیہ نے سب سے زیادہ ستم ظریفی یہ کی کہ ایک طرف صلاح الدین سے نامہ و پیام جاری رکھا، اور دوسری طرف مصر کے شیعون سے اس کے خلاف سازوباز مین مصروف رہا، اور طے پایا کہ فلان موقع پر صقلی بیڑا استخلاصِ مصر کے لئے ساحل پر لنگرانداز ہوجائے گا، اتفاق سے ان واقعات کا علم مصر کی ایک اہم شخصیت ابنِ نجبہ کو ہوگیا جس نے حقیقتِ حال سے سلطان کو آگاہ کردیا، شیعون کے اوس سازشی گروہ کو تو اوسی وقت گرفتار کرکے تہِ تیغ کردیا گیا، اور پھر صقلی بیڑے کی آمد کا علیحدہ انتظار رہا، اور اوسکی مدافعت کی تیاریان کرلین،

چنانچہ سنہ ۵۷۰ھ ۱۱۷۴ء مین صقلیہ کا وہ مسیحی بیڑا وقتِ موعودہ پر مصر پہنچا، دوسو ۲۰۰ جہازون مین پچاس ۵۰ ہزار پیدل فوج اور چھتیس جہازون مین ڈیڑھ ہزار سوار تھے، چھ ۶ بڑے جہازون مین آلاتِ جنگ اور چالیس ۴۰

بڑے جہازون مین سامان رسد ساتھ تھا،

سلطان صلاح الدین اس وقت ایک دوسری صلیبی لڑائی مین مصروف تھا، والی اسکندریہ نے ہدایات کے مطابق مقابلہ کیا، لڑائی کا سلسلہ جاری تھا کہ خود صلاح الدین آپہنچا، اور اپنی ضرب المثل جوانمردی سے صقلی بیڑے کو برباد کر ڈالا، تمام سپاہ یا تو قتل ہوئی، اور یا گرفتار کرلی گئی، کسی ایک جہاز کو صقلیہ لوٹنا نصیب نہین ہوا،

نارمن بیڑے کی اس بربادی سے صقلیہ مین کہرام مچ گیا، صقلیہ کے عیسائی پہلے سے زیادہ صلاح الدین کے خون کے پیاسے ہوگئے، نارمن فرمانروائے صقلیہ نے صلاح الدین سے انتقام لینے کا پختہ عزم کیا اور اوسکے اثرات ظاہر ہونیلگے، اسی سلسلہ مین افریقہ کے موحدین سے صلح کرلینا ضروری سمجھا گیا، اور ۵۷۶ھ ۱۱۸۰ء مین ولیم فرمانروائے صقلیہ، اور یوسف بن عبد المومن فرمانروائے مہدیہ سے ایک معاہدۂ صلح قرار پایا،

اب صقلیہ کا لشکر مستقل طور پر صلاح الدین کے خلاف میدان مین تھا، لیکن اُن متفقہ کوششون کے باوجود صلاح الدین برابر کامیاب ہوتا رہا، اور ۵۸۳ھ ۱۱۸۷ء مین بیت المقدس مین داخل ہوگیا، اسکے بعد بیت المقدس کی بازیافت کے لئے عیسائیون کی جو کوششین رہین صقلیہ اونمین بھی شریک رہا، ۵۸۴ھ ۱۱۸۸ء کی مشہور جنگ لاذقیہ مین صقلیہ کا بیڑا بھی عیسائیون کی مدد کے لئے پہنچا، مگر اوس سے پہلے ہی اہل لاذقیہ اطاعت قبول کرچکے تھے، اسی جنگ کے اختتام پر صقلیہ کے فرمانروا نے صلاح الدین سے دوبدو گفتگو کی، اور اوسکو خائف کرنا چاہا جس کا صلاح الدین نے ترکی بترکی دندان شکن جواب دیا، اسی طرح ۵۸۵ھ ۱۱۸۹ء مین صلاح الدین کسی طرف اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ جا رہا تھا، کہ حکومت صقلیہ کو اسکی اطلاع ہوگئی، اوسپر چھاپہ مارنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا، لیکن صلاح الدین نے اس نارمن بیڑے کو بھی برباد کر ڈالا، خود صلاح الدین کو اس نارمن فرمانروا کی دشمنی کا پورا یقین تھا، اوس نے ایک خط مین جو دیوان عزیز کے نام ہے اور جس کا متن کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والصلاحیہ مین موجود ہے، اپنے

عیسائی دشمنون کی فہرست مین نارمن شاہ صقلیہ کا بھی ذکر کیا ہے، اور اوس نے اوسکے ساتھ جو طرز عمل اختیار کر رکھا تھا، اوسکو بھی لکھا ہے،

لیکن صلاح الدین جبتک زندہ رہا، یہ دشمن اسکا بال بیکا نہ کرسکے، اور اوسکی خداداد شجاعت و تدبیر سے ساری عیسائی دنیا کی متفقہ قوت اوس پر کامیاب نہ ہوسکی، اور اکثر عیسائی شہرون کو اوس نے عیسائیون سے چھین لیا،

خاندان ایوبیہ مین خانہ جنگی اور سقوط بیت المقدس

یہی حالات تھے کہ سلطان صلاح الدین فاتح ثانی بیت المقدس نے ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ء مین وفات پائی، اور یہ نظر آیا کہ صلاح الدین درحقیقت اسلام کا ایک ایسا چراغ تھا، جو آخر مین ٹمٹماتے ٹمٹماتے دفعۃً روشن ہوگیا تھا، اوس چراغ کے گل ہوتے ہی عالم اسلام مین تاریکی چھا گئی، دولت ایوبیہ مختلف حصون مین تقسیم ہوگئی، اور رقابتون نے سارا شیرازہ بکھیر دیا، اولاً سلطنت ایوبیہ سلطان کے بھائی اور لڑکون کے درمیان تقسیم ہوتی ہی، پھر رقابتون سے ایک دوسری کو برباد کرنے کا عزم کرتے ہین، اور اسی خاندان کا ایک ناخلف جانشین ملک الکامل شہنشاہ **فریڈریک ثانی فرمانروائے صقلیہ** سے اپنے رقیب حکومت العزیز کے خلاف امداد کا خواہان ہوتا ہے، اور دونون مین مدتون نامہ و پیام جاری رہنے کے بعد بالآخر فریڈریک ثانی اپنے لشکر جرار کے ساتھ صقلیہ سے شام کو اوس وقت روانہ ہوتا ہی جب کہ خانوادۂ ایوبیہ اپنی خانہ جنگیون مین مصروف تھا،

فریڈریک نے وہان پہنچ کر الکامل سے اون تمام ممالک کی واپسی کا مطالبہ کیا، جو صلاح الدین کے عہد مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانون کے قبضہ مین چلے گئے تھے، اور آخر مین بیت المقدس کے حوالہ کرنے کا مطالبہ پیش کیا، اگرچہ صقلیہ کا یہ عیسائی فرمانروا فریڈریک خود نہایت شیرین زبان تھا، علاوہ ازین صقلیہ کا عیسائی لشکر الکامل کے سر پر موجود تھا، اوسے ان مطالبات کے رد کرنے کی جرأت نہین ہوئی، اور محض عیسائی فرمانروائے صقلیہ کے ذریعہ یورپ کی وہ دیرینہ آرزو پوری ہوگئی اور فریڈیک ثانی فرمانروائی صقلیہ

اوس سرزمینِ پاک مین جسکی ناموس کی حفاظت کے لئے صدہا مسلمان قربان ہوچکے تھے، خون کے ایک قطرہ کی قربانی دئے بغیر ۶۲۶ھ / ۱۲۲۸ء مین داخل ہوگیا، اور بیت المقدس کی مقدس دیوارون سے اسلامی پرچم الگ کرکے صلیبی پرچم لہرادئے گئے، صقلیہ ہی کے عیسائی فرمانروانے اس پر قبضہ کرنے کی سب سے پہلی تحریک پیش اور اوسی کے ایک دوسرے فرمانروانے اس تحریک کو آخرالامر بایۂ تکمیل تک پہنچایا،

زوالِ دولتِ اسلامی صقلیہ کے اصل نتائج

بیت المقدس کے زوال سے عالمِ اسلامی مین ایک قیامت خیز تہلکہ مچ گیا، رنج و غم کے اظہار مین ماتمی جلوس نکلے، مسجدون کی اذانین موقوف کردی گئین، جماعت کی نمازین ملتوی ہوگئین، علما کے درس وتدریس کی مسند اولٹ دی گئی، دارُالافتا، کا دروازہ بند کردیا گیا، لیکن یہ تمام احتجاجات بعد از وقت تھے، دوربین نگاہون نے یہ صفِ ماتم اوسی وقت دیکھ لی تھی، جب ۴۴۴ھ / ۱۰۵۲ء مین نارمن بیڑا صقلیہ آکر لنگرانداز ہوا تھا، اگر عالمِ اسلام کو خبردار ہونا تھا، تو اوسی زوالِ صقلیہ کے وقت جب مسیحیت کا سیلاب سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ پہنچا تھا، اس مرض کا حقیقی مداوا صقلیہ کی اسلامی سلطنت کو اوس کے زوال سے بچانا تھا، کیونکہ اس زمانۂ وسطیٰ مین صقلیہ بحرِ روم کی کنجی تھا، یہ کنجی جس کے قبضہ مین تھی، وہی طاقت بحرِ روم کے جزائر شمالی افریقہ بحرِ روم کے سواحلِ شام کے دروازے کھول سکتی تھی، جب تک صقلیہ اسلامی حکومت کا جزو بنا رہا، یہ مقامات بھی اسلامی قلمرو مین داخل رہے، اور جب صقلیہ خود اپنی غفلت شعاریون سے عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا، تو ضرور تھا کہ بحرِ روم کے یہ ساحلی علاقے بھی عیسائیون کے قبضہ مین چلے جائین،

یہ تھے اصل نتائج اسلامی سلطنتِ صقلیہ کے زوال کے،[۱]

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ حوادث مختلفہ مثلاً ۵۶۵ھ، ۵۷۰ھ، ۵۷۶ھ، وغیرہ وج ۲ حوادث ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ و ۵۸۹ھ، و ۶۲۶ھ وغیرہ وکتب رحلۃ التیجانی در اماری ص ۳۷۵، کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ و الحنفیہ وجامع التواریخ واخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ سید علی الحرائری وخطط الشام کرد علی وغیرہ،

مسلمانان صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت

اور

صقلیہ و جزائر صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ ،

۴۸۴ھ — ۷۰۰ھ
۱۰۹۱ء — ۱۳۰۰ء

مسلمانان صقلیہ زوال دولت اسلامی کے بعد صقلیہ مین جب تک موجود رہے انھین مختلف عیسائی فرمانرواؤن کے عہد مین اون کی مختلف حکمت عملیون سے سابقہ پڑتا رہا ، اور سیاسی حالات کے اوتار چڑھاؤ سے اون کے ساتھ مختلف زمانون مین مختلف برتاؤ ہوتا رہا یہان تک کہ اسی لیل ونہار مین وہ گھڑی بھی آپہنچی ، جب مسلمانون کی دولت وثروت پر قبضہ کرنے انھین ملک کی تجارت صنعت وحرفت ، اور حکومت کے معزز عہدون سے الگ کرنے ان کی عزت نفس کو صدمہ پہنچانے ان کی شریف بہو بیٹیون کو بے آبرو کرنے ، اور سب سے آخر مین اُن کی عزیز ترین متاع گرانمایہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین وتذلیل کرکے اون کے دلون کو ٹھیس لگانے کے باوجود سرزمین صقلیہ پر اون کا وجود ایک بار گران بن گیا ، اور گلستان صقلیہ کے وہ باغبان جنھون نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر اوسکی آبیاری کی تھی ، اور اُسے سرسبز وشاداب بنایا تھا ، اپنے صحن گلشن کو اغیار کے ہاتھون مین چھوڑ کر با دیدۂ پرنم ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے اور سرزمین صقلیہ کلمہ گویان اسلام کے وجود سے خالی ہوگئی ، اس باب مین ہمین اسی کا ایک اجمالی مُرقع کھینچنا ہی ، اور اسی پر اس پہلی جلد کا خاتمہ ہو جائے گا ،

کاؤنٹ راجر اوّل مُحافظِ مذہبِ عیسائیت نارمن فرمانروائے صقلیہ(۱)

سنہ ۴۴۳ھ ۱۰۵۱ع - سنہ ۴۹۴ھ ۱۱۰۱ع

راجر اول (سنہ ۱۰۳۱ع سنہ ۱۱۰۱ع) نے سنہ ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ع مین پورے صقلیہ پر قبضہ کیا، اوراسی سال سے وہ صقلیہ کا بلا شرکتِ غیرے تنہا فرمانروا تسلیم کرلیا گیا، اسلامی سلطنت کے بعد صقلیہ کے مختلف شہرون مین سے بلرم، نوطس، مازر اور جرجنت وغیرہ مین اسلامی آبادیون کو اون کے صلحنامون کے رو سے اجتماعی طاقت حاصل رہی اور اگر راجر اپنے لقب "محافظِ مذہبِ عیسائیت" کے احترام مین سیاسیات مین اپنے مذہبی جنون کی آمیزش نہ کرتا، تو مسلمان مفتوح ہونے کے باوجود ملک مین اجتماعی حیثیت سے تفوق قائم رکھتے، لیکن راجر اول کی نمایان حیثیت خدمتِ مسیحیت تھی، وہ مسیحیت کا علمبردار بن کر اسلامی صقلیہ پر حملہ آور ہوا تھا، اور اسی نام پر اُسے کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس لئے قدرۃً اس سے اسلام و مسلمان دوستی کی توقع عبث تھی، وہ فتح مندی کے نشہ سے مخمور تھا، اوسکی خون آشام تلوار ابھی تک بے نیام تھی، اور اسی کے اعتماد پر وہ صقلیہ سے اسلام اور مسلمانون کو مٹا کر عیسائیت کو فروغ دینا چاہتا تھا،

صقلیہ مین عیسائیون کی جدید آبادی

چنانچہ اوس نے اولاً جنوبی اٹلی نارووے اور فرانس وغیرہ مختلف یورپین ممالک سے رومیون اور عیسائیون کو صقلیہ مین لا لا کر مسلمانون کے پہلو بہ پہلو آباد کیا، ان نوآباد عیسائیون مین زیادہ تر لمبارڈ تھے،

جزیرہ مین تبلیغِ اسلام کی قانوناً ممانعت

عیسائیون کو آباد کرنے کے بعد مسلمانون کو مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی قانوناً ممانعت کردی اور اب صقلیہ مین کوئی غیر مسلم قانوناً مذہب اسلام

---

(۱) انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ ص ۴۵۳، راجر اول راجر (ROGER) کا اردو املا "روجر" یا "روژر" بھی ہوسکتا ہے،

قبول نہین کرسکتا ،

مسلمانون کی تجارت صنعت وحرفت اور وسائل معاش پر قبضہ

اسی کے ساتھ اس فرمانروائے صقلیہ کی تمام صنعت وحرفت تجارت اور معیشت کے عام شعبون سے مسلمانون کو یک قلم الگ کرکے عیسائیون کو برسراقتدار کردیا ،

چنانچہ نویری ابن اثیر اور ابوالفدا ، وغیرہ بیک زبان لکھتے ہین ۔

وملك رجار جميع الجزيرة واسكنها	راجر سارے جزیرہ کا مالک ہوگیا اور یورپین قومون
الروم والفرنج مع المسلمين و	کو مسلمانون کے ساتھ آباد کیا ، اور وہان کے
لم يترك لاحد من اهلها	مسلمان باشندون کے لئے کوئی حمام ، اور کوئی دکان
حماما ولا دكانا ولا طاحونا	اور کوئی پنچکی اور کوئی تنور (یعنی تجارت صنعت اور حرفت
ولا فرنا .	وغیرہ) باقی نہین چھوڑا ،

اگرچہ راجر نے مسلمانون کے ساتھ اس سخت گیر پالیسی کے باوجود انہین جزیرہ سے یکلخت شہر بدر ہوجانے کا حکم نہین دیا ، اور جو مسلمان یہان سے ہجرت کرگئے تھے ، وہ وسائل معاش کی تنگی سے مجبور ہوکر چلے گئے تھے ، لیکن راجر کی طرف سے اس حکم کے نافذ نہ ہونے کی بنا بھی یہ نہ تھی کہ یہ طرز عمل حق وانصاف اور معاہدہ کے خلاف ہوتا ، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ صقلیہ کے قدیم عیسائی باشندے اور ان جدید نوآباد عیسائیون کی مجموعی تعداد ابھی اس قدر نہین ہوئی تھی کہ وہ اس سارے زرخیز جزیرہ کو آباد کرکے زراعت کرتے اسلئے ابھی سیاسی واقتصادی نظام کے قیام واستحکام کے لئے جزیرہ مین ان مسلمانون کا قیام ضروری تھا ،

اب تک مسلمان صقلیہ مین جہان جہان آباد تھے ، اور جو زمینین ان کی ملکیت مین تھین ، ان کی کاشتکاری وزمینداری دونون کے حقوق انھی کو حاصل تھے ، لیکن اب راجر کے حکم سے وہ حقوق زمینداری سے دستبردار کردیئے گئے ، اور ان کے بجائے ان نوآباد عیسائیون کو حقوق مالکانہ عطا کئے گئے ، اسلئے یہ نوآباد عیسائی صقلیہ کے سرمایہ دار زمیندار اور قدیم مسلمان باشندے مزدور پیشہ کاشتکاری کی حیثیت مین آگئے ،

اور اسلئے ایک طرف یہ غریب حقوقِ زمینداری کے عوض نو آباد عیسائیون کو لگان دیتے، اور دوسری طرف حکومت کے عائد کردہ محاصل ان پر واجب الادا ہوتے،

غرض راجر اول کے عہدِ حکومت مین حکومت کے تمام شعبون، ملک کی تجارت اور صنعت وحرفت سے مسلمانون کو الگ کرکے عیسائیون کو اون پر تفوق دیدیا گیا، اور عام مسلمان ایک عام کس مپرسی کے حالت مین مبتلا ہوگئے،

اس ہنگامۂ دار وگیر اور رد وبدل مین جو مصائب مسلمانانِ صقلیہ پر آنا تھے، وہ نہایت تیزی سے آئے اور ان حالات کے پیش آجانے سے صقلیہ کے ذی اثر اور معزز مسلمانون نے جزیرہ کو خیرباد کہنا شروع کیا اور مسلمان خود دار شہریون کی ایک بہت بڑی جماعت افریقیہ، مصر اور کچھ اندلس مین جاکر اقامت گزین ہوگئی اور اسی طرح صقلیہ کے ممتاز اہلِ علم بھی یہان سے رفتہ رفتہ الگ ہونے لگے،

لیکن جن شرفا کو ہجرت کا موقع نہین ملا، اور اون کے گرد وپیش کے حالات اوسکے مخالف رہے، وہ اپنے مکانون مین روپوش ہوگئے، اپنی اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کرتے رہے، اور جو لوگ فلاکت زدہ تھے، وہ معمولی کاشتکار بن گئے، کچھ لوگون نے کارخانون اور ساحل کی گودیون مین مزدوری کا پیشہ اختیار کرلیا، اور جو فلاکت زدہ مسلمان ان محنتون کے بھی عادی نہین تھے، وہ فوج کے معمولی سپاہی بنگئے، اور ایک طبقہ ایسا بھی نکلا جو ان مصائب کو برداشت نہ کرسکا، اور امن وسکون کی زندگی بسر کرنیکے لئے مذہبِ اسلام کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی،

صقلیہ کے اون مسلمانون کو راجر اول کے عہد مین اگرچہ آزادی حاصل تھی، اور وہ قانوناً ارکانِ مذہب کو ادا کرسکتے تھے، تو صرف انہی چند شہرون بلرم، نوطس اور جرجنت وغیرہ مین تھی، یہان اون کے مقدمات بھی اسلامی قانون کے رو سے طے ہوتے تھے، قصریانہ، سرقوسہ اور مسینا وغیرہ مین اسلام اور مسلمان دونون نہایت ابتری کے حالت مین آگئے، اور مسینا تو تقریباً اسی عہد مین معزز مسلمانون سے خالی ہوگیا، صرف قلیون

وغیرہ کی جماعت باقی رہ گئی،

راجر اول کی وفات

راجر اول کے عہد مین اوسکی یہی حکمت عملی جاری تھی، کہ اوس نے ۲۲ جون ۱۱۰۱ء ۴۹۴ھ کو ۷۰ سال کی عمر مین وفات پائی، اور اوسکا بڑا لڑکا سائمن (SIMON) اس کا جانشین ہوا،

سائمن نارمن فرمانروائے صقلیہ(۲)

۱۱۰۱ء ۴۹۴ھ - ۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ

سائمن اپنے باپ کے بعد صرف چند سال زندہ رہا، اور اوسکے عہد مین مسلمانان صقلیہ کے متعلق کوئی قابل ذکر تبدیلی نہین ہوئی، وہی راجر اول کی قائم کردہ حکمت عملی برقرار رہی، یہانتک کہ عرب مورخین اس کا ذکر تک نہین کرتے، اوس نے ۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ مین وفات پائی، اور اوسکے بعد اس کا چھوٹا بھائی راجر دوم تخت صقلیہ پر بیٹھا[1]،

راجر دوم شاہ صقلیہ(۳)

۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ - ۱۱۵۴ء ۵۴۹ھ

نارمن حکومت کی دول یورپ سے معرکہ آرائی

راجر دوم (مولود ۱۰۹۳ء متوفی ۱۱۵۴ء) اگرچہ ۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ مین سائمن کا جانشین ہوا، لیکن خود زمام حکومت ۱۱۱۲ء ۵۰۶ھ سے ہاتھ مین لی، اور ایک نہایت اولو العزم فرمانروا ثابت ہوا، اوس نے اون تمام نارمن فتوحات کو جو جنوبی اٹلی مین حاصل ہوئے تھے، ایک سلسلہ مین منسلک کرکے اپنی بادشاہی کا خواب دیکھا، اور اوسکی تمام تر توجہ انھی کوششون پر مبذول ہوگئی، اور اس سلسلہ مین اوسکو سلطنت کلیسا اور پھر بالواسطہ فرانس اور انگلستان سے مسلسل معرکہ آرا رہنا پڑا، اور بالآخر اوس نے سلطنت کلیسا سے اپنی

---

[1] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۴ و ابن اثیر و ابو الفدا وغیرہ و انسائیکلو پیڈیا ج ۲۵ ص ۲۳ و ج ۲۲ ص ۵۳۴ وغیرہ،

بادشاہی تسلیم کرالی، اور یہی وہ پہلا نارمن فرمانروائے صقلیہ ہے، جو "شاہ" کے لقب سے سرفراز ہوا، اور یورپ کے ممتاز بادشاہون مین شمار کیا جانے لگا،

مسلمانون سے اشتراک عمل

راجر دوم کی ان سیاسی مشغولیتون کے باعث مسلمانان صقلیہ کے ساتھ حکومت کی وہ حکمت عملی برقرار نہین رہی جسکی داغ بیل راجر اول نے ڈالی تھی، کیونکہ اولاً سلطنت کلیسا وغیرہ سے برسر پیکار رہنے کی وجہ سے یہ مصالح حکومت کے خلاف تھا کہ وہ اپنی رعایا کے درمیان بھی اپنی حکومت کے خلاف منافرت کے جذبات برقرار، اور ملک مین بدامنی و بے چینی قائم رکھتا،

علاوہ ازین اب یہ بھی نظر آنے لگا، کہ راجر اول نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی، وہ صقلیہ مین نارمن نظام حکومت کے بحسن و خوبی چلانے کیلئے سودمند نہین ہے، کیونکہ جزیرہ کے باشندون مین نظام حکومت چلانے، ملکی صنعت و حرفت کو ترقی دینے اور تجارتی کاروبار کے سنبھالنے کی اگر کسی مین صحیح استعداد تھی تو وہ صرف مسلمانان صقلیہ مین، کیونکہ صقلیہ کے قدیم باشندے خود رومی عہد حکومت مین بھی یہ استعداد نہین رکھتے تھے، وہ اگر کسی لائق تھے تو صرف کاشتکاری کے، اور صقلیہ کے عہد روما تک یہی پیشہ یہان قائم رہا، اور زمینداری کے تمام حقوق رومی امرا، کو حاصل رہے، جو زوال حکومت کے ساتھ ہی یہان سے رخصت ہوگئے، اور یہی وجہ تھی کہ اسلامی عہد مین مسلمانون کو زمینداری کے حقوق تفویض ہوئے تھے، اور اسکو اونھون نے اپنے دوسرے ملکون کے تجربون کی بنا پر بحسن و خوبی انجام دیا، اسی طرح صقلیہ کی تمام صنعت و حرفت، تجارت اور حکومت کے معزز عہدون کے خدمات بھی یہی مسلمان انجام دیتے تھے، قدیم رومی باشندون نے ان فرائض کو نہ رومی عہد مین انجام دیا، اور نہ اسلامی عہد مین انجام دینے کے قابل تھے، اس لئے نارمن عہد حکومت مین یکایک اس تمام بار گران کے متحمل نہ ہوسکے، اور قریب قریب یہی حالت ان نوآباد عیسائیون کی تھی، جو جنوبی اٹلی وغیرہ سے لاکر یہان آباد کئے گئے تھے، کیونکہ یہ تمام قومین مدنیت کے سلسلہ ارتقا مین ابھی داخل ہوئی تھین، اور قزاقی و رہزنی کے پیشہ کو مہذب شکل مین تبدیل

کرکے نظامِ حکومت کے ماتحت شعبۂ فوج مین شامل کردی گئی تھین اس لئے اُن مین بجز فوجی خدمات کے نظامِ حکومت کے دوسرے شعبون کے سنبھالنے کی استعداد موجود نہین تھی، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ راجر اول نے اپنی بے نظیر اولوالعزمی سے اسکی مثال قائم کردی تھی، اور مسلمانون کے اشتراک کے بغیر حکومت کرتا رہا، اور تجارت صنعت وحرفت کو کسی قدر سنبھالے رہا، لیکن راجر اول اپنی خدمتِ مسیحیت کے جوش مین جو حکمتِ عملی اختیار کرگیا، وہ کچھ اوسی کے بس کی تھی، اوس نے اپنے فتحمندانہ جوش وخروش اور مذہبی جذبات سے متاثر قوتِ عمل سے کام لیا، اور کامیاب رہا، لیکن راجر دوم نے دوسری فضا مین آنکھ کھولی تھی، فتحمندی کا نشہ اوتر چکا تھا، وہ صقلیہ کی حکومت کو خدمتِ مسیحیت کے لیے نہین، بلکہ خاندانِ دی ہاٹول کے اقتدار کے لئے مستحکم کرنا چاہتا تھا، اور اوس کیلئے دوسری عیسائی سلطنتون سے اوسکو لڑنا تھا، اسلئے وہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ اوسکے باپ کی حکمتِ عملی صقلیہ مین نارمن نظامِ حکومت کے چلانے کے لئے سودمند نہین ہے، اور بغیر مسلمانون کے اشتراک کے کوئی عمدہ نظام قائم نہین ہوسکتا، کیونکہ صقلیہ اسی متمدن اور تعلیمیافتہ قوم کے زیر حکومت تھا، جس نے یہان تمدن کے ہر شعبہ کو کافی عروج پر پہنچایا تھا، اور اہلِ صقلیہ کو ایک متمدن نظامِ حکومت کا طبعًا عادی بنادیا تھا، اس لئے اگر یہان کوئی نظامِ حکومت کامیابی سے چل سکتا ہے، تو وہ اس دور کی متمدن حکومتون ہی کا نظام ہوسکتا ہے، جسکو تمام باشندگان صقلیہ مین بجز مسلمانون کے اور کوئی قوم چلا نہین سکتی،

علاوہ ازین راجر دوم نارمنون کی فتحِ صقلیہ کی تکمیل کے بعد ۴۸۶ھ ۱۰۹۳ء مین پیدا ہوا تھا، اور اوسکی تمام تعلیم وتربیت اسلامی طریقون پر ہوئی تھی، کیونکہ اوس وقت سب سے ترقی یافتہ تمدن یہی سمجھا جاتا تھا، کیونکہ خود راجر اول نے جب اپنے لڑکے کو ایک متمدن شاہزادے کی حیثیت مین دیکھنا چاہا تو مجبور ہوا کہ اوسکی تعلیم وتربیت مسلمان اہلِ علم کے سپرد کرے، چنانچہ راجر دوم نے اسلامی علوم وآداب، تاریخ، حساب، اور جغرافیہ وغیرہ مین کامل دستگاہ پیدا کی، اور اوسکو عربی علم ادب کا اچھا خاصہ

مذاق ہوگیا تھا، بلکہ اوسکی روزانہ کی عام بول چال کی زبان بھی عربی ہی تھی اس لئے اوسکو اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم وآداب سے قدرۃً ذاتی دلچسپی بھی پیدا ہوگئی تھی،

مسلمان نارمن نظامِ حکومت مین

انھی وجوہ کی بنا پر اسکے برسر حکومت ہوتے ہی مسلمانانِ صقلیہ کیساتھ حکومت کے طرزِ عمل مین تبدیلی ہوگئی چنانچہ اوس نے مسلمان اہلِ علم کو تشکیلِ حکومت کی دعوت دی جنھون نے اسلامی طرزِ حکومت پر صقلیہ کی نارمن حکومت کی بنیاد ڈالی، حکومت کے تمام شعبے وہی قائم کئے گئے، جو اسلامی عہد مین قائم تھے، جزیرہ مختلف ولایتون مین اوسی طرح تقسیم کردیا گیا، تحصیل وصول اور خراج کے وہی سب قوانین نافذ ہوئے، عدالت کا جداگانہ محکمہ قائم ہوا، پھر عمال کے اعمال پر احتساب و دادرسی کیلئے اسلامی طرزِ حکومت کے طور پر دیوانِ مظالم قائم ہوا جس مین عمالِ حکومت اور خاندانِ شاہی کے خلاف مقدمات دائر ہوسکتے تھے، اور پھر خود شاہ صقلیہ نے وہی سب مراسم ولوازمِ شاہی اختیار کئے جو سابق مسلمان فرمانروایانِ صقلیہ کے یہان رائج تھے چنانچہ شاہی باڈی گارڈ (جاندار یہ) شاہی سلاح وازار کی آراستگی اور کوتل گھوڑون وغیرہ رکھنے کا رواج ہوا اور حکومت کے معزز عہدون اور خصوصًا اعلیٰ مناصب عہدۂ وزارت وکتابت وغیرہ پر مسلمان فائز ہوگئے، مسلمان اطبا، ہیئت دان علما، شعرا، اور ادبا، دربارِ شاہی سے وابستہ ہوئے، اور اس طرح صقلیہ کی وہ ہیئت بدل گئی، جو راجر اول نے اپنے عہد مین قائم کی تھی، اور اس دور کے آغاز کے ساتھ عیسائیون کے اون تمام مظالم کا بھی سدباب ہوگیا جو وہ مسلمانون پر برپا کرتے تھے، اب مسلمان معزز شہریون کی زندگی بسر کرنے لگے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ گویا نارمنون کی نگرانی مین نئے سرے سے مسلمانون کی حکومت قائم ہوگئی، یا یون کہا جائے کہ روح وہی تھی صرف قالب بدل گیا تھا، نویری وغیرہ لکھتے ہین:۔

وملك بعده ولده رجار وسلك طريق	اوسکے بعد اوس کا لڑکا راجر تختِ حکومت پر بیٹھا،
ملوك المسلمين من الجنائب و	اوس نے مسلمان سلاطین کا طریق عمل اختیار کیا،
الحجاب. والسلاحية والجاندارية	اوراسی پر گامزن ہوا چنانچہ کوتل گھوڑے، عورتون

وغير ذالك وخالف عادة الفرنج فانهم لا يعرفون شيئا منه جعل له ديوانا للمظالم ترفع اليه شكوى المظلومين فينصفهم و لو من ولده واكرم المسلمين و قربهم ومنع عنهم الفرنج فاحبوه[1] .. .. ..

کا حجاب، سلاح واوزار کی زیب و زینت، اور باڈی گارڈ وغیرہ کو خود بھی اختیار کیا، اور عام عیسائیون کے عادات واطوار سے کنارہ کش ہوگیا، کیونکہ ان چیزون سے وہ لوگ قطعًا ناآشنا تھے، نیز اوس نے دیوانِ مظالم قائم کیا، مظلومون کی فریاد یہان پہنچتی، اور اون کے ساتھ حق وانصاف کا فیصلہ کیا جاتا، اگرچہ ظلم کرنے والون مین بادشاہ کا لڑکا ہی کیون نہ ہو، اور مسلمانون کے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آیا اور اون کو عہدے دیکر اپنے گرد وپیش جمع کیا اور عیسائیون کو اون پر دست انداز ہونے سے روک دیا، ان حالات کی بنا پر مسلمان بھی اوس سے محبت کرنے لگے،

چنانچہ اس انقلاب کے بعد مسلمانون نے حکومت سے کامل اشتراکِ عمل کیا، اور دونون مین نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے، اور مسلمانانِ صقلیہ نہ صرف ملکی نظم ونسق اور ملک کی اقتصادی ترقیون مین نارمن حکومت کے دستِ راست بنے بلکہ وہ فوج کے معزز عہدون پر بھی مامور ہوئے، اور مسلمانون کی ایک کثیر جماعت سپاہیون کی صف مین بھی کھڑی ہوگئی، اور یہی وجہ تھی جیسا کہ عرب مورخین بہ تصریح لکھتے ہین کہ اس کے بعد نارمنون کا بیڑا بحرِ روم کے تمام بیڑون مین مضبوط ترین بیڑا بنگیا، اور اولوالعزم مسلمان نارمن بیڑون پر کام کرنے لگے، اور بغیر تفریقِ ملک وملت ایک طرف اٹلی کے صوبون پر تاخت شروع کی تو دوسری طرف

---

[1] نہایۃ الارب در اماری ص۴۴ ،

بحر روم کے خود اسلامی مقبوضات کو مسلمانون سے چھین چھین کر نارمنون کے زیر علم لانے لگے، اور یہی سلسلہ ایک مدت تک قائم رہا، اور جیسا کہ گذشتہ باب سے معلوم ہو چکا ہے، بحرِ روم کے اکثر اسلامی جزائر اور شمالی افریقہ کے زرخیز مقامات نارمنون کے قبضہ مین چلے گئے، اور وہی مسلمانانِ صقلیہ جو صرف "جہاد روم" کے نام سے بیقرار ہو کر ننگی تلوارین لئے میدان مین نکل آتے تھے، آج انھی عیسائیون کے ملازم بنکر "جہاد ممالک اسلامی" کے لئے بطیب خاطر خدمات انجام دینے لگے، اور یہ امر واقعہ ہے کہ شمالی افریقہ اور اسلامی جزائر پر نارمنون کے ہاتھون جس قدر مظالم برپا ہوئے، اونکی اعانت مین یہ خوش بخت مسلمان بھی شریک تھے، اور اپنے آقا کی نظرون مین اسقدر اعتماد حاصل کر لیا، کہ مفتوح مقامات پر جو فوجین نارمن متعین کرتے وہ عیسائیون اور مسلمانون کی مشترکہ فوج ہوتی، چنانچہ عرب مورخین اس عہد کے مغرب کے حالات مین بالعموم لکھتے ہین:-

> وابقی بہا جندہ من المسلمین والصقلیین،
>
> اور (اس شہر کو فتح کر کے) یہان اپنی فوج جو مسلمانون اور صقلیون پر مشتمل تھی ٹھہرا دی،

مسلمانون سے اشتراکِ عمل کرنے اور اون کی جانب سے سرفروشانہ خدمات انجام پانے کا یہ نتیجہ ہوا، کہ راجر دوم نے سنہ ۵۲۴ھ ۱۱۳۰ء مین شاہِ صقلیہ و ایطالیہ کا لقب حاصل کر لیا، اور سلطنتِ کلیسا کی جانب سے اوسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوسکی حکومت یورپ کی ممتاز ترین اور مستحکم ترین حکومتون پر سبقت لے گئی،[1]

پھر ایک تبدیلی

راجر دوم کے شاہِ صقلیہ و ایطالیہ تسلیم کر لئے جانے کے بعد صقلیہ کی سیاسیات مین پھر ایک خفیف تبدیلی کی جھلک ظاہر ہوتی ہے، اور اوس کے اثرات راجر دوم کے عہد مین کسی قدر کم اور اوسکے جانشینون کے دور مین زیادہ مسلمانانِ صقلیہ پر نمایان ہوتے ہین یعنی حکومتِ صقلیہ اور سلطنتِ کلیسا مین اتحاد ہو جانے کے بعد کلیسا کی اسلام دشمنی کے مظاہر پھر نمایان ہوتے ہین، اور خود راجر دوم کی نگاہ بھی کسی قدر بدلی نظر آتی ہے،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳، نہایۃ الارب دراماری ص ۴۴۵، رحلۃ التجانی دراماری ص ۳۸۹، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۳ ص ۴۵۲ و ج ۲۵ ص ۳۴۴ طبع یازدہم، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۸ و ۶۶ وغیرہ،

اس لئے مسلمانانِ صقلیہ کے اشتراک عمل سے راجر دوم کو جو شخصی وجاہت حاصل ہوئی، اور حکومت صقلیہ جس بامِ عروج تک پہنچی مسلمانانِ صقلیہ کی بد قسمتی سے وہی ان کے لئے سمّ قاتل ثابت ہوئی، اور سلطنتِ کلیسا سے اتحاد اور یورپ مین صقلیہ کے بین الاقوامی وقار نے مذہبی تعصبات کی دبی ہوئی چنگاریون کو اوبھار دیا اور اسلام اور عیسائیت کے سوالات پھر تازہ ہوگئے، چنانچہ اب شمالی افریقہ کے اسلامی شہرون کے سقوط پر صقلیہ کی فوج اور آبادیون کے عیسائی، اونھی مسلمانون کے سامنے جو اون کے دوش بدوش اون ممالک کے فتح کرنے مین شریک رہتے، اسلام کے تنزل اور عیسائیت کے عروج پر فخر کرتے، اور طعن آمیز فقرون سے مسلمانون کے دلون کو مجروح کرتے، اسی طرح حکومت بھی مسلمانون کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتی، اور مفتوح اسلامی ممالک کی مسلمان عورتون کو صقلیہ کے مسلمانون کے ہاتھون گرانقدر رقمون پر فروخت کرتی، اور اسی طرح اون مفتوح اسلامی ممالک مین سے اگر کسی شہر مین بغاوت ہوتی، تو وہان کے عیسائی باشندون کی حفاظت کے لئے راجر اون مقامات مین اعلان کراتا کہ

> "اگر ایک عیسائی بھی مارا گیا تو صقلیہ کے تمام مسلمانون کی جائداد و املاک قرق کرلیجائیگی، اور تمام مسلمانون کو قتل کردیا جائے گا"

لیکن اگرچہ حکومت صقلیہ کے نقطۂ نگاہ مین یہ تبدیلی راجر دوم ہی کے عہد مین ہوچکی تھی، مگر اوسکے ایسے واضح نتائج اس عہد مین ظہور پذیر نہین ہوے جو زیادہ بدنما اور ناخوشگوار ہوتے، کیونکہ راجر اپنی نیک فطرت سے مسلمانون اور اسلام کے ساتھ پھر بھی بڑی حد تک اپنے سابقہ برتاؤ پر قائم رہا، اور اپنے لطف و ملائمت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا رہا اور مسلمانانِ صقلیہ اپنی دلی خواہشات کے خلاف حکومت کے معاملات مین پیش پیش اور دخیل رہے،

راجر دوم کی وفات

یہانتک کہ راجر دوم اپنی زندگی ہی مین ۵۴۶ھ ۱۱۵۱ء مین اپنے لڑکے ولیم کے حق مین حکومت سے دستبردار ہوگیا، اور پھر ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء مین وفات پائی،

بدنفس ولیم اول نارمن فرمانروائے صقلیہ (۴)

۵۴۶ھ ۱۱۵۱ء — ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء

کلیسا کی ریشہ دوانیان نارمن حکومت کا یہ چوتھا فرمانروا ولیم اول "بدنفس" کے لقب سے شہرت رکھتا ہے، ولیم اول نے اپنے آغازِ عہد مین اپنے باپ کی روش اختیار کی، اور مسلمانون کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا، اس لئے سلطنتِ کلیسا سے اوسکی بہت جلد مخالفت ہوگئی، اور فرمانروائے سلطنتِ کلیسا پوپ ایڈرین چہارم (ADrIAN VI) نے ولیم کے وزیر مایو کی بدانتظامیون کو آڑ بنا کر صقلیہ کے عیسائی امرا و رؤسا کو ولیم کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا، اور غالبًا انھی حالات سے مجبور ہو کر ولیم اول کو اسلام دوستی کی حکمتِ عملی کو ترک کرنا پڑا، اور راجر دوم کے حینِ حیات ہی مین ایک نہایت اہم واقعہ صقلیہ مین پیش آیا، جس کے بعد اس "بدنفس" فرمانروا کے عہد مین مسلمانانِ صقلیہ جور و ستم کا آماجگاہ بن جاتے ہین، اور مسلمانون اور اسلام کے ساتھ صقلیہ کے عیسائیون اور حکومت کی کھلی ہوئی دشمنی کا اظہار ہو جاتا ہے،

اسلام دشمنی کا آغاز، اس واقعہ کی سادہ صورت یہ ہے کہ ایک عیسائی امیر البحر فلپ (فلیب) مہدوی کی سرکردگی مین نارمن لشکر بونہ پر حملہ آور ہو کر قابض ہوا، اور حسبِ دستور وہان کے مسلمان باشندون کو گرفتار اور ان کی دولت و ثروت پر قبضہ کر لیا،

اس موقع پر اس عیسائی امیر البحر فلپ سے حکومت کے مسیحی نقطۂ نظر سے یہ شدید غلطی سرزد ہوگئی کہ وہ باشندگانِ بونہ مین سے علما و صالحین کی ایک جماعت کے ساتھ رفق و ملائمت سے پیش آیا، اور ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا احترام کر کے اُن سے چشم پوشی کی اور انھین گرفتار کرنیکے بجائے خاموشی سے دیہی آبادیون مین ہجرت کر جانے کی اجازت دیدی،

یہ ایک معمولی سا سادہ واقعہ تھا لیکن فلپ کے اس طرزِ عمل سے صقلیہ کے عیسائیون مین اسکے خلاف عام ہیجان پیدا ہوگیا، اور اس غریب پر نہ صرف مسلمانون کی پاسداری و جانب داری کا الزام لگایا گیا، بلکہ خود اوسکے مذہب و ملت پر اشتباہ کی نظر ڈالی گئی، اور اوسکے ساتھ اوسکا پورا خاندان جسمین اسکے نوجوان لڑکے بھی شامل تھے، اسی جرم مین گرفتار اور حکومت کی طرف سے اوس پر دو سنگین الزام عائد کئے گئے، اولاً بونہ مین مسلمانون کے ساتھ لطف و ملائمت سے پیش آنا، اور دوم خود مع تمام اہل و عیال دین مسیحی سے منحرف ہوکر مذہب اسلام قبول کرلینا،

اسکے بعد حکومت کی طرف سے اساقفہ و قسیسین کی ایک مذہبی مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور اس مین فلپ پر دونون الزامون کی بنا پر مقدمہ قائم ہوگیا، اور اساقفہ و قسیسین کی نگاہ مین یہ دونون الزام اس قدر سنگین ثابت ہوئے کہ اوس کانفرس نے اس کے نذرِ آتش کردینے کا انسانیت سوز فیصلہ کیا، اور مقدمہ کے فیصلہ کے بعد ہی وہ اسی سال ماہ رمضان مین آگ مین ڈالدیا گیا، اور اسی طرزِ عمل سے صقلیہ مین اسلام دشمنی کی حکمت عملی آشکارا ہوگئی، چنانچہ ابن اثیر اس واقعہ پر یہ تبصرہ کرتا ہے:۔

یہ پہلی مصیبت تھی جو صقلیہ مین مسلمانون پر ٹوٹی،	وھذا اوّل وہن دخل علی المسلمین بصقلیہ
اسکے بعد خدا نے راجر کو بہت کم مہلت دی اور وہ	ولم یمھل اللہ رجار بعدہ الا یسیرا حتی
اسی سال ماہ ذی الحجہ کی دسوین تک کسی تاریخ	مات فی العشر الاول من ذی الحجہ من السنۃ

ابن اثیر ج ۱۱ ص ۸۴

چنانچہ اسی واقعہ کے کچھ دنون بعد ۵۵۱ھ ۱۱۵۶ء مین سلطنت کلیسا کے پوپ اور ولیم اول کے درمیان صلح ہوگئی، جس کے دوسرے معنی یہی تھے کہ صقلیہ کی حکومت مین عیسائیون کی مقدس مذہبی جماعت کو کامل رسوخ حاصل ہوگیا، اور اس عہد مین یہ وہی جماعت تھی، جس کے ایک ایک فرد کو اسلام سے کامل بغض و ازلی عداوت تھی، اسلئے اوسکے نقطۂ نظر سے دنیا سے اسلام کو بیخ و بن سے اوکھاڑ دینا مسیحیت کی عین خدمت تھی، پھر وہ صقلیہ مین اسلام اور مسلمانون کے اثر و اقتدار کو کیونکر گوارا کرسکتی تھی،

لیکن راجر دوم کی پالیسی کی بنا پر مسلمانان صقلیہ حکومت اور نیز صقلیہ کی اجتماعی زندگی کے ہر ایک شعبہ مین ایسے

دخیل ہوگئے تھے، کہ اگر راجر اول کے عہد کی طرح یکلخت پھر اونھین الگ کر دیا جاتا، تو پھر ایک جدید نظامِ حکومت قائم کرنے مین وہی دشواریان پیش آتین، جو راجر دوم کو اوس نظامِ حکومت کے چلانے مین پیش آئی تھین، جسے اوس کے باپ نے قائم کر دیا تھا، اسلئے نارمن فرمانروائے صقلیہ نے ایسی غلطی دوبارہ نہین کی، اور مسلمانانِ صقلیہ حکومت کے شعبون مین اور یہان کی اجتماعی زندگی مین شریک رہے،

مسلمانون کی حکومت سے بیزاری

لیکن حکومت کی اسلام دشمنی کی حکمتِ عملی آشکارا ہوجانیکے بعد مسلمانون کا حکومت کے ساتھ وہ دلی لگاؤ قائم نہین رہا، جو راجر دوم کے عہد مین قائم ہوگیا تھا، اسلئے وہ اگرچہ بظاہر حکومت سے تعاون کر رہے تھے، لیکن اونکی روح اس حکومت سے روز بروز بیزار ہوتی جاتی تھی، اور اگر ہم یہ کہین تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ ولیم اول کے وزیر اعظم مایو (۱۱۶۰ء) کی سوئے تدبیر سے نظامِ مملکت مین جو کچھ رخنہ پڑا، اور جسکی تفصیلات عرب و یورپین مورخین دونون نے بیان کی ہین، اور پھر افریقیہ کے مقبوضات جس آسانی سے ولیم اول کے عہد مین نارمنون کے قبضہ سے نکل گئے، اور ملک مین جو دورِ اختلال شروع ہوگیا، اوسکے اسباب مین اگر ہم اسلام کے ساتھ حکومت کے نامنصفانہ طرزِ عمل اور اس سے مسلمانون کی عام بےچینی اور حکومت سے بے اطمینانی کو بھی منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب قرار دین تو شاید بیجا نہ ہوگا،

ولیم کی وفات

یہی حالات تھے کہ ولیم اول نے ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء مین وفات پائی، اور اوسکے بجائے اوسکا لڑکا ولیم دوم کے نام سے برسرِ حکومت ہوا[1]

نیک نفس ولیم دوم نارمن فرمانروائے صقلیہ (۵)

۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء — ۵۸۵ھ ۱۱۸۹ء

ولیم دوم "نیک نفس" (THE GOOD) کا لقب رکھتا ہے، ۱۳ سال کی عمر مین باپ کے تخت پر بیٹھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ حوادث ۵۴۳ھ، انسائیکلوپیڈیا، ج ۲۵ ص ۲۴ (سسلی)، ج ۲۸ صفحہ ۶۷ (ولیم)

اوسکی مان اوس کی سرپرست رہی، اوس نے پاپائے روما سے ابتدا ہی سے اپنے تعلقات خوشگوار رکھے اسلئے سلطنت کلیسا کی جانب سے شروع ہی سے اوسکی بادشاہی تسلیم کرلی گئی،

ولیم دوم اور اسلامی تہذیب و تمدن

ولیم دوم کی پرورش و پرداخت اسلامی فضا مین ہوئی، اور اسلامی تہذیب و مدنیت مین اوس نے آنکھین کھولین، اس لئے اوسکی طبیعت و فطرت اور عادات و اطوار مین اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات کا رنگ نمایان رہا، اور برسر حکومت ہوتے ہی ایک "مسلم فرمانروا" کے مشابہ زندگی اختیار کی اور اوسکے عہد مین حکومت کا نظام پہلے سے زیادہ اسلامی قالب مین ڈھل گیا، مشہور عرب سیاح ابن جبیر اسی کے عہد مین سنہ ۵۸۰ھ ۱۱۸۳ء مین صقلیہ آیا، اور یہان ماہ رمضان سنہ ۵۸۰ھ مطابق ماہ دسمبر سنہ ۱۱۸۳ء سے ماہ ذی الحجہ سنہ ۵۸۰ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۱۸۴ء تک مقیم رہا، اور اوسے یہان کے حالات کے وسیع مطالعہ کرنے کا موقع ملا، اور اپنے سفرنامہ مین یہان کا تفصیلی مرقع کھینچا،

ابن جبیر نے جو حالات قلمبند کئے، اون سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اوس نارمن فرمانروا کا دربار خالص اسلامی دربار تھا، اوسکے گرد و پیش مسلمان امرا اور رؤسا، کا جھرمٹ ہوتا، اوسکے باڈی گارڈ خوبصورت نوجوان مسلمان ہوتے، اس کے دربار مین طریق نشست و برخاست اور آئین و آداب مسلمان فرمانرواؤن کے مثل تھا، حکومت کے تمام معزز عہدون پر مسلمان فائز تھے، اور اسی طرح طرز حکومت، قوانین ملکی، تقسیم مراتب اور حکومت کے ذرائع اظہار و نمود و نمایش سب کے سب اسلامی طرز پر قائم تھے، جب شاہی دربار منعقد ہوتا، یا موکب شاہی نکلتا، تو تمام ساز و سامان خدم و حشم لاؤ لشکر، ترتیب جلوس اور عام تزک و احتشام و کر و فر کے اظہار مین اسلامی تہذیب نمایان ہوتی، شاہ کی سواری، تخت شاہی، اسلامی طرز پر سجایا جاتا، چتر شاہی مسلمان نوخیز لڑکون کے ہاتھ مین ہوتا، جو اسلامی طرز کے قیمتی ملبوسات مین ملبوس ہوتے، یہان تک کہ شاہی محل کی خواتین مین بھی کثیر تعداد مسلمان خواتین کی تھی، جو اس دور کی بہتر سے بہتر آرایش و زیبایش اور معاشرتی تکلفات سے آراستہ رہتین، اور اون کے اثر سے یہان کی عیسائی عورتون نے بھی اسلامی معاشرت قبول کرلی تھی،

یہان تک کہ پر سر بازار بغیر حجاب و نقاب کے باہر نہین نکلتین، محل مین خواجہ سرا بھی موجود تھے، اور اس عہد مین اسلامی طرز معاشرت اور طریق زندگی اس قدر مقبول ہوگیا تھا کہ نارمن شاہی خاندان کے افراد اور دیگر عیسائی امرا و رؤسا بھی اسی زندگی کے عادی بن گئے تھے، اسی طرح پورے صقلیہ مین اسلامی طریقہ تہذیب و تمدن ہر قوم مین یکسان طور پر رائج ہوگیا تھا، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابن جبیر کے حوالہ سے لکھتا ہے:-

"ولیم مسلمان عورتون اور خواجہ سراؤن کے جھرمٹ مین گھرا رہتا تھا، عربی بولتا اور لکھتا تھا، اور ایک "مسلمان بادشاہ" کی طرح زندگی بسر کرتا تھا"[1]

ولیم کی اسلام دشمنی

لیکن اسلامی تہذیب و تمدن کی اس مقبولیت کے باوجود یہ حیرت انگیز امر ہے، کہ جہان تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، اوس مین حکومت کی جو ذہنیت قائم ہو چکی تھی اور جو طرز عمل قرار پا چکا تھا، اوس مین سر مو فرق نہین آیا، بلکہ ولیم ثانی کے آغاز جلوس سے کلیسا کے پوپ سے جو تعلقات استوار ہوگئے تھے، اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی سے ولیم کی جو معرکہ آرائیان ہوئین، اون کی بنا پر اس دور مین یہ جذبات اور تیز تر ہوگئے، اور اس امر مین ولیم اول اور ولیم ثانی کی حکمت عملیون مین کوئی فرق نہین رہا اور جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے ایک دوسرے موقع پر ان دونون فرمانرواؤن کا موازنہ کیا ہے، اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "ولیم دی بیڈ اور ولیم دی گڈ مین کوئی نمایان فرق نہین تھا .... دونون کے دونون اپنے دوستون اور ہمدردون کے یکسان مخالف رہے"[2] مسلمانون کی نسبت بھی ان دونون کے لئے یہی کہا جا سکتا ہے، کہ مسلمانون نے اپنے کو اون کا ہمدرد اور دوست بنانا چاہا، مگر اونھون نے محض اسلام دشمنی کے باعث اون کی دوستی اور ہمدردی قبول نہین کی،

---

[1] ابن جبیر ص ۳۲۴، ۳۲۵ وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۲۰ ص ۶۷۱ (ولیم ثانی) طبع یازدہم، [2] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۳۴،

چنانچہ ولیم دوم کے عہد مین بھی مسلمانون کے روبرو اونھین طعن وطنز کا نشانہ بنایا جاتا، اونھین چھیڑ چھیڑ کر اون سے مناظرانہ گفتگو کیجاتی، مسلمان، عیسائی مذہب کا بھی پاس ادب رکھتے تھے، اور حکومت کے خوف سے بھی زبان ہلانے کی جراُت نہین کرتے تھے، اس کے برخلاف صقلیہ کے راہب اپنے جوش نفرت مین مسلمانون کو نشانہ ملامت بنانیکے علاوہ پیغمبر اسلام صلعم کی شان مین بھی گستاخیان کرتے، اور بسا اوقات جوش مین ایسے ناملائم اور ناقابل برداشت فقرے کہہ جاتے جنھین ضبط تحریر مین بھی لانا دشوار ہے، ابن اثیر نے اس سلسلہ مین بعض واقعات درج کئے ہین،

مسلمانون کی مذہبی آزادی

لیکن اسکے باوجود اس وقت تک سابق معاہدون کی بنیاد پر مسلمانون کو کسی قدر مذہبی آزادی حاصل تھی جس کو ابن جبیر نے "ایمان کے چند علامات باقی ہین" کے الفاظ مین ادا کیا ہے، مساجد کی تعمیر کی اجازت حاصل تھی، بلند آواز سے اذان دیجاسکتی تھی، عیدین کی نماز کی اجازت تھی جسمین خلیفہ عباسی کے لئے دعا کیجاتی تھی، اسی طرح ایسے مسائل واحکام کے لئے جو اگرچہ معاشرتی ہین لیکن مسلمانون کے احکام مذہبی کے دائرہ مین داخل ہین جنھین عرف عام مین "پرسنل لا" کہا جاتا ہے، ایک محکمہ قضا کا نظام قائم تھا، اور ایسے مقدمات اسی اسلامی عدالت مین دائر ہوتے تھے اور یہین سے فیصل ہوتے تھے،

مذہب مین رخنہ اندازیان

مگر پھر اسی دور مین مذہبی آزادی مین بھی رخنہ اندازیان شروع ہوگئی تھین مثلاً جمعہ کی نماز ممنوع تھی، کہ اوس عہد مین جمعہ کے خطبات مین مسلمانون کے اہم مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل کی اصلاح پر وعظ و پند ہوتا تھا، نارمن حکومت نے اس خوف سے کہ وہ خطبات انقلاب انگیز ثابت نہ ہون جمعہ کی نماز روک دی تھی، بلرم کی جامع مسجد بجز رمضان کی تراویح اور عیدین کے سال بھر سنسان پڑی رہتی، اسی طرح پھر اسلامی محکمہ قضا پر اس طرح قبضہ کیا گیا، کہ ایک بدبخت مسلمان قاضی ابن زرعہ نے جو اس عہد مین ایک بلند پایہ فقیہ تھا، عیسائی مذہب اختیار کر لیا، اگرچہ وہ درپردہ اسلام پر ایمان رکھتا تھا، مگر اپنی مسجد کو کلیسا بنا ڈالا، عیسائی مذہب کے معلومات حاصل کئے، اور تبدیل مذہب کے بعد وہ حکومت کی جانب سے عیسائی

اور مسلمان دونون کیلئے بظاہر اسی مرتد قاضی کے احکام وفتاوی جاری ہونے لگے،

مسلمانون کا اسلام سے برگشتہ ہونا اور کتمانِ ایمان

اس طرح حکومت کے مختلف طرزِ عمل سے جب مسلمانانِ صقلیہ مین یہ احساس پیدا ہوا، کہ حکومت کی نظر مین اونکا پیروِ اسلام ہونا پسندیدہ نہین، اور صقلیہ سے اسلام کی جڑ کو بیخ وبن سے اوکھاڑ دینے کا کام درپردہ جاری ہے، تو وہ وجاہت پسند مسلمانانِ صقلیہ جن کی نظر مین تمام مآلِ زندگی محض دنیاوی عزت ووقار تھا، اور اپنی انفرادی صلاحیتون کے باعث ملک مین معزز وممتاز شمار کیے جاتے تھے، اپنے دنیاوی اعزاز واکرام کے تحفظ کے لیے حکومت کی ترغیب وترہیب سے اپنی متاعِ گرانمایہ اسلام سے اپنی برات ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئے، کیونکہ اون کی ذاتی استعداد وصلاحیت کی خوبیون کا اس وقت زیادہ اعتراف کیا جاتا جب اسلام سے منحرف ہو کر عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کر دیتے، مگر چونکہ اون کے قلوب عقیدۂ توحید کے لذت آشنا تھے، اس لئے دل سے سرِ نیاز تثلیث کے سامنے جھکانا محال تھا، اسلئے وہ کتمِ ایمان کر کے درپردہ خدائے واحد ہی کے سامنے سربسجود ہوتے،

پھر اوسی زمانہ مین جزیرہ مین ترکِ اسلام اور قبولِ مسیحیت حکومت کی نظرون مین اس حد تک لایقِ ستایش قرار پایا، کہ اگر کبھی کسی مسلمان گھرانے مین کسی خانگی معاملہ مین باپ بیٹون مین شکررنجی ہو جاتی تو بیٹا باپ سے روٹھ کر اسلام سے منہ موڑ لیتا، اور جان نثارانِ مسیحیت کمالِ شفقت سے اوسکو دامنِ مسیحیت مین چھپا لیتے،

بجبر عیسائی بنانا

نیز بجبر عیسائی بنانے کا دستور بھی قائم ہو گیا، مسلمانون کی کنواری ناکتخدا لڑکیان شاہ صقلیہ یا شاہی خاندان وامرا کی نظرِ انتخاب مین آتین، مگر وہ مسلمہ ہوتین، اور مذہبی حیثیت سے کسی اہلِ کتاب کے حبالۂ عقد مین نہین لائی جاسکتی تھین، اسلئے اونھین شاہی محل مین پہنچانے کے لئے بجبر عیسائی بنایا جاتا، اوران مظالم کے ساتھ یہ مظلوم وبیکس لڑکیان شاہی محل مین پہنچا دیجاتین،

اسی طرح ایسے مسلمان امراء ومعززین کو جو مسلمانانِ صقلیہ مین اثر ورسوخ رکھتے تھے، اور عزت ووقار

کی نگاہ سے دیکھے جاتے، حکومت کی جانب سے آمادہ کیا جاتا کہ وہ ترکِ اسلام کرکے عیسائیت قبول کرلین، اگر وہ آمادہ نہ ہوتا تو اوسکی جانب سے املاک ضبط کیجاتین، اور طرح طرح کے مصائب و مظالم اوس پر ڈھائے جاتے، چنانچہ جس زمانہ مین ابن جبیر صقلیہ پہنچا ہے، بلرم کا ذی اثر مسلمان رئیس ابوالقاسم ابن حمود المعروف بابن الحجر بجبر عیسائی بنائے جانے کیلئے مورد عتاب تھا، اور حکومت کا خیال تھا کہ اگر وہ عیسائیت قبول کرے تو سارے جزیرہ کے مسلمانون مین عیسائیت کو فروغ حاصل ہوجائے،

اسلام کی سخت جانی

مگر اس جزیرہ کا اسلام ابھی تک اپنی جانکنی کے باوجود سخت جانی سے قائم رہا، کہ خدا کو منظور تھا کہ ابھی کچھ دنون اور اوسکی توحید کی صدا اس جزیرہ مین قائم رہے، چنانچہ وہی مسلمان لڑکیان جو محل شاہی مین پہنچائی گئین، اور بجبر عیسائی بنائی گئین، اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بن گئین، چھپ چھپ کر اندھیری کوٹھریون مین خدا کی پرستش کرتین، رمضان مین خلوص سے روزے رکھتین، صدقات دیتین، اور اون کے مذہب کے اخلاص کے اثر سے اس آذر کدہ مین سنتِ ابراہیمی کی نشو و نما ہوئی، اور محل کی عیسائی عورتین متاثر ہوکر در پردہ اسلام قبول کرلیتین، اور کبھی کبھی یہ مومنات قانتات اپنی عبادت گذاری مین مصروف رہتین، شاہی محل کے افسر آجاتے اور چشم پوشی کرجاتے، کہ اگر مزاحم ہوتے تو ایک جمِ غفیر تھا، کس کس کو محل سے خارج کرتے، اور کس کس کو دار پر چڑھاتے،

اسی طرح ذی اثر مسلمان رئیس ابن الحجر نے بھی سختیان اوٹھائین، مگر اسلام سے منہ نہ موڑا، اور اسلام اور مسلمانون کا وجود کچھ دنون تک جزیرہ مین قائم رہا،

مسلمانانِ صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات،

الغرض ولیم کے عہد مین نارمنون کے ماتحت مسلمانانِ صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات قائم تھے، ایک طرف تو شاہی محل سے لیکر عوام تک اسلامی تہذیب و روایات کو اختیار کررہے تھے، اور چونکہ مسلمانان صقلیہ اس تہذیب کے حامل تھے، اس لئے فطرۃً یہان کے اعلی عہدون پر وہی سرفراز ہوتے، ملکی مناصب اونھین کو تفویض ہوتے، ملکی قوانین وہی مرتب کرتے، مدنیت کی تراش

وخراش مین اونھین سے مدد لیجاتی، عیسائیون کی اعلےٰ سوسائٹیون مین اونھین عزت و احترام سے جگہ ملتی، عالیشان سربفلک عمارتین، اونھین سے تعمیر کرائی جاتین، حکومت کی زبان عربی رہی سکّون پر فرمانروا کا نام و طغرا، اور سنین عربی مین لکھے جاتے، اور یہان تک کہ مقدس گرجا کی عمارتون پر مسلمان انجینیر بطلان تثلیث کی آیات قرآنی بطور نقش و نگار خط طغرا مین لکھ ڈالتے اور دوسری طرف جہان تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، راہبون اور قسیسون کی زہر فشانی جاری تھی، یہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ مین اسلام کے خلاف نفرت پھیلاتے اور مسلمان اپنی اجتماعی حیثیت سے پیروان توحید ہونیکے باعث نشانۂ ملامت و مورد عتاب بنتے، اور مسلمانون کے لئے اجتماعی حیثیت سے جو قوانین نافذ ہوتے وہ ایسے ہوتے کہ رفتہ رفتہ اون کی اجتماعی اہمیت زائل ہوتی جائے اور اون کی مجموعی اقتصادی حالت ایسی نہ ہو کہ وہ عیسائیون پر تفوّق حاصل کر سکین، اور اس طرح مسلمان زمیندار جو کبھی زمین کے بلا شرکت غیرے مالک تھے، کسان بنکر رہ گئے تھے، مگر عیسائیون کی نگاہ مین اون کا یہ زراعت پیشہ رہنا بھی کھٹکتا رہا، اور اون کی ہستی کو نیست و نابود کرنے اور اونھین مفلوک الحال بنا دینے کے لئے سال کی دو فصلون پر ایسی گران قدر رقم بطور ٹیکس عائد کر دی گئی کہ اونکا خوش حالی سے بسر کرنا محال ہو گیا تھا، اور ان تمام ایذا رسانیون کے ساتھ در پردہ اور پھر کھلے بند لوگون کو بجبر عیسائی بنایا جانے لگا،

ابن جبیر کے مشاہدات ضرورت ہی کہ اس عہد کے مسلمانون کے مفصل حالات معلوم کرنیکے لئے ابن جبیر کے بیان کا خلاصہ پیش کر دیا جائے کہ ایک طرف اسلامی تہذیب و تمدن کی جلوہ آرائی نظر آئے، اور دوسری طرف مسلمانون کے حلقہ بگوش اسلام ہونیکے باعث اون کی قومی و ملی و تباہی و بربادی کا صحیح مرقع سامنے آجائے اس لئے ہم ذیل مین اوس حصہ کا اجمالی و سرسری خلاصہ تقریباً اوسی کے الفاظ مین مسلسل پیش کر دیتے ہین، جس سے اسلامی تہذیب اور جزیرہ کے مسلمانون اور اسلام کے حالات آشکارا ہون وہ لکھتا ہی:-

”ہم یوم یکشنبہ ۱۳ رمضان (۵۸۰ھ) کی نصف شب کو جزیرہ (صقلیہ) کے شہر مسینا کے پاس پہنچے......... اور

جب ستارۂ صبح طلوع ہوا تو ہم نے تعجب سے دیکھا کہ شہر مسینا ہم سے نصف میل پر ہے، ....

جہاز کے مصائب اور شور و ہنگامہ کی خبر شہر مین پہنچ چکی تھی، سارا شہر ہمدردی مین ساحل پر جمع ہو گیا اور خود شاہِ صقلیہ ولیم بھی ساحل پر چلا آیا، اور ہم لوگون نے مصائب سے نجات پا کر ساحل پر قدم رکھا ......

ہمین اس رومی بادشاہ کے متعلق جو کچھ بتایا گیا وہ تعجب انگیز ہے، معلوم ہوا کہ اوس نے جہاز مین سے چند ایسے نادار مسلمانون کو اوترتے دیکھا جن کے پاس کرایہ ادا کرنے کے دام نہین تھے، .... شاہِ صقلیہ نے ان مسلمانون سے حالت دریافت کی جنھون نے ساری سرگذشت بیان کر دی، تو اوس نے سو رباعی جو اس کا سکہ تھا، ادا کرنے کا حکم دیدیا، .... چنانچہ ان مسلمانون کی گلوخلاصی ہوئی اور ساحل پر اوترے، اور ہم نے خدا کا دوبارہ شکر ادا کیا، کہ اوس نے ہمین اس جزیرہ پر اوتارا، ورنہ اگر کسی طوفانِ حوادث سے ہمارا جہاز کسی اور رومی جزیرہ مین پہنچ جاتا، یا ارضِ کبیرہ (جنوبی اٹلی) کے ساحل سے لگ جاتا، تو ہم تمام مسلمان ہمیشہ کے لئے غلام بنا لئے جاتے، اور اس حادثہ کے بعد اللہ کا بڑا فضل یہ بھی ہوا کہ عین موقع پر یہ رومی فرمانروا جو اپنے ایک بیڑے کو تیار کرنے کے لئے یہان آیا تھا، ساحل پر چلا آیا، ورنہ اس پر بھی سارا جہاز لوٹ لیا جاتا، اور اس جہاز مین جتنے مسلمان تھے، وہ غلام بنا لئے جاتے، کیونکہ ان ممالک مین مسلمانون کے ساتھ یہی صورتِ حال قائم ہو گئی ہے[1]،

مسینا .... تمام تر کفار سے آباد ہے، کسی مسلمان کے لئے یہان کوئی ٹھکانا نہین، نصاری نہایت کثرت سے آباد ہین، ...... مسلمان اس شہر مسینا مین مطلقاً نظر نہین آتے، صرف تھوڑے سے مزدور پیشہ مسلمان دکھائی دیتے ہین، اور اسی لئے ایک اجنبی مسلمان کو یہان آکر وحشت ہوتی ہے، ......

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جبیر اتفاقی طور پر صقلیہ پہنچ گیا تھا، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ اس تھوڑے ہی زمانہ مین جنوبی اٹلی، صقلیہ، اور بحر روم کے ان دوسرے جزیرون مین مسلمانون کی کیا حالت ہو گئی، کہ چند دن پیشتر یہان کے وہ فرمانروا تھے، وہان اب مسلمان مسافرون کے جان و مال کی بھی کوئی خبر نہین رہ گئی، اور اگر شومی قسمت سے کوئی مسلمان مسافر بھٹکتا آنکلتا تو گرفتار کر کے غلام بنا لیا جاتا،

یہ جزیرہ (صقلیہ) صلیب کے پجاریون سے معمور ہی، اور مسلمان اون کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہین، اور وہ عیسائی ان مسلمانون سے خدمت لینے اور مزدوری کرانے مین اچھا برتاؤ کرتے ہین، ان عیسائیون نے یہان کے مسلمانون پر سال کی دو فصلون مین ٹکیس باندھ دیا ہے، جس کو مسلمان ادا کرتے ہین، اور اس طرح یہ عیسائی ان مسلمانون کی زمین کی اوس زرخیزی کے درمیان جسکو وہ حاصل کرتے تھے حائل ہو گئے ہین، اللہ عزوجل اون کے حالات کی اصلاح فرمائے......

اس جزیرہ کا سب سے بہتر شہر یہان کا پایہ تخت ہے، جس کو مسلمان المدینۃ (دار السلطنت) اور نصاری بلارمہ کہتے ہین، اور اسی مین متمدن مسلمانون کی آبادی قائم ہے، یہان اون کی مسجدین قائم ہین، اور اون کے مخصوص بازار ہین،......

یہان کے فرمانروا کے حالات تعجب انگیز ہین، وہ ایک نیک سیرت فرمانروا ہی، مسلمانون کو خدمات پر سرفراز کرتا ہی، اور مسلمان خواجہ سراؤن کو اپنے یہان نوکر رکھتا ہے،... اور مسلمانون پر کامل اعتماد رکھتا ہے، اور اپنے تمام حالات اور اہم مشاغل مین اوسے اونھین سے تسکین ہوتی ہی، یہان تک کہ اوس کے باورچی خانہ کا داروغہ بھی ایک مسلمان ہی ہی، اور اوس کے تمام خدمت گار حبشی مسلمان غلام ہین جن کا اونھی مین سے ایک افسر ہے، اور اوس کے وزرا، اور حجاب سب مسلمان ہین، اونھی مسلمانون مین سے اکثر اوسکے ارباب حکومت اور اوس کے ندمای خاص ہین، اور درحقیقت اس مملکت کی رونق انھی مسلمانون سے قائم ہے، یہی لوگ رئیسانہ طور وطریق کے ساتھ عیش و تنعم سے زندگی گذارتے ہین، اور یہی لوگ قیمتی لباسون، عمدہ سواریون، خدم و حشم اور اتباع اور حاشیہ نشینون کے ساتھ رہتے سہتے ہین،......... اوسکے محل مین بہ کثرت کنیز اور غلام ہین، عیسائی فرمانروا اون مین اس سے زیادہ عیش پرست، اس سے زیادہ شاہانہ طمطراق رکھنے والا، اور اس سے زیادہ مرفہ الحال کوئی دوسرا فرمانروا موجود نہین، وہ شاہانہ شان و شوکت، ترتیب قوانین، طرز حکومت، عہدیدارون کے مراتب کی تعیین، اور زیب و زینت وغیرہ کے اظہار مین سلاطین اسلام کے مشابہ ہی، اوسکی مملکت بڑی ہے، اوسکے دربار

سے اطبا، اور ہیئت دان وابستہ ہین جن سے وہ نہایت دلچسپی رکھتا ہی، اور اون کے موجود رہنے پر نہایت خوش رہتا ہے، یہان تک کہ جب اوسے خبر ملتی ہے کہ فلان طبیب یا منجم اپنے وطن مالوف کو واپس جا رہا ہی، تو اوسے ف جبراً روک لیتا ہے، اور سامانِ معیشت (یعنی وظیفہ وتنخواہ) مین اضافہ کرتا ہے، اور اوسکو اپنے وطن کی واپسی سے بے نیاز کر دیتا ہی، اللہ مسلمانون کو اوس کے فتنہ اور اوسکے منت واحسان سے بچائے، اوسکی عمر اس وقت تقریباً تیس سال کی ہے، اوسکی ایک عجیب بات یہ بھی بیان کی جاتی ہی، کہ وہ عربی زبان مین لکھ پڑھ لیتا ہی اور اوس کا سرکاری نشان جیسا کہ مجھ سے اوسکے ایک شاہی خدمتگذار نے بیان کیا، یہ ہے، "الحمدُ للہ حق حمدہ" اور اوسکے باپ کا سرکاری نشان "الحمدُ للہ شکراً لانعمہ" تھا......."

اوسکے وہ تمام خدام اور خواجہ سرا جو محل مین اوسکے ساتھ رہتے ہین، مسلمان اور وہ سب کے سب یا اون مین سے اکثر اپنا ایمان چھپائے ہین، اور شریعتِ اسلام کو دل سے مضبوط پکڑے ہین، ...... اور اوسکے محل کی تمام عورتین اور کنیزین بھی سب کی سب مسلمان ہین، اور ایک تعجب انگیز واقعہ ہم سے اوسی شاہی خدمتگذار (یعنی یحییٰ بن فتیان الطراز (جو محل شاہی مین زرکاری کے کام انجام دیتا ہے) نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے شاہی محل مین جب نئی عیسائی عورتین داخل ہوتی ہین، تو رفتہ رفتہ (اثرِ صحبت سے) وہ بھی مسلمان ہو جاتی ہین، اونھین وہی مسلمان عورتین اور کنیزین مسلمان کر لیتی ہین، اور یہ اوس فرمان روا سے درپردہ کیا جاتا ہے، ان مسلمان عورتون کے اعمالِ صالحہ انجام دینے کے بھی عجیب عجیب واقعات ہین......... اور ہمین بتایا گیا ہے کہ جب اس جزیرہ مین خوفناک زلزلے آتے ہین اور اون زلزلون سے یہ مشرک خوف زدہ ہوتا ہے تو اوس وقت اپنے قصر مین آتا ہے، یہان محل کی عورتون اور لڑکون کو اللہ ورسول کی یاد مین محو دیکھتا ہے اور بسا اوقات جب وہ خود ان زلزلون سے دہشت مین آجاتا ہے تو اپنے محل والون سے کہتا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے معبود کو یاد کرے، اور جو شخص جو مذہب رکھتا ہو، اسی سے تسکین حاصل کرے،

اس سلطنت کے اعیان اور اوس کے صوبون کے والی بھی سب کے سب مسلمان ہی ہین،

اون مین کوئی بھی ایسا نہین جو مہینون بطورِ نفل و تطوع روزہ نہ رکھتا ہو، صدقہ نہ کرتا ہو، قیدیون کو آزاد نہ کراتا ہو، یتیمون کی پرورش نہ کرتا ہو، اون کی شادی نہ کر دیتا ہو، اون سے حسنِ سلوک سی پیش نہ آتا ہو، اور حسبِ استطاعت اعمالِ خیر انجام نہ دیتا ہو، یہی سب اس جزیرہ کے مسلمانون کے نیک اعمال ہین، لیکن یہ سب کچھ پردۂ راز مین انجام پاتا ہے،

ان مین سی ایک نوجوان سے ہم مسینا مین ملے، اوس کا نام عبد المسیح تھا وہ یہان کے معززین مین سے تھا، وہ ہم سے نہایت اخلاص و محبت اور عزت و اکرام سے پیش آیا، اور ہم پر اعتماد کرنے کے بعد اپنے رازہای سربستہ کے دفتر کھول دئے، چنانچہ ایک دن اُس نے اپنے پاس کے تمام آدمیون کو مجلس سے اوٹھا دیا جب کامل تخلیہ ہو گیا، تو اوس نے ہم سے پہلے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور شام کے آثار و مشاہد کی بابت استفسارات کئے، جن کے جوابات ہم دیتے گئے، اس گفتگو سے اوسکی آتشِ شوق اور مشتعل ہوتی گئی، اور اوس نے ہم سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے تبرکات کی یہ کہتے ہوئے استدعا کی کہ اون کے دینے مین ہملوگ بخل نہ کرین کیونکہ تم لوگ اسلام کو کھلے بند اپنا مذہب ظاہر کرتے ہو اور اپنے مقصد مین کامیاب اور حصولِ اجر سے انشاء اللہ فائز ہو گے، اور ہم لوگ اپنا ایمان چھپانے پر مجبور ہو گئے ہین، اور اپنی جانون سے خائف ہین، عبادتِ الٰہی و فرائضِ دینی کو چھپ چھپ کر ادا کرتے ہین، ایک کافر کی ملکیت مین داخل ہین، اور غلامی کا طوق ہم لوگون کی گردنون مین ڈال دیا گیا ہی، اور ہماری آخری رسائی یہی ہے کہ ہم تم لوگون جیسے حجاج سی مل کر برکت حاصل کرین، اون سے دعاؤن کا ہدیہ لین، اور اون سے ملکر اون مشاہدِ مقدسہ کے تحفے حاصل کرنے کی آرزو کرین، اور ان تحائف کو اپنے ایمان کا سپر اور اپنے کفنون کا ذخیرہ بنائین،

یہ حالات سنکر ہمارے دل شفقت اور محبت سی بھر آئے اور اوسکے حسنِ خاتمہ کی دعائین کین، اور مقاماتِ مقدسہ کے بعض تحائف جنھین اوس نے طلب کیا تھا، پیش کر دئیے اوس نے اپنے دوسرے ساتھیون پر ان واقعات کے ظاہر نہ کرنے کی خواہش کی، اور معلوم ہوا کہ دوسرے لوگون کے بھی اسی قسم کے حالات ہین،

جو نیک اعمال انجام دیتے رہتے ہین، اور راہ خدا مین قیدیون کو آزاد کراتے ہین،

ان نوجوانون کی جو بادشاہ کے روبرو رہتے تھے، ایک عجیب بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ لوگ جب شاہ کے حضور مین رہتے ہین، اور نماز کا وقت آتا ہے، تو الگ الگ یکے بعد دیگرے ایک ایک کرکے مجلس سے رخصت ہوتے ہین، اور نماز ادا کرتے ہین، اور بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہتے ہین، اور بادشاہ اس جگہ آجاتا ہے، وہ جگہ اوس کی نظرون کے سامنے ہوتی ہے، تاہم اللہ عزوجل اون کو اوسکی نگاہون سے پوشیدہ رکھتا ہے، الغرض یہان کے مسلمان اسی طرح ہمیشہ اپنے حسن اعمال، حسن نیت اور مسلمانون کو کو پند و نصائح کرتے ہوئے ایک جہاد دائم مین مصروف ہین اللہ انھین نفع پہنچائے اور اپنے فضل و احسان سے اونھین اس سے نجات دیدے ......

شفلودی ایک سرسبز و شاداب شہر ہے، ...... یہان مسلمانون کی ایک جماعت بھی آباد ہے، یہان کی پہاڑی پر ایک رفیع و منیع قلعہ ہے، جو مسلمانون کے حملہ کے مفروضہ خطرہ سے کے لیے سپر سمجھا جاتا ہے،

ترمہ متقدم الذکر شہر سے زیادہ خوبصورت ہے، یہان مسلمانون کی ایک بڑی آبادی ہے، جو ایک بڑے ربض مین واقع ہے، اور اسی ربض مین مساجد واقع ہین، ....

بلارمہ یہان سے ۲۵ میل پر آباد ہے، ...... وہان جانے کے لیے سمندر کی تلاطم خیزی کے سبب سے خشکی کا راستہ اختیار کیا، ...... راستے عمارتون اور مسافرون کی کثرت آمد و رفت سے گویا بازار معلوم ہوتے تھے، عیسائی گروہ در گروہ اثنائے راہ مین ملتے اور سلام کرنے مین سبقت کرتے اور انس و محبت کا اظہار کرتے، اس طرح ہمین مسلمانون کے ساتھ اون کی سیاست اور نرمی کا اندازہ ہوا، باوجودیکہ اون کے جاہل طبقہ کے قلوب، تمام امت محمدیہ کی جانب سے بغض و عداوت سے لبریز ہین، یہان تک کہ ہم قصر سعد پہنچے جو بلارمہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے،

قصر سعد ...... مین آج کل مسلمان صوفیہ و زہاد کا قیام ہے، اور اس قصر کے گرد اگرد

مسلمان صوفیہ وزہاد کی قبرین ہین، یہ قصر آجکل خیر و برکت سے موصوف ہی، لوگ جزیرہ کے ہر مقام سے اوس کی زیارت کی قصد سے آتے ہین، قصر سعد کی اس مسجد..... مین ہم نے رات گذاری، اذان کی آواز کانون مین آئی، جس کے سنے ہوے زمانہ گذر گیا تھا، اس قصر مین جو مسلمان رہتے ہین وہ ہم سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ہماری پذیرائی کی، ان کا ایک امام تھا، جو نماز اور اس مبارک مہینہ مین تراویح پڑھاتا ہی،.....

ہم نے ان راستون مین دیکھا، کہ عیسائیون کے لئے ایسے کنیسے بنائے گئے ہین، جو عیسائی مریضون کے قیام کے کام مین اوسی طرح لائے جاتے ہین، جیسے اسلامی ممالک مین اسپتال ہوتے ہین ایسے ہی کنیسے ہم نے عکہ اور صور مین بھی دیکھے تھے، ہمین اون کا اپنی قوم کے لئے یہ اہتمام دیکھکر تعجب ہوا،

صبح کی نماز پڑھ کر ہم شہر بلرم روانہ ہوئے، جب وہان پہنچے اور شہر مین داخل ہونے لگے، تو ہم لوگ روک دئے گئے، اور وہان سے شاہی محلات کے قریب کے ایک پھاٹک پر لیجائے گئے، جہان ایک عہدہ دار موجود تھا، اوس نے ہماری آمد کے اسباب و مقاصد دریافت کئے، یہ طریقہ ہر اجنبی آنے والے کے ساتھ برتا جاتا ہی،...

یہ شہر تمدن کا گہوارہ ہے،..... اوس کے وسط مین شاہی محلات کا سلسلہ اسطرح نظر آتا ہی جسطرح حسینون کے سینہ پر ہار، اس کے اطراف و جوانب مین بہت سے خوشنما گرجے ہین، جنکی صلیبین سونے اور چاندی کی بنائی گئی ہین،

اس شہر مین مسلمانون کے ایمان کا کھنڈر بھی باقی رہ گیا ہی، وہ اپنی مسجدین آباد کرتے ہین، اذان کے ساتھ نماز پڑھتے ہین، اور اون کے محلے عیسائیون کی آبادی سے الگ ہین، لیکن یہان کے بازار اونھی سے آباد ہین، اور وہی سب کے سب تاجر ہین، اون کو جمعہ پڑھنے کا موقع نہین ملتا، کیونکہ اون کو خطبہ دینے کی ممانعت ہی، البتہ وہ عیدین کی نماز پڑھتے ہین، اور خطبہ مین عباسی خلیفہ کا نام لیتے ہین، اون کے مقدمات کے انفصال کے لیے ایک قاضی مقرر ہے، اون کی ایک جامع مسجد ہے، جس مین وہ نماز کے لئے جمع ہوتے ہین، اور رمضان مین اوس مین چراغان کر کے مجلسین کرتے ہین، اس کے علاوہ اور بیشمار مسجدین ہین جنمین اکثر مین قرآن مجید کی تعلیم دیجاتی ہے، لیکن بہر حال یہان کے مسلمان، اپنے دوسرے مسلمان بھائیون سے الگ کافرون کے عہد و پیمان

مین ہین، اوراون کی جائداد و مال اور عورت اور بچے کوئی بھی مامون نہین ہین،۔۔۔ اس شہر مین عیسائی عورتون کی وضع مسلمان عورتون کی ہے، یعنی چادر اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوئے رہتی ہین اوران کی زبان نہایت فصیح ہے، عید میلاد مین وہ نکلین تو اس شان سے نکلین کہ طلاکار حریر کا لباس پہنے ہوئے عمدہ چادرین اوڑھے، رنگین نقاب ڈالے، اور نفیس طلاکار موزے پہنے ہوئی تھین، غرض مسلمان عورتون کی آرایش کے تمام سامان یعنی زیور، مہندی اور عطر وغیرہ سب اون کے جسم پر نظر آتے تھے،.......

۲۲؍ رمضان مطابق ۲۰؍ دسمبر کو صبح کے وقت (بلرم سے) اطرابنش روانہ ہوئے، کیونکہ وہان سے دو جہاز چھوٹنے والے تھے ایک اندلس جانے والا، اور دوسرا سبتہ روانہ ہونے والا تھا، ان دونون جہازون مین مسلمان حجاج اور مسلمان تجار سوار تھے، بلارمہ سے اطرابنش خشکی سے روانہ ہوئے، راہ مین مختلف آبادیان اور گاؤن ملے، تمام سرزمین یہان سے وہان تک سرسبز و شاداب تھی ایسی ہری بھری اور ترو تازہ کھیتی مین نے آج تک نہین دیکھی تھی، راستہ مین ہم نے ایک شب ایک شہر معروف بہ علقمہ مین گذاری، یہ ایک بڑا شہر ہے، بازار اور مسجدین وسیع ہین، اس شہر اور اس پورے وسیع علاقہ کے باشندے، جو راستہ مین گذرا، سب کے سب مسلمان ہین،......

اطرابنش...... کے باشندے مسلمان اور عیسائی دونون ہین، اور دونون فرقون کیلئے یہان مسجدین اور کنیسے ہین،..... یہان کے جبل حامد پر چڑھنے کے لئے ایک طرف راستہ آسان ہے، اور یہان کے مسلمانون کا خیال ہے کہ مسلمانون کو اسی راستہ سے انشاء اللہ اس جزیرہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کا موقع ملے گا،.....

عید کا چاند ۵ جنوری کو مانا گیا، کیونکہ شہادت کے رو سے حاکم اطرابنش (صوبون اور شہرون کے والی مسلمان تھے،) کے نزدیک یہ ثابت ہوا تھا، کہ رمضان کا چاند شب پنجشنبہ کو نکلا تھا، اور یوم پنجشنبہ سے اہل صقلیہ کے روزے شروع ہوئے تھے، اس لئے لوگون نے اتفاق عام سے عید روز پنجشنبہ کے ردے منائی، ہم نے اطرابنش کی مسجدون مین سے ایک مسجد مین یہان کے کچھ باشندون کے ساتھ عید کی نماز پڑھ لی، کیونکہ وہ لوگ کسی عذر کے باعث عیدگاہ تک نہ جا سکے، چنانچہ ہم نے مسافرون کے مثل نماز ادا کی، اور تمام باشندگان شہر اپنے حاکم شہر

کے ساتھ عید گاہ روانہ ہوئے اور وہان سے طبل وبوق بجاتے ہوئے واپس آئے، مسلمانون کے اسلامی تہوارون کو اس شان وشوکت سے منانے اور عیسائیون کے اس پر چشم پوشی کرنے پر ہمین تعجب ہوا،

ہم اپنے سفر کا اہتمام اندلس جانے والے ایک جہاز سے کر چکے تھے، ...... کہ شاہ صقلیہ کا حکم پہنچا کہ شاہی بیڑے کی روانگی سے پیشتر سواحل کے تمام جہازون کی روانگی روک دیجائے، ...... انہی دنون ہم لوگون کو وحشت انگیز خبرین ملنے لگین ...... اطرابنش کے مسلمان اس شاہی بیڑے کے متعلق مختلف قیاسات کرنے لگے، ...... بعض کہتے کہ اسکندریہ پر حملہ آوری کیلئے جانے والا ہی، بعض کہتے میورقہ کا قصد ہے، بعض خیال کرتے کہ افریقیہ جانے والا ہے، اور معاہدہ کو توڑنے والا ہی، ....

ذی القعدہ کا چاند یوم دوشنبہ ۴ فروری کو نکلا اور ہم لوگ ابھی تک اسی شہر اطرابنش مین موجود ہین، اور موسم سرما کے گذرنے اور جنوبی جہاز کے لنگر اوٹھانے کا انتظار کر رہے ہین، جس سے ہم لوگ اندلس جانے والے ہین، ......

اس شہر کے زمانہ قیام مین ہم کو اس جزیرہ کے باشندون کی وہ بُری حالت جو عیسائیون کی وجہ سے ہوئی ہی، اور اون کی ذلت ومسکنت اور ذمیون کی طرح رہنے اور بادشاہ کی ایسی سختی جو اون کے بدبخت بچون اور عورتون کو دین سے برگشتہ کرنے کے متعلق کی جا رہی ہے، درد انگیز طریقہ پر معلوم ہوئی، اس سختی نے بعض اوقات اون کے بوڑھون کے ساتھ ایسی ذلت انگیز سزا کی صورت اختیار کر لی جو اون کے مذہب چھوڑنے کا سبب بن گئی، چنانچہ انہی چند قریبی سالون کا قصہ ہی، کہ اس ظالم بادشاہ کے دار السلطنت کے ایک فقیہ کو جس کا نام ابن زرعہ تھا، سرکاری ملازمون نے مطالبہ ادا کرنے کے لئے اس قدر تنگ کیا، کہ وہ دائرۂ اسلام سے نکلکر عیسائیت کے دائرے مین آگیا انجیل خوب یاد کر لی، رومیون کی سیرتون کا مطالعہ کیا، اور اون کی شریعت کے قوانین ازبر کر لئے، نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ اون قسیسون مین شامل ہوگیا جن سے عیسائیت کے احکام کے متعلق فتویٰ پوچھا جاتا تھا، اور چونکہ وہ پہلے سے اسلامی شریعت کے احکام سے بھی واقف تھا اسلئے جب اسلامی شریعت کا کوئی مسئلہ

پیش آجاتا تھا، تو اوس کے متعلق بھی اوسی سے فتویٰ پوچھا جاتا تھا، اور دونون شریعتون کے احکام کے متعلق اوس کا فتویٰ نافذ کیا جاتا تھا، اوس کے گھر کے سامنے ایک مسجد تھی جس کو اوس نے گرجا بنا لیا، لیکن اوسی کے ساتھ ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے ہے، اس لئے غالبًا وہ اس استثنا مین داخل ہے،

الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان، مگر وہ شخص جسکو دین کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور اوس کا دل ایمان پر مطمئن ہے،

اسی زمانے مین اس جزیرہ مین مسلمانون کے سردار ابو القاسم ابن حمود المعروف با بن الحجر اس شہر مین تشریف لائے وہ اس جزیرہ کے خاندانی لوگون مین ہین، اور اپنے آبا و اجداد سے سیادت وراثۃً پائی ہے، ان باتون کے ساتھ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نیک کام کرنے والے ہین نیکی کی نیت رکھتے ہین، اپنے لوگون کی محبت رکھتے ہین بہت سے اخروی نیکیون کے کام مثلاً قیدیون کا چھڑانا، مسافرون اور معذور حاجیون کو صدقہ دینا وغیرہ وغیرہ کرتے ہین، اس لئے اون کے آنے کا شہر مین غُل پڑ گیا، اس زمانہ مین وہ اس ظالم بادشاہ کے زیر عتاب تھے اوس نے اون کے دشمنون کے ایک مطالبے کی وجہ سے اُنکو اونہی کے گھر مین نظر بند کر دیا تھا، اُن لوگون نے اس نظر بندی کے زمانہ مین بھی اون پر جھوٹے الزامات لگائے کہ وہ مسلمانون سے میل جول قائم رکھتے ہین جسکی پاداش مین وہ عنقریب ہلاک کر دیئے جاتے لیکن اُنکے پہرے والے نے انکی صفائی دی، اوپر بہت سے تاوانات بھی جنکی تعداد تقریبًا ۳۰ ہزار مومنیہ دینار تھی، لگائے گئے، اور اون کے تمام گھر بار اور اون کی تمام ملکیت جو اونھون نے اپنے اسلاف سے وراثۃً پائی تھی ضبط کر لی گئی تھی، یہان تک کہ اون کا مال تھوڑا سا رہ گیا، لیکن اس زمانے مین یہ ظالم بادشاہ اون سے راضی ہو گیا، اور اون کو ایک سرکاری کام کرنے کا حکم دیا، جسکو اونھون نے اوس غلام کی طرح انجام دیا، جسکی جان و مال پر قبضہ کر لیا گیا ہو، اس شہر مین پہنچنے کے بعد اونھون نے ہم سب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ ہم نے اون سے ملاقات کی تو اونھون نے اپنی اور اس جزیرہ کے لوگون کی دلخراش اندرونی حالت جو

اون کے دشمنون کی وجہ سے ہوئی ہے، بیان کی، مثلاً اونھون نے کہا کہ "مین یہ پسند کرتا تھا کہ کاش مین اور میرے خاندان کے لوگ فروخت کر دیئے جاتے، تو اس مصیبت سے جسمین ہم مبتلا ہین نجات پا جاتے، اور مسلمانون کے ملک مین پہنچ جاتے"۔ تو اوس حالت پر غور کرو جو ایسے جلیل القدر عظیم المنصب کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتی ہی، حالانکہ وہ بکثرت اہل و عیال اور لڑکے اور لڑکیون سے گرانبار ہے، ہم نے اون کے لئے اور اس جزیرہ کے تمام مسلمانون کے لئے اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خدا سے دعا کی، اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جب کبھی خدا کے سامنے کھڑا ہو، اون کے لئے دعا کرے، ہم اون سے ایسی حالت مین جدا ہوے کہ خود روتے تھے، اور لوگون کو رولاتے تھے، اور اونھون نے اپنے احسانات کے شرف اپنے عادات کی خصوصیات، عام خیرات اور حسن سیرت سے ہم کو اپنا گرویدہ کر لیا، ہم نے شہر مین اون کے، اون کے بھائیون اور اون کے خاندان کے ایسے گھر دیکھے جو شاندار معلوم ہوتے تھے، غرض یہ بڑے شاندار لوگ ہین، بالخصوص اون مین یہ شخص بڑے درجہ کا ہے، جب تک وہ یہان رہے، محتاج حاجیون اور فقیرون کے ساتھ ایسے سلوک کئے، جن سے اونکی حالت بہتر ہو گئی اور اون کے کرایے اور زادراہ کا سامان ہو گیا، خدا اونکو اس کا اجر دے،

اس جزیرہ کے باشندون کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے، کہ ایک آدمی اگر اپنے لڑکے یا بیوی پر غصہ کرتا ہی، یا مان اپنی لڑکی پر غصہ کرتی ہے تو یہ سب اوس کے عار سے گرجا مین جا کر عیسائی ہو جاتے ہین، اور اب بیٹا باپ کے ہاتھ سے اور لڑکی مان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، تو اب خیال کرو کہ اون لوگون کا حال کیا ہوگا، جو اپنے اہل و عیال اور لڑکون کے متعلق اس مصیبت مین مبتلا ہین اور اپنی عمرین اس طرح کاٹ رہے ہین کہ اس آزمایش مین مبتلا نہ ہو جائین اس لئے وہ اس حالت کے خوف سے ہمیشہ اپنے اہل و عیال اور اولاد کی خاطر مدارات مین مصروف رہتے ہین، اور عاقبت اندیش لوگون کو یہ خوف ہی، کہ جزیرہ اقریطش کے مسلمانون پر گذشتہ زمانے مین جو مصیبت نازل ہوئی، وہان سب پر نازل نہ ہو جائے کیونکہ اس جزیرہ کے تمام لوگون کو اس ظالمانہ حکومت نے رفتہ رفتہ عیسائی بننے پر مجبور کر دیا، خدا کو جسکی نجات منظور تھی وہ تو بھاگ گئے، اور کافرون پر خدا کا

عذاب نازل ہوگیا، چونکہ وہ حمودی جس کا ذکر اوپر گذرا، عیسائیون کے دلون مین وقعت رکھتا ہی، اس لئے اون کا خیال ہے کہ اگر وہ عیسائی ہو جاتا، تو جزیرہ مین کوئی مسلمان باقی نہ رہتا، بلکہ اوسکی پیروی کرتا. خدا اون کو محفوظ رکھکر اون سب کو اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھے،

ہم نے اونکی سب سے عجیب دردانگیز حالت یہ دیکھی کہ اوس شہر کے اعیان مین سے ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ہمارے حاجی رفقا مین سے ایک کے پاس بھیجا کہ وہ اون کی ایک باکرہ قریب البلوغ لڑکی سے نکاح کرنا منظور کرلین لیکن اگر وہ خود نکاح کرنا پسند نہ کرین تو اپنے شہر مین جس سے پسند کرین نکاح کردین لیکن اوسکو اپنے ساتھ لیجائین وہ اپنے باپ اور بھائیون کے چھوڑنے پر راضی ہی تاکہ اوس آزمایش سے نجات پائے، اور مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائے، باپ اور بھائی بھی اس پر خوش ہین تاکہ جب یہ بندش ڈھیلی ہو تو شاید وہ بھی مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائین، یہ شخص اس پر راضی ہوگیا، اور ہم نے اس موقع کے ملنے پر جس سے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہو سکتی ہے، اوسکی مدد کی، اور ہم کو اس حالت پر سخت تعجب ہوا، جو انسان کو ایسی عزیز چیز کی قربانی پر مجبور کردیتی ہی، اور اوسکو ایسے شخص کے سپرد کردیتا ہے، جو اوسکو پردیس مین لیجائے، اور اس پر صبر کرتا ہے اور اوسکے شوق کا مقابلہ کرتا ہے، اسی طرح ہم کو اس لڑکی پر تعجب ہوا کہ اپنے اعزہ کی جدائی صرف اسلام کے خاطر گوارا کرتی ہے، چنانچہ باپ نے جب اوس سے اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ کیا، تو اوس نے کہا کہ اگر آپ مجھے روک لین گے تو آپ سے اوس کا مواخذہ کیا جائیگا، یہ لڑکی مان کے پاس تھی، اور اوسکے چھوٹے بھائی اور بہن تھے،......"[1]

ولیم ثانی کی وفات اور اوسکے اثرات مسلمانون پر

صقلیہ سے ابن جبیر کی واپسی کے چند سال بعد ولیم ثانی نے نومبر ۱۱۸۹ء ۵۸۵ھ مین وفات پائی، ولیم کی وفات سے مسلمانون کا ایک ظاہری سرپرست بھی بظاہر جاتا رہا، اور اوسکی وفات کے بعد مسلمانانِ صقلیہ کے حالات مین ایک اور انقلاب ہوا، جس کا تذکرہ سلسلۂ بیان کے ساتھ بعد مین آئیگا،

---

[1] رحلۃ ابن جبیر از ص ۳۲ تا ۳۴۳،

”ٹانکرڈ“ اور ”ولیم ثالث نارمن فرمانروایان صقلیہ“ (۶ و ۷)

سنہ ۱۱۹۰ء ۵۸۶ھ - سنہ ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ

ولیم ثانی کی وفات کے بعد ٹانکرڈ (TANKERD) صقلیہ کے تخت کا مالک بنا، اور جنوری سنہ ۱۱۹۰ء ۵۸۶ھ مین اوسکی تاجپوشی ہوئی، ٹانکرڈ راجر دوم کے لڑکے راجر کا غیر ثابت النسب لڑکا تھا اس لئے اوسکے تاج و تخت پر حریفون کی نگاہ اوٹھی، اور شہنشاہ ہنری ششم سے اوسکی جنگ چھڑ گئی، لیکن خود اوس کی زندگی نے وفا نہ کی، اور فروری سنہ ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ مین اوس کا انتقال ہوگیا، اور اوسکی جانشینی مین اختلاف پیدا ہونے کے بعد اوس کا چھوٹا لڑکا ولیم ثالث کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا،

نارمن حکومت کا خاتمہ ولیم ثالث کو بھی امن سے فرمانروائی کا موقع نہین ملا، اوس کے باپ کے حریف شہنشاہ ہنری ششم نے اس کے خلاف پیشقدمی کی، ہنری ششم ہونسٹفن (HOHENSTAUFEN) کے خاندان کا تھا، اور نارمن فرمانروا راجر اول کا داماد تھا، اوسکی سب سے چھوٹی لڑکی کانسٹنزا اوس کے ساتھ بیاہی تھی، اور ہنری اسی بنیاد پر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار بنا،

چنانچہ وہ سنہ ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ مین اٹلی مین داخل ہوا، اور نارمنون کے مقبوضات ایطالیہ و صقلیہ کا بآسانی مالک بن بیٹھا ولیم ثالث نے اپنا تاج اوس کے سپرد کردیا، اوس کے باوجود ہنری نے صقلیہ کے فوجی افسرون اور ولیم کے خلاف ایک فرضی سازش کا الزام قائم کرکے چند اہم فوجی افسرون کو قتل کرایا، اور معزول ولیم ثالث کی آنکھین نکلوالین، اور اسی پر صقلیہ سے نارمن حکومت کا خاتمہ ہوگیا، اگرچہ پھر نانہالی حیثیت سے صقلیہ کے تخت سے نارمن خاندان کا انتساب قایم رہا،

نارمن عہدِ حکومت اور عیسائیون پر مصائب

نارمن عہدِ حکومت مین نارمن فرمانرواؤن نے اسلامی تہذیب و تمدن کو جس ہمہ گیری سے قبول کیا، اور اوس کے اثرات سے مسلمانون کو جو عروج رہا، اوسکی روداد بھی گذر چکی ہے، اور اسی لئے یورپین مورخین عیسائیون اور عیسائیت کے لئے اس عہد کو پُر مصائب سمجھتے اور نارمن فرمانرواؤن پر "مسلم فرمانروا" اور "اسلامی عہدِ حکومت" کے الفاظ مین طعنہ زنی کرتے ہین، اور اوسکو عربی فتوحات کی نمایان کامیابی سمجھتے ہین، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے :-

> "عربی فتوحات سے صقلیہ کے طرزِ معاشرت پر نہایت گہرا اثر پڑا، چنانچہ (یہ نارمن فرمانروا) ایشیائی طرزِ معاشرت کے حامل تھے، اور "استبداد" "شوکت و شان" اور حرمِ سلطانی کا اس عہد مین رواج ہوا، اور عیسائی قوم کو خواجہ سراؤن کے مظالم اور تحقیر آمیز سلوک کا نشانہ بننا پڑا، جو یا تو صاف صاف اپنے کو مسلمان کہتے تھے، یا در پردہ اسلام کے معتقد تھے۔"

نارمن عہد مین اسلامی آبادی مین کمی،

تاہم جیسا کہ بہ تفصیل گذر چکا ہے، نارمن فرمانرواؤن اور کلیسا کے تعلقات کی بنا پر مذہب اسلام کے ساتھ نارمن حکومت کا سلوک نہایت معاندانہ رہا، اور حکومت کی اس اسلام دشمنی کی روش سے صقلیہ کے مسلمانون کی تعداد مین روز بروز کمی ہوتی گئی، کیونکہ نارمن حکومت کے قانون کے روسے اس کے روزِ اول سے صقلیہ مین مذہب اسلام مین داخلہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا تھا، پھر مسلمانون کی ایک مٹھی جماعت یہان کے حالات سے تنگ آکر ہجرت کر چکی تھی، مسلمان جاہ پرستون کی ایک جماعت علحدہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئی، اگرچہ وہ لوگ در پردہ مسلمان رہے، تاہم اون کی ظاہری روش کے اثر سے ان کی نسلون اور اون کے عزیز و اقارب مین اسلام کی محبت اور عقیدت کم ہوتی گئی، اور وہ لوگ رفتہ رفتہ عیسائیت قبول کرتے گئے، اور اون کی تقلید عام مسلمانون نے بھی مصلحۃً اختیار کی، اسی طرح ایسی مسلمان لڑکیان جو بجبر عیسائی بنائی گئین، اون کی تعداد بھی مسلمانون سے کٹ گئی، اگرچہ وہ خود مسلمان رہین، اور اون کے اثر سے عیسائی عورتین مسلمان ہوئین، تاہم اونکا شمار مسلمانون کی صف مین باقی نہین رہا، اور پھر

پادریون کی کوششون سے انھین بھی مجبور کیا گیا، کہ اپنے اسلامی اثرات کو خیرباد کہہ دین،

الغرض انھی صورتون سے نارمن عہد ہی مین صقلیہ مین اجتماعی حیثیت سے مسلمانانِ صقلیہ کی تعداد مین نمایان کمی ہوگئی،

ہنری ششم و فریڈرک دوم جرمن فرمانروایانِ صقلیہ، (۸ و ۹)

سنہ ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ - سنہ ۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ

ہنری ششم (سنہ ۱۱۶۵ء ۵۶۱ھ - سنہ ۱۱۹۷ء ۵۹۴ھ) شہنشاہ جرمنی فریڈریک اول کا لڑکا تھا، سنہ ۱۱۶۹ء ۵۶۵ھ مین رومن بادشاہ کی حیثیت سے اوس کو تاج پہنایا گیا، ۲۷ جنوری سنہ ۱۱۸۶ء ۵۸۲ھ کو راجر اول کی لڑکی سے اوسکی شادی ہوئی، اور اوسی سے اس عہد مین سسلی اور جرمنی کے تعلقات کی ابتدا ہوئی، ۱۴ اپریل سنہ ۱۱۹۱ء ۵۸۷ھ کو ہنری نے شہنشاہی کا تاج پہنا، ولیم ثانی کے انتقال کے بعد ٹانکرڈ کے مقابلہ مین سسلی کے تخت کا دعویٰ کیا، اور ایک جنگ آزمائی ہوئی، اور اوس کی وفات کے بعد ولیم ثالث کو معزول کرکے دسمبر سنہ ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ مین بلرم مین صقلیہ کی شاہی کا تاج پہنا جس کے بعد صقلیہ کی قسمت جرمنی سے وابستہ ہوگئی، اور پھر یہان چند ماہ کے قیام کے بعد اپنی بیوی کو یہان اپنا قائم مقام بنا کر جرمنی روانہ ہوگیا، ۱؎

بلرم کے عیسائیون اور مسلمانون مین خونریز جنگ

جزیرہ مین مسلمانون کی سیاسی و تمدنی اہمیت کو جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے، ولیم ثانی کے انتقال سے سخت نقصان پہنچا کہ مسلمانون کا ایک ایسا سرپرست جاتا رہا، جو اسلامی تہذیب و تمدن سے دلبستگی رکھتا تھا، اور مسلمان اہل علم و اربابِ فکر کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا، اس لئے اوسکی وفات سے مسلمانون کی پشت پناہ طاقت اوٹھ گئی، اور اب وہ جزیرہ مین یونہی

۱؎ ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۸ (دی نارمنس) انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۸ ص ۶۷ (ولیم) و ج ۱۹ ص ۱۸۲ و ۱۸۳ (نیپلز کنگڈم) و ج ۵ ص ۳۴۴ (سسلی) و ج ۲۶ ص ۳۹۵ (ٹانکرڈ) و ج ۱۳ ص ۲۸۷ (ہنری ششم) طبع یازدہم،

اور عیسائیون کے رحم وکرم پر باقی رہ گئے، اور چونکہ یہ پورا عہد جنگہائے صلیبی مین گذرا ہے، اس لئے اس زمانہ مین اسلام اور مسلمانون کے خلاف عیسائیون مین جو عام پروپگنڈا کیا جاتا تھا، اور اس سے عیسائیون کے دلون مین مسلمانون کے خلاف بغض و عداوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس سے جزیرہ کے عیسائی مستثنیٰ نہین تھے، صرف ولیم ثانی کی شخصیت تھی جو اس آگ کے شرارون سے مسلمانون کو بچائے ہوئے تھی، اسلئے اوس کے اوٹھتے ہی اس جزیرہ مین بھی وہ شرارے بھڑک اوٹھے،

چنانچہ ولیم ثانی کی وفات کے بعد جب خانہ جنگیون سے فرصت ملی، اور ہنری ششم قبضہ کی تکمیل کے بعد جرمنی واپس چلا گیا تو پاپائے اعظم اور مقدس راہبون نے صقلیہ کے عیسائیون کو مسلمانانِ صقلیہ کے خلاف سخت برانگیختہ کیا، اور صقلیہ کے عیسائی مسلمانون پر مظالم برپا کرنے لگے، جب یہ مظالم مسلمانون پر اجتماعی حیثیت سے توڑے گئے تو اونھین بھی احساس پیدا ہوا اور مرنے مارنے پر تیار ہو گئے، اور عیسائیون کے حملون کے انتقام مین وہ بھی شمشیر بکف میدان مین نکل آئے، اور ایک خونریز جنگ کا سلسلہ چھڑ گیا، جو بلرم مین پیش آئی، لیکن مسلمانون کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اس جنگ مین اونھین سخت نقصانات اوٹھانے پڑے، اور کئی ہزار مسلمان شہید ہو گئے،

حکومت کی مسلمانون سے بے اعتنائی اور مسلمانون کا ایک نیا اقدام،

اس جنگ کا آغاز اگرچہ صقلیہ کی رعایا کے دو طبقون عیسائیون اور مسلمانون مین ہوا تھا، ابتداءً حکومت کا کوئی تعلق اس سے پیدا نہین ہوا تھا، لیکن اس موقع پر حکومت نے باوجودیکہ صقلیہ کے عیسائی حکومت کے بھی مخالف تھے، عیسائیون کا ساتھ دیا، اور اوس نے بھی مسلمانون پر مظالم برپا کرنا شروع کئے، اس لئے اب مسلمانون کو دوسری راہ عمل سوچنی پڑی، کہ اب اُن مین ایسی صلاحیت باقی نہین رہ گئی تھی، کہ وہ شہرون مین قیام کرکے حکومت کی فوجون اور عیسائی رعایا دونون کا مقابلہ کرتے، اس لئے اونھون نے نئے سرے سے اپنی شیرازہ بندی کی اور تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر اپنے گھر بار، عیش و آرام اور دولت و ثروت کو چھوڑ کر

اپنی اپنی آبادیون اور اپنے اپنے گھرون سے نکل پڑنے کا فیصلہ کیا، اس عہد کا ایک لسان عیسائی مورخ فالکنڈس (FALCANDUS) مسلمانون کی اس ابتر حالت اور حکومت کی طرف سے اون کے ساتھ بے اعتنائی کئے جانے کا ایک بھیانک نقشہ سسلی کے متعلق ان الفاظ مین کھینچتا ہے:-

"کتانیا پھر زلزلہ سے تباہ ہو گیا، سیراکیوز کی قدیم عظمتین افلاس اور ویرانی سے برباد ہو رہی ہین لیکن پلرمو کے سر پر آج بھی ایک تاج موجود ہے، اور اس مین عیسائی اور مسلمانون کی ایک کثیر آبادی بھی موجود ہے،

اگر یہ دونون قومین اپنی مشترکہ حفاظت کے لئے ایک فرمانروا کے زیر فرمان متحد ہو جائین، تو وحشی اقوام پر فتحیاب ہو سکتی ہین، لیکن اگر مسلمان مظالم سے تنگ آکر کنارہ کشی اختیار کر لین، اور بغاوت پر آمادہ ہو جائین، اور اگر وہ کوہستانی قلعون اور ساحل پر قبضہ کر لین تو پھر عیسائی دوہری زد مین آجائین گے، اور مجبوراً اون کو غلام بن کر رہنا پڑیگا"

چنانچہ اسی ہولناک جنگ کے بعد انھی حالات سے مجبور ہو کر وہ صقلیہ کے شہرون خصوصاً بلرم سے روپوش ہو کر نکل پڑے، اور صقلیہ کے سنسان جنگلون مین گھس کر پہاڑیون پر چڑھ گئے، اور اپنے کو تباہ و برباد کر کے پہاڑی قلعون اور جنگلون مین پناہ گزین ہو گئے، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین ہے:-

"خوش قسمت ولیم کی وفات کے بعد ہی تمام عرب خصوصاً پلرمو کے عربون کو ملک کو خیرباد کہہ دینا پڑا اور انھین پہاڑون مین پناہ لینی پڑی۔ اب صقلیہ مین مختلف اقوام کے لوگ (شہر کی آبادیون) مین آباد تھے"

صقلیہ کے عیسائیون نے مدت کے سوئے ہوئے شیرون کو جگا دیا تھا، ان کی گرج سے ایک مرتبہ پھر سارا صقلیہ دہل اٹھا، انھون نے اسلام کی فوجی ترتیب و معاشرتی تنظیم کے اصول پر اپنی جماعت کو منظم کیا، اپنے مین سے ایک کو امام اور سب کو مجاہدین کا لقب دیا، امام کی ایک دعوت جہاد پر مجاہدین جنگلون او

پہاڑی قلعون سے نکل بیابانون مین آتے، اور وہان سے آکر شہر کی عیسائی آبادیون پر ٹوٹ پڑتے، شہر کے عیسائیون اور حکومت کی فوجون پر جارحانہ حملے کرتے، لڑتے اور لوٹتے مارتے، اور لڑ بھڑ کر پھر جنگلون مین گھس جاتے یہانتک کہ چند ہی سال مین صقلیہ کا امن و امان برباد ہوگیا، اور سارے جزیرہ پر حاوی کسی منظم حکومت کے قیام کا تخیل، عیسائیون کو خواب و خیال نظر آنے لگا، اور عیسائیون اور مسلمانون کی اسی کشمکش مین کامل تیس برس گذر گئے، اور ان مٹھی بھر مجاہدین کو صقلیہ کی پوری عیسائی طاقت کسی طرح زیر نہ کر سکی، اور ایک وسیع کوہستانی علاقہ اون کے قبضہ و تصرف مین رہ گیا، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:۔

> ”(بلرم کی جنگ کے بعد) جو لوگ قتل ہونے سے باقی رہ گئے، وہ پہاڑی قلعون مین چلے گئے، اور تیس سال سے زیادہ عرصہ تک جزیرہ صقلیہ کو امن و امان سے محروم کر دیا“[1]

ہنری کی وفات اس اثنا مین ہنری ششم ۱۱۹۷ء/۵۹۴ھ مین انتقال کر گیا تھا، اور اوسکی نارمن بیوی نے اپنے نابالغ لڑکے فریڈریک دوم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا، اور مجاہدین کی یہ معرکہ آرائیان ہنری ششم کے عہد سے شروع ہوکر فریڈریک کے تقریباً نصف عہدِ حکومت تک جاری رہین،

فریڈریک کی تاجپوشی فریڈریک ۲۶ دسمبر ۱۱۹۴ء/۵۹۱ھ کو صقلیہ ہی مین پیدا ہوا، یہین اوس کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی، ۱۱۹۶ء/۵۹۲ھ کو جرمنی کا بادشاہ منتخب ہوا، اور اپنے باپ کی وفات پر ۱۷ مئی ۱۱۹۸ء/۵۹۵ھ کو صقلیہ کے تخت پر بیٹھا، اوسکی ماں اس کی مدار المہام بنی، اوس نے بھی نومبر ۱۱۹۸ء/۵۹۵ھ مین وفات پائی، اور پوپ انوسنٹ سوم (INNOCENT) اس کا اتالیق اور حکومت کا مدار المہام قرار پایا، اور ۱۲۰۸ء/۶۰۵ھ مین بالغ قرار دیا گیا، اور اوس کے آغازِ حکومت کے ساتھ ہی اوسکو جرمنی کی سیاسی گتھیون کے سلجھانے مین لگ جانا پڑا، اس سلسلہ مین اوسکو پاپائے روما سے استمداد کی ضرورت بھی پیش آئی، اور اوس سے بہ تصریح وعدہ کیا کہ وہ شہنشاہیت کے حصول کے بعد اوس کے خاطر خواہ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۲۹ ص ۱۸۲ (نیپلز) و ج ۲۵ ص ۲۳ (سسلی)، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۸۲، ۸۲

مذہبی فرائض انجام دیگا، اور نیز سسلی پر پوپ کے اقتدار کو تسلیم کریگا، علاوہ ازین اسی قسم کے بعض شرائط پر اس کا پوپ سے دوبارہ اتحاد ہوا، ۶۰۹ھ ۱۲۱۲ء مین جرمنی کا دوبارہ بادشاہ تسلیم کیا گیا، اور بالآخر ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء کو شہنشاہ کی حیثیت سے روما مین اوسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوس کے بعد اس نے تمام پادریون کو ٹیکس سے بری کر دیا، اور اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ تمام مبتدعین کو سخت سزائین دیگا، اور جنگ صلیبی کی قیادت ہاتھ مین لیگا،

فریڈریک اور اسلام

لیکن یہ عجیب دلچسپ اتفاق ہے، کہ فریڈریک کی طبیعت پر اوس کی مادر وطن اور اوس کے بعد کے ماحول سے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش قائم ہو گئے، اور اوسکو اسلامی علوم و آداب اور عربی زبان سے یگونہ مناسبت تھی، نہایت اچھی عربی بولتا اور لکھتا تھا، اور اسلامی علوم عقلیہ مین کامل دستگاہ رکھتا تھا، اس لئے باوجودیکہ وہ سیاسی مصالح کے لحاظ سے پاپائے روما سے دستِ مصالحت بڑھانے پر مجبور تھا، اور پھر اپنی ہوسِ ملک گیری سے جنگ صلیبی مین بھی شرکت کی، اور آیندہ چلکر اسی کے ہاتھون بیت المقدس مین اسلامی حکومت کو زوال آیا، تاہم اس کو طبعًا مذہب عیسوی اور اس عہد مین عیسائیون کی پھیلائی ہوئی تحریکون سے دلچسپی نہین تھی، بلکہ انھین بنیادون پر آئندہ چلکر اوس کو پاپائے روما کی بارگاہ سے زندیق کا خطاب تک عطا ہو گیا تھا،

اس لئے صقلیہ مین مجاہدین کے ساتھ جو صورتِ حال قائم ہو گئی تھی اور اس پر اوس نے اب تک جو توجہ مبذول نہین کی، اوسکی وجہ کوئی مذہبی غلو نہ تھی، بلکہ اس مین اوسکے وہی مذکورۂ بالا مشاغل مانع رہے، اس لیے جب اوسکی شاہنشاہیت کی آرزو بھی پوری ہو چکی، تو اوس نے از سر نو سسلی کے امن و امان کی جانب توجہ کی جسمین سب سے اہم مرحلہ انھی مجاہدینِ اسلام کا تھا،

فریڈریک اور مجاہدین مین مصالحت مجاہدین کی واپسی آبادی مین

چنانچہ ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء سے ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء تک وہ انھی کوششون مین مصروف رہا اور اسی سلسلہ ۶۲۰ھ ۱۲۲۳ء مین ان مجاہدین سے مصالحت ہو گئی جس کے رو سے وہ جنگلون اور پہاڑی قلعون کی خانہ بدوش زندگی ترک کر کے آبادیون مین داخل ہوے، اور صقلیہ کا ایک محدود رقبہ ان کی

آبادی کے لئے حکومت کی جانب سے دیدیا گیا،

نیز فریڈریک دوم نے ان مین کی ایک بڑی تعداد کو صقلیہ سے لیجا کر اسی سال سنہ ۱۲۲۳ء ۶۲۲ھ مین اٹلی کے ایک غیر آباد شہر لوسیرا (LUCERA) مین آباد کیا، لوسیرا مین آباد ہونے والے مجاہدین کی مجموعی تعداد ۲۰ ہزار تھی،

لوسیرا لوسیرا اپولیا کا ایک شہر تھا، جو فوگیا (FOGGIA) سے ۱۲ میل پر شمال و مغرب مین عہد قدیم سے ایک بلند پلیٹو پر آباد تھا، اور اوس کا ایک مشہور قدیم قلعہ بھی تھا، کانسٹنس دوم نے سنہ ۶۶۳ء مین اس شہر کو برباد کر دیا تھا،

اوس وقت سے یہ شہر اوسی طرح غیر آباد پڑا تھا، اب سنہ ۱۲۲۳ء ۶۲۲ھ مین فریڈریک نے انھی مجاہدین سے اوسکو آباد کیا تھا، اور اوسکی حفاظت کیلئے ایک مضبوط و منیع قلعہ بھی تعمیر کرا دیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور مورخین مین سے ابو الفدا اپنی تاریخ مین اوسکو "لوجارۃ" اور اپنے جغرافیہ مین ابن سعید کے حوالہ سے "لوشیرہ" لکھتا ہے، جو اس کے اصل نام سے زیادہ قریب ہی چنانچہ لکھتا ہی:-

وقال ابن سعید و لوشیرۃ من بلاد	ابن سعید کہتا ہے لوشیرہ امپرر (فریڈریک) کے
الانبرور ولما استولی الانبرور علی صقلیہ	ممالک مین سے ہی، اور جب وہ صقلیہ پر قابض ہوا
نقل المسلمین من صقلیہ و اسکنھم	تو وہان سے مسلمانون کو منتقل کر کے وہان لیگیا
فی لوشیرۃ المذکورۃ،	اور اسی مذکورہ شہر لوشیرہ مین آباد کیا،

انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے بقول لوسیرا اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے اٹلی کی کنجی تھا، فریڈریک دوم اور پاپائے روما کے تعلقات بہت ہی کم خوشگوار رہتے تھے، اس لئے فریڈریک نے ان "دشمنانِ مسیحیت" کے ہاتھون مین مسیحیت کے مرکز اٹلی کی کنجی امانتہً رکھوا دی کہ جب ضرورت ہو، اسی راستہ سے اٹلی کا دروازہ کھولا جائے،

مجاہدین فریڈریک کی فوج مین

چنانچہ مجاہدین سے مصالحت ہوجانے اور اون کے لوسیرا مین آباد ہوجانے کے بعد انکی ایک بڑی تعداد فریڈریک دوم کی فوج مین شامل ہوگئی، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول یہی مجاہدین فریڈریک کے سب سے زیادہ معتبر سپاہی بن گئے[۱]

سلطان ابوزکریا اور فریڈریک مین عہدنامہ اور مسلمانان صقلیہ کا بلرم مین دوبارہ قیام

لیکن اس کے باوجود انھین صقلیہ کی آبادیون مین شہری حقوق عطا نہین کئے گئے، لیکن ان مسلمانان صقلیہ کی وقتی خوش بختی سے اس عہد مین دولت حفصیہ افریقیہ کے تخت پر ایک ایسی شخصیت نمایان ہوئی جس نے اپنے صقلیہ کے ان فلک زدہ برادران اسلام کی سرپرستی کرنے کو اپنا مذہبی فرض خیال کیا، وہ شخصیت سلطان ابوزکریا یحیٰی بن عبدالواحد حفصی کی ہے، سلطان ابوزکریا یحیٰی (۶۲۵ھ ۱۲۲۷ء - ۶۴۷ھ ۱۲۴۹ء) نے ۶۲۶ھ ۱۲۲۸ء مین اپنے استقلال کا اعلان کیا، اور موحدین کا نام خطبہ مین موقوف کرکے اپنے نام کا اعلان کیا، چندہی سال مین اس نے اپنے تمام مخالفین کو مغلوب کرکے اپنی پرشوکت حکومت قائم کرلی، ٹیونس، جزائر، تلمسان، سلجماسہ، سبتہ، طنجہ اور مکناسہ وغیرہ پر اقتدار حاصل کیا، اور موحدین کے سابق دارالسلطنت مراکش مین اس کا خطبہ پڑھا گیا، اور پھر اندلس کے بعض حصون مین بھی اس کا خطبہ جاری ہوا، اس طرح اوس زمانہ مین افریقیہ مین سب سے پرشوکت وطاقتور حکومت قائم کرلی، اور اوسکے تمام معاصر فرمانرواؤن کو اس کا اقتدار تسلیم کرنا پڑا، اور اس سے دست مصالحت بڑھانا پڑا، اسی سلسلہ مین شہنشاہ فریڈریک دوم شاہ صقلیہ سے بھی اس کے دوستانہ مراسم پیدا ہوئے اور بعض معاہدے ان دونون کے درمیان دس سال کیلئے طے پائے،

انھی دوستانہ علائق وگفت وشنید مین ان دونون کے درمیان فلک زدہ مسلمانان صقلیہ بھی

---

[۱] انسائکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۱ صـ ۴۶ تا ۴۹، (فریڈریک دوم) و ج ۲۹ صـ ۴۷ (نیپلز) و ج ۲۵ صـ ۳۴۰ (سسلی) ج ۱۷ صـ ۹۶ (لوسیرا) و تاریخ ابوالفداء ج ۴ صـ ۳۹ و تقویم البلدان ابوالفدا صـ ۲۲۰ صقلیہ کے اس محدود رقبہ کا تذکرہ جہان مجاہدین واپس لاکر آباد کئے گئے تھے، مورخین یا جغرافیہ نویسون مین سے بھی کسی نے لیا ہے، اور جہانتک یاد آتا ہے وہ شہر علقمہ تھا، لیکن اس کا حوالہ اس وقت ذہن سے فراموش ہوگیا ہے،

زیر بحث آ گئے، اور سلطان ابوزکریا کی تحریک سے فریڈریک دوم نے ان مسلمانانِ صقلیہ پر سے وہ پابندیاں ہٹا لیں جن کے روسے وہ صقلیہ کے ایک محدود رقبہ میں اقامت پذیر رہنے پر مجبور تھے، اور اس کے بجائے انہیں پایہ تخت بلرم اور اوس کے بیرونی حصے میں بھی اقامت کرنے کی اجازت دی گئی، اور یہاں کے شہری حقوق میں یہ مسلمانانِ صقلیہ اور بلرم کے عیسائی باشندے مساوی حقوق کے حقدار قرار پائے اور ان دونوں قوموں میں کوئی تفریق باقی نہیں رہی،

چنانچہ مسلمانانِ صقلیہ اسی معاہدہ کے روسے صقلیہ میں پھر نئے سرے سے ایک باعزت زندگی بسر کرنے لگے، اور اپنے کاروبار اور حصولِ معیشت میں مصروف ہو گئے[1]

سلطان ابوزکریا کی وفات اور صقلیہ کے مسلمانوں کا دورِ ابتلا

لیکن مسلمانانِ صقلیہ کے لئے یہ امن وسکون اور اون کی شہری زندگی محض چند سال ثابت ہوئی، اور اون کی سیہ بختی انسانی تدبیروں پر پھر غالب آ گئی، مسلمانانِ صقلیہ کے آخری غمخوار سلطان ابوزکریا نے ماہ جمادی الاخری ۶۴۷ھ ۱۲۴۹ء میں وفات پائی، فریڈریک نے پاپائے روما اور عام عیسائیوں کی مرضی کے خلاف محض اسی سلطان کی قوت وشوکت سے مرعوب ہو کر مسلمانانِ صقلیہ کو مراعات دی تھیں، اس لئے اوس کی آنکھیں بند ہوتے ہی فریڈریک کی نگاہیں بھی بدل گئیں، بلرم کے عیسائیوں نے اپنے پہلو کے خار کو نکال کر پھینک دینا چاہا، اور سلطان کی خبرِ وفات جیسے ہی صقلیہ پہنچی بلرم کے عیسائی مسلمانوں پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور بدبخت مسلمانوں کے قتل عام کا پھر ایک بازار گرم ہو گیا،

مجاہدین کی پناہ گزینی پہاڑی قلعوں میں

مسلمانوں نے پھر اپنی پہاڑیوں اور جنگلوں کی راہ لی، پھر اپنی ملی تنظیم کی، اور قبیلہ بنوعبس میں سے ایک کو اپنا امام بنایا، فریڈریک کی فوجیں تعاقب میں پہنچیں اور مجاہدین اور شاہی فوج میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی،

---

[1] کتاب المونس ص ۱۲۵، ۱۲۶، تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ زرکشی ص ۱۴۹، وابن خلدون ج ۶ ص ۲۸۰ وتاریخ دول الاسلام ج ۲ ص ۲۰۱

مجاہدین اور شاہی طاقت مین جنگ اور مجاہدین کی شکست

اس مرتبہ فرڈریک اپنے تمام سیاسی علائق سے آزاد تھا، اپنی ساری شہنشاہی طاقت ان ناتوان مجاہدین کے سامنے لاکر کھڑی کردی شدت سے انکا محاصرہ کیا گیا، اور بالآخر مجاہدین سپر ڈالنے پر مجبور ہوگئے،

مسلمانان صقلیہ کی صقلیہ سے جلاوطنی اور اٹلی مین ایک جدید اسلامی آبادی

اس مرتبہ فرڈریک نے ان مسلمانون سے صقلیہ کے وجود کو پاک کرالینا چاہا اور ان بدبختون کے لئے سرزمین صقلیہ سے جلاوطنی کا حکم نافذ کیا، اور انھین یہان سے نکال کر دوسرے شہر نوسیرا مین لیجا کر آباد کیا،

مالٹا سے مسلمانون کی جلاوطنی

صقلیہ سے مسلمانون کو جلاوطن کرنیکے بعد وہ جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا، یہان بھی بدبخت مسلمانون کی ایک آبادی ابھی تک موجود تھی، مالٹا کو بھی ان سے خالی کرایا، اور یہان سے انھین جلاوطن کرکے نوسیرا مین لیجا کر آباد کیا،

صقلیہ و جزائر صقلیہ سے کلمہ اسلام کا خاتمہ

اس طرح سرزمین صقلیہ مع اپنی وسعتِ اطلاق کے کلمہ اسلام سے خالی ہوگئی! ابن خلدون ان واقعات کو ان الفاظ مین بیان کرتا ہے ،۔

> جب امیر ابوزکریا کے مرنے کی خبر صقلیہ پہنچی، اور وہان مسلمان شہر بلرم مین مقیم تھے، اور سلطان نے صاحب جزیرہ صقلیہ سے مسلمانون کے لئے یہ معاہدہ کرادیا تھا کہ شہر اور بیرون شہر مین سب کے سب شریک ہوکر رہین گے، چنانچہ وہ اس طرح آباد ہوگئے تھے، لیکن جب سلطان کے وفات پانے کی خبر وہان پہنچی تو عیسائی ان پر مظالم کرنے کیلئے ٹوٹ پڑے، اور وہ پھر قلعون اور پتھریلی زمینون مین پناہ گزین ہوگئے، اور اپنے اوپر بنو عبس کے ایک پرجوش شخص کو سردار مقرر کیا، اور صقلیہ کے جابر بادشاہ نے اون کے کوہستانی قلعون مین اُن کا محاصرہ کیا، اور اون کو گھیر کر قلعہ سے نیچے اتار دیا، اور اون کو سمندر کے پار کردیا، اور اون کو لوجارہ مین لیجا کر آباد کردیا، اور پھر جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا اور جو مسلمان وہان تھے اون کو جلاوطن کردیا، اور اون کے بھائیون کے ساتھ لیجا کر انھین

آباد کر دیا، اور صقلیہ اور جزیرون پر قابض ہو گیا، اور کلمۂ کفر کو رائج کر کے کلمۂ اسلام کو مٹا دیا،

مسلمانانِ نوسیرا کی تعداد نوسیرا مین ان جلاوطن مسلمانون کی مجموعی تعداد صرف ساٹھ ہزار تھی، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"فریڈریک دوم کی پالیسی سے ساٹھ ہزار عرب اپولیا کے شہر نوسیرا مین منتقل کر دئے گئے"[۱]

نوسیرا نوسیرا اکمپانیا (اٹلی) کے صوبہ سلرنو کا ایک شہر ہے، جو کوہ البینو کے قریب نیپلز سے ۲۴ میل پر واقع ہے، اور اٹلی کے نقشہ مین آج بھی نظر آتا ہے، طول البلد ۱۵ درجہ اور عرض البلد ۴۱ درجہ ہے، یہی شہر مسلمانانِ صقلیہ کی سب سے آخری خوابگاہ ہے،

اس شہر کی اصل شہرت مسلمانون کی آبادی کے قیام کے بعد ہوتی ہے، اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے خیال کے مطابق غالباً اسی لئے اس شہر کا نام نوسیرا ڈی پیگانی (NOCERA DIE PAGANI) (یعنی کافرون کا نوسیرا) قرار پایا، اور اس کا یہی قدیم نام یورپ مین مشہور ہے، عرب مورخین مین سے ابن خلدون اس شہر کو لوجارہ (بالجیم) لکھتا ہے،

بیگانی مسلمان اسی شہر مین آباد کئے گئے تھے، پھر یہان سے پھیل کر اس شہر کے جانب مغرب ایک میل پر آباد ہو گئے، یہ خالص اسلامی آبادی تھی، عیسائیون کے درمیان اس جدید آبادی کا لقب "بیگانی" یعنی کفار کی آبادی پڑ گیا،[۲]

نوسیرا مین اسلامی آبادی کے قیام کا مقصد فریڈریک دوم نے ان "کفار" کو دین مسیحی کے مرکزی مقام مین لیجا کر کیون آباد کیا، یہ کچھ زیادہ تشریح طلب نہین، فریڈریک کو پاپائے روما اور مذہب عیسوی سے جو بدعقیدگی تھی، اوسی کا یہ ادنی

---

[۱] ابن خلدون ج ۶ صـ ۲۸۰ و اماری صـ ۴۹۱ و تقویم البلدان ابو الفدا، صـ ۳۲، ابن خلدون کے مطبوعہ نسخہ مین "بنو عبس" کے بجائے "بنی عباس" ہی، جو صحیح نہین معلوم ہوتا، اور بعض مورخین نے سلطان ابو زکریا کی وفات ۶۴۶ھ مین لکھی ہے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صـ ۸۳، و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۱ صـ ۱۴۲ (فریڈرک دوم) و ج ۲۵ صـ ۲۴ (سسلی)

[۲] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۱۹ صـ ۷۳۰ (نوسیرا انفیریورو)

کرشمہ تھا، وہ مجاہدینِ اسلام کی فوجی قوتون سے آگاہ تھا، پاپائے روما سے ہمہ وقت اوسے برسرپیکار ہونے کی ضرورت پیش آتی تھی، اس لئے پاپائے روما اور سلطنتِ کلیسا کا مقابلہ کرنے کیلئے ان "کفار" سے زیادہ بہتر سپاہ کہان مل سکتی، اس لئے فریڈریک نے صقلیہ سے ان کو جلاوطن کرکے ایک طرف سسلی کے عیسائیون کے جذبات کا پاس کیا، اور دوسری طرف اٹلی مین انھین آباد کرکے پاپائے روما کے سرپر دشمن کی ایک مسلح فوج مستقل طور پر کھڑی کردی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین فریڈریک کا سوانح نگار لکھتا ہی:-

"اور باغی مسلمانون کو زیر کیا، بعد مین ان مسلمانون مین سے اکثر نے جو یورپ بھیج دئے گئے تھے، اور نوسیرا مین مقیم ہوئے تھے، اسکے لئے بیش قیمت فوجی خدمات انجام دین،،

اور ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"اور شہنشاہ اور اوسکے لڑکے مینفریڈ نے دشمنانِ مسیح (مسلمانانِ نوسیرا) سے رومن چرچ کے خلاف اپنی جنگون مین (فوجی) خدمات لیکر تقویت حاصل کی، اور "ذلت" اوٹھائی"

فریڈریک دوم کی وفات

فریڈریک دوم نے ۱۳ دسمبر ۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ کو وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ کے رو سے سسلی مین اپنے بجائے اپنے لڑکے کانرڈ (CON RAD) کو بادشاہ اور اپنے دوسرے لڑکے مینفریڈ (MANFRED) کو مدار المہام قرار دیا،[۱]

کانرڈ چہارم کانریڈین اور مینفریڈ جرمن فرمانروایانِ صقلیہ و ایطالیہ (۱۲۰۱۱۱۰)

۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ - ۱۲۶۶ء ۶۶۵ھ

کانرڈ چہارم (CONRAD VI) (۱۲۲۸ء ۶۲۶ھ - ۱۲۵۴ء ۶۵۲ھ) شہنشاہ فریڈریک دوم کی زندگی ہی مین جرمن اور رومن بادشاہ بن چکا تھا، فریڈریک نے اپنے وصیت نامہ مین اوسکو جرمنی اور سسلی کا بادشاہ

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۱۱ ص ۴۰ (فریڈریک دوم) و ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۲۳ (دی نارمنس)

بنایا، اور فریڈریک کی وفات کے بعد مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا کی قسمتون کا مالک بنا، اوسکی فرمانروائی چند روزہ ثابت ہوئی، اور بجز اسکے کہ اٹلی مین اوس نے ایک جنگ کی، اور بہ قرینِ غالب مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا سے فوجی خدمات حاصل کئے، اوسکی زندگی مین اور کوئی امر قابلِ ذکر نہین، اوس نے ۶۵۲ھ ۱۲۵۴ء مین وفات پائی، اور اوسکے دو سالہ بچہ کانرڈین (CONRADIN) (ب ۶۵۰ھ ۱۲۵۲ء ۶۶۶ھ ۱۲۶۸ء) کی تاجپوشی ہوئی، اور اوس کے سوتیلے چچا مینفرڈ (MANFRAD) نے اپنے کو مدار المہام قرار دیا، لیکن سسلی پر پاپائے روما کو کامل اقتدار تھا، پوپ کی جماعت نے اوسکی مدار المہامی کو بے اثر، غیر مستقل اور کمزور بنا دیا، بالآخر ایک آویزش کے بعد ۶۵۲ھ ۱۲۵۴ء مین صلح ہوئی، لیکن یہ صلح بھی پائدار ثابت نہین ہوئی، اور مینفرڈ پاپائے روما کی جماعت سے مشکوک ہوکر مسلمانانِ لوسیرا کے دامن مین پناہ گزین ہوگیا، اور انھی مسلمانون کی طاقت سے پاپائے روما سے ایک سخت معرکہ آرائی کی، اور پوپ کو شکست دیکر سسلی اور یورپ کے مقبوضاتِ سسلی پر اقتدار قائم کرلیا، اور پھر ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء مین کانرڈین کی وفات کی افواہ سن کر مینفرڈ پلرمو مین سسلی اور اوس کے یورپین مقبوضات کا بادشاہ بن گیا، اوسکی تاجپوشی کے بعد لوگون نے کانرڈین کو اٹلی بلا کر اس سے مقابلہ کرنا چاہا، لیکن اس پر آمادگی نہ ہوسکی، اور مینفرڈ یہان فرمانروائی کرتا رہا۱؎،

مسلمانانِ لوسیرا کے تعلقات جرمن فرمانرواؤن سے

مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا جس طرح فریڈریک کے معتبر سپاہی تھے، اوسی طرح اس کے جانشینون کی فوجی خدمات انجام دیتے رہے، اسلئے ان جرمن فرمانرواؤن سے مسلمان نو آباد مسلمانانِ ایطالیہ کے تعلقات خوشگوار رہے، مینفرڈ کے ارکانِ دولت مین بھی بیشتر تعداد مسلمانون کی تھی، جو اپنے اسلام پر قائم رہ کر شعائرِ اسلامی کا بالاعلان اظہار کرتے تھے، اور انھی مسلمانون کے اثرِ صحبت سے مینفرڈ بھی فریڈریک کی طرح اسلامی علومِ عقلیہ کا شایق تھا،

حسنِ اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک معزز مسلمان اہلِ علم قاضی جمال الدین محمد بن سالم شامی

۱؎ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۶ صفحہ ۹۶۷ (کانرڈ) و صفحہ ۹۶۸ (کانرڈین) و ج ۱۷ صفحہ ۵۶۸ (مینفرڈ)

قاضی[1] القضاۃ حماۃ (۶۰۴ھ ۱۲۰۷ء - ۶۹۷ھ ۱۲۹۷ء) ۶۵۹ھ ۱۲۶۰ء مین ملک الظاہر بیبرس الصالحی کی جانب سے سفیر بنکر منیفرڈ کے پاس گئے تھے، اور وہان کی اسلامی فضا سے متاثر ہو کر کچھ دنون مقیم رہے تھے، انھون نے منیفرڈ کے دربار اور لوسیرا کے مسلمانون کے چشم دید حالات مورخ ابو الفدا سے بیان کئے تھے، جسکو اوس نے اپنی تاریخ مین انھی کی زبان سے اجمالاً بیان کیا ہے اس سے اس عہد مین مسلمانان لوسیرا کے حالات کا اندازہ ہوتا ہی، وہ کہتے ہین:

> مین نے جس انبراطور (امپرر) کو دیکھا تھا، اوس کا باپ فریڈریک کے نام سے موسوم تھا، وہ سلطان ملک الکامل کا دوست تھا، فریڈریک نے ۶۴۸ھ مین وفات پائی، اور صقلیہ کا اور برطویل کا بادشاہ اوسکے بعد اوس کا لڑکا کراین فروریک (کانریڈبن فریڈریک) ہوا، پھر کرا کا انتقال ہوا، اوسکے بعد اوس کا بھائی منفریڈ ابن فروریک بادشاہ ہوا، اور اون مین سے ہر بادشاہ "انبراطور" (امپرر) کہلاتا تھا، اور انبراطور تمام فرنگی بادشاہون مین سے مسلمانون کا دوست تھا، اور علوم سے محبت رکھتا تھا، ......
>
> اور جب مین انبراطور منفریڈ مذکور کے پاس پہنچا، تو اوس نے میرا اکرام کیا، اور مین اوسکے پاس برطویل (اٹلی) کے شہرون مین سے ایک شہر انبولیہ مین جو اندلس سے متصل تھا، ٹھہرا، اور اوسکے ساتھ بارہا اکٹھا ہونے کا موقع ملا، مین نے اوسکو ممتاز، اور علوم عقلیہ کا دوست پایا، کتاب اقلیدس کے دس مقالات اوسکو زبانی یاد تھے، ......
>
> اور جس شہر مین مین مقیم تھا، اوسی کے قریب ایک شہر لوجارہ کے نام سے موسوم تھا، اوسکے تمام کے تمام باشندے

---

[1] قاضی جمال الدین کے متعلق ابو الفدا لکھتا ہی، امام وقت و فضلاے روزگار مین ہین، مختلف علوم منطق، ہندسہ، اصول دین، فقہ، ہیئت اور تاریخ مین دستگاہ رکھتے ہین، اون کی مختلف تصنیفات حسب ذیل ہین،

مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب (یعنی تاریخ ایوبیہ) رسالۃ الانبروریہ فی المنطق، یہ رسالہ شاہ صقلیہ کیلئے اوسی زمانہ مین علم منطق مین لکھا تھا، مختصر الاغانی، یہ کتاب اغانی کی عمدہ تلخیص ہے پھر ابو الفدا کہتا ہی "مین بارہا ان کے پاس حماۃ گیا، اور کتاب اقلیدس کے اکثر اشکال کو اون سے حل کیا، اور اون سے استفادہ کیا، عروض مین ابن حاجب کا جو منظوم رسالہ ہے اوس کی شرح بھی ان سے پڑھی، اس لئے کہ جمال الدین نے اوسکی نہایت عمدہ شرح لکھی تھی، اور اسی طرح کتاب اغانی مین جو اسما ہین، اون کی تصحیح بھی اون سے حاصل کی،

مسلمان تھے، جو جزیرہ صقلیہ کے رہنے والے تھے، اوس شہر مین وہ جمعہ قائم کرتے تھے، اور شعائرِ اسلام کا اعلان کرتے تھے، ....

مین نے امبراطور منفریذا کے بڑے بڑے اربابِ دولت کو مسلمان پایا، وہ اوسکی چھاونی مین اذان دیتے اور نماز پڑھتے تھے،"

مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا کی ان مذہبی، تمدنی اور معاشرتی آزادیون کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا اور ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ وغیرہ مین یورپین مورخین نے بھی کیا ہے،

پاپائے روما اور جرمن فرمانروا کے تعلقات مین کشیدگی اسلام اور مسلم نوازی کے باعث

مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا کی یہی مذہبی آزادیان اور اس جرمن فرمانروا کی یہی مسلم نوازیان پاپائے روما کی بارگاہ مین قابلِ ملامت ٹھہرین، چنانچہ اسی بنا پر اس عہد کے پاپائے الکزنڈر چہارم (ALEXANDRA IV ۱۲۵۴ء تا ۱۲۶۱ء / ۶۵۲ھ تا ۶۶۰ھ) نے اولاً اوسی وقت مینفریڈ کے خلاف کوچ کیا جب اوس نے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا تھا، اور اوسی وقت اوسکو کلیسا اور مسیحیت سے خارج قرار دیا، لیکن مینفریڈ نے اپنے مسلمان دوستون کی امداد سے کلیسا پر فتح پائی، اور سلطنتِ کلیسا کے بنائے کچھ نہ بن پڑی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین ہے:۔

"لیکن پوپ نے جس کے نزدیک مینفریڈ کا مسلمانون سے امداد لینا سخت ترین جرم تھا، مینفریڈ کی تاجپوشی کو باطل قرار دیا، اور کلیسا سے خارج کر دیا، ..... مینفریڈ نے اس سے بے پروا ہو کر پوپ کو شکست دے دی، ...."

جرمن فرمانروا کے خلاف فرانس سے پوپ کی استمداد اور صقلیہ کے تاج کی پیشکش

جب سلطنتِ کلیسا اپنی فوجی طاقت سے اس جرمن فرمانروا کو زیر نہ کر سکی تو فرانس سے اوسکے مقابلہ مین استمداد کی، اور شاہِ فرانس لوئی نہم کے بھائی چارلس آف انجو کو پوپ اربن چہارم (URBEN IV ۱۲۶۱ء تا ۱۲۶۵ء / ۶۶۰ھ تا ۶۶۴ھ) نے صقلیہ کا تاج و تخت پیش کیا،

چارلس اس تاج و تخت کے قبول کرنے پر رضامند ہو کر اٹلی آیا، اور مینفریڈ سے معرکہ آرائی شروع ہوئی، مینفریڈ

اسلامی فوج کی امداد کے باوجود میدان جیت نہ سکا، اور میدانِ جنگ ہی مین ۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء کو مارا گیا، اور سسلی مین فرانسیسی حکومت قائم ہوگئی،

اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے جرمن حکومت کا خاتمہ

اگرچہ مینفرڈ کے بعد کانرڈین نے پھر صف آرائی کی اور اپنی فوجی قوت کے استحکام کیلئے لوسیرا آیا، لیکن پھر فتح و شکست کے اوتار چڑھاؤ کے بعد دشمنون کے ہاتھ مین گرفتار ہوگیا، اور ۶۶۶ھ ۱۲۶۸ء مین بغاوت کے جرم مین دار پر چڑھا دیا گیا اور محض اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے اس جرمن حکومت کا خاتمہ ہوگیا، قاضی جمال الدین نے بھی ان جرمن فرمانرواؤن کی پاپائے روما سے آویزش اور اسکی بنیادون کی اسلام دوستی و مسلم نوازی کو اجمالاً بیان کیا ہی، وہ کہتے ہین:۔

"انبراطور کے پاس سے میرے واپس آجانیکے بعد پوپ یعنی فرنگی خلیفہ وریدفرانس نے انبراطور سے معرکہ آرائی کا قصد کیا اور پوپ کا ان سب کے ناجائز قرار دینے کا سبب انبراطور کا مسلمانون کی جانب مائل ہونا تھا، اور اسی طرح اسکا بھائی کرا اور اس کا باپ فریڈریک بھی کلیسای روما کی جانب سے خارج قرار دیے گئے تھے، کیونکہ وہ لوگ بھی اسلام کی طرف مائل تھے،........"[1]

(۱۳، ۱۴)

چارلس اوف انجو اول و چارلس دوم فرانسیسی فرمانروایان صقلیہ و اطالیہ

۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء - ۷۰۰ھ ۱۳۰۰ء

پاپائے روما نے ہونسٹفن خاندان کے جرمن شہنشاہون کی صقلیہ سے فرمانروائی کا خاتمہ اسلئے کیا تھا کہ وہ "دشمنان مسیح" کی امداد سے کلیسا کی طاقت کے اقتدار کو تسلیم نہین کرتے، اور دشمنانِ مسیح کو اٹلی کے قلب مین لاکر بٹھائے ہوئے ہین محض اسی لئے فرانس کے شاہی خاندان کو صقلیہ کا تاج قبول کرنے کی دعوت دیگئی،

چارلس اول (CHARLES I) (۶۲۴ھ ۱۲۲۶ء - ۶۸۴ھ ۱۲۸۵ء) لوئز ہشتم شاہ فرانس کا ساتوان لڑکا اور

---

[1] تاریخ ابوالفداء ج ۴ ص ۳۹، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۱۷، ص ۵۶۰، (مینفرڈ) ج ۶، ص ۹۶، (کانرڈین)

انجو کا کاؤنٹ تھا، اور اب پوپ کی دعوت پر نیپلز اور سسلی کی بادشاہی قبول کی،

اس جدید خاندان کی فرمانروائی کے آغاز کے ساتھ ہی لوسیرا اور نوسیرا کے مسلمانون کے سیاسی وجود کا خاتمہ ہوگیا، اور نہ صرف یہ کہ ان کے قدردانون کی حکومت اب باقی نہین رہی بلکہ وہ روز بروز پاپائے روما کے احکام کے بموجب بے دست و پا ہوتے گئے، اور اون کی مذہبی آزادیون پر پابندیان عاید ہوتی گیئن لیکن چارلس اول کو اپنے عہد حکومت مین ان مسلمانون کے قطعی استیصال کا موقع نہ مل سکا کہ سسلی کے تخت کا ایک نیا دعویدار پیٹر سوم آف ارگون (PETER III OF AROGON) پیدا ہوگیا تھا، کیونکہ اوس سے مینفریڈ کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی اسلئے چارلس اول انھی آویزشون مین مصروف رہا، یہانتک کہ ۶۸۴ھ ۱۲۸۵ء مین اوس کا انتقال ہوگیا،

چارلس اول کا جس وقت انتقال ہوا پیٹر سوم اوسکی فوجون کو شکست دیچکا تھا، اور چارلس کا لڑکا، چارلس دوم (۶۸۴ھ ۱۲۸۵ء تا ۷۰۹ھ ۱۳۰۹ء) پیٹر کے ہاتھ مین گرفتار تھا، لیکن انگلستان کے فرمانروا ایڈورڈ اول نے ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء مین چند شرائط پر پیٹر اور چارلس دوم کے درمیان مصالحت کرادی، اور اس صلحنامہ مین ممالک کی تقسیم کے رو سے اٹلی کے بدبخت مسلمانون کی قسمت اسی چارلس دوم کے ہاتھ مین آگئی، اور اس فرانسیسی خاندان کو ان مسلمانون کے استیصال کا موقع مل گیا، اور اس طرح دراصل مسلمانان صقلیہ کی سب سے آخری بربادی کی ذمہ داری بالواسطہ شاہ انگلستان ایڈورڈ اول کے سر عائد ہوتی ہی ورنہ ہوسکتا تھا کہ ہوہنسٹفین خاندان کے تعلق سے یہ مسلمان آیندہ کسی دوسرے ماحول مین ہوتے،

بہرحال چارلس دوم کے برسر اقتدار ہوتے ہی اسی کے عہد حکومت مین ان مسلمانون کی قسمتون کا آخری فیصلہ صادر ہوگیا، سیاسی وجود کا خاتمہ پہلے ہوچکا تھا، مذہبی آزادیون پر پابندی پہلے عائد ہوچکی تھی، اب وہ وقت بھی آگیا کہ کلمۂ اسلام کا پڑھنا زبردستی ممنوع قرار دیا گیا، اور انھین بجبر عیسائیت کا بپتسمہ دیدیا گیا، اور لوسیرا اور نوسیرا کے سارے مسلمان جن کی تعداد اسّی ہزار تھی، انھی یورپین مورخین کے بیانون سے ثابت ہوچکی ہے ۷۰۰ھ ۱۳۰۰ء مین عیسائی بنائے گئے، اور یہ دونون شہر بھی کلمۂ اسلام سے خالی ہوگئے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین مسلمانان نوسیرا کے متعلق ہی:-

"مسلمانان صقلیہ قلب ایطالیہ مین رہ کر اپنے مذہب اور اپنی معاشرت کو قائم رکھے ہوئے تھے، یہانتک کہ

تیرہوین صدی کے آخر مین خاندان انجونزان کا قطعی استیصال کر دیا۔"

اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین مسلمانان لوسیرا کے متعلق ہے۔

"شروع مین انھین مذہبی آزادی حاصل رہی لیکن ۱۳۰۰ء مین وہ جبریہ عیسائی بنایے گئے۔"

یہی ہے اون مسلمانان صقلیہ کا حسرتناک انجام جنھون نے یورپ مین اپنے تہذیب و تمدن اور علوم و آداب کی ایسی داغ بیل ڈالی جس پر جدید یورپ کے جدید تہذیب و تمدن اور جدید علوم و آداب کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی۔ لیکن اون کے ان احسانات کے باوجود اس قوم کا ایک ایک متنفس یورپ کے چپہ چپہ سے محض تنگ نظر و ننگ انسانیت علمبرداران مسیحیت کے تعصب و جہالت کی بدولت حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا، اور پورا جزیرہ صقلیہ مع اپنے وسیع معنی اطلاق کے مسلمانون کے وجود سے خالی ہو گیا، اور اس ساری سرزمین مین ایک متنفس بھی کلمہ اسلام کا پڑھنے والا باقی نہین چھوڑا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کی بھی یہی شہادت ہے سسلی کا مقالہ نگار لکھتا ہے،

"نورمنون نے عیسائیت کے فروغ مین اپنی آخری کوششین صرف کر دین اور اب صقلیہ کی سرزمین پر سسلی کے مخصوص باشندے رہ گئے، اور سب کے سب ایک قوم اور ایک مذہب کے سلسلہ مین داخل ہو گئے۔"[1]

مسلمانان صقلیہ کے اس حسرتناک انجام کے سات سو برس بعد بیسوین صدی مین ہمارا دردمند شاعر اقبال سسلی سے گذرا، اور اس خوبصورت جزیرہ پر نظر پڑتے ہی صقلیہ کی یاد تازہ ہو گئی، فور جذبات مین چند قطرات اشک کاغذ پر ٹپک پڑے، اور سسلی کو مخاطب کر کے صقلیہ کی "تہذیب حجازی" کو جواب عہد رفتہ کا ایک فراموش شدہ واقعہ اور تاریخ اسلام کی ایک گم شدہ کڑی بنچکی تھی یاد کر کے یون اشکبار ہوا،:۔

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خون نابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار
تھا یہان ہنگامہ اون صحرا نشینون کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینون کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہون کے دربارون مین تھے
بجلیون کے آشیانے جن کی تلوارون مین تھے
اک جہان تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۵ صفحہ ۹۲۳ (چارلس اول و دوم) مجلد ۱، صفحہ ۹۶ (الویرا) ج ۲۵ صفحہ ۳۵ (سسلی) ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۱۰ صفحہ ۵۲۰ (دی نارمنس)

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قم سے ہوا آدمی آزاد زنجیرِ توہم سے ہوا،

غلغلون سے جسکے لذت گیر اب تک گوش ہی،

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہی،

آہ اے سسلی سمندر کی ہے تجھ سے آبرو رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا مین ہے تو
زیب تیرے خال سے رخسارِ دریا کو رہی تیری شمعون سے تسلی بحر پیما کو رہی
ہو سُبک چشمِ مسافر پر ترا منظر مدام موج رقصان تیری ساحل کی چٹانون پر مدام

تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا

حسنِ عالم سوز جس کا آتشِ نظارہ تھا

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر
آسمان نے دولتِ غرناطہ جب برباد کی ابن بدرون کے دلِ ناشاد نے فریاد کی
غم نصیبِ اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا، چُن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

مرثیہ تیری تباہی کا مری قسمت مین تھا

یہ تڑپنا اور تڑپانا مری قسمت مین تھا

ہے ترے آثار مین پوشیدہ کس کی داستان تیرے ساحل کی خموشی مین ہے اندازِ بیان
درد اپنا مجھ سے کہہ مین بھی سراپا درد ہون جسکی تو منزل تھا مین اُس کاروان کی گرد ہون
رنگ تصویرِ کہن مین بھر کے دکھلادے مجھے قصہ ایامِ سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے

مین ترا تحفہ سوئے ہندوستان لے جاونگا،

خود یہان روتا ہون اورون کو وہان رُلوانگا،

سید ریاست علی ندوی، ۳۰ اگست سنہ ۱۹۳۱ء

تصحیح اغلاط

ذیل کی چند اہم مطبعی غلطیون کی تصحیح کر لی جائے،

صفحہ	سطر	غلط	تصحیح
۱۲	۲	اور شمالی ۴۰ درجہ،	اور شمالی ۳۸ درجہ،
۳۰	۱۵	جنمین عرب کے ممتاز شریف قبائل،	جنمین کوئی اقامت کی نیت سی نہین آیا، پھر ۲۱۲ھ ۸۲۷ء سی مسلمانون کے مختلف گروہ اقامت کیلئے آئینگے، جنمین عرب کے ممتاز شریف قبائل،
۹۹	۴	بشیر بن صفوان،	بشر بن صفوان،
۱۱۶	۹	جووہ،	جو رومی
۲۲۰	۷	اس کی حکومتین،	اسلامی حکومتین،
۲۵۶	۸	صاحبِ افریقیہ،	حاجبِ صقلیہ،
۲۷۱	۱	ابراہیم بن احمد (۲۳)	ابراہیم بن احمد (۲۴)
۲۷۷	۹	والی صقلیہ (۲۴)	والی صقلیہ (۲۵)
۲۷۹	۴	〃 〃 (۲۵)	〃 〃 (۲۶)
۲۸۰	۱	〃 〃 (۲۶)	〃 〃 (۲۷)
〃	۵	〃 〃 (۲۷)	〃 〃 (۲۸)
۳۵۸	۱۵	اس کا نام نقفور چھپا ہی،	اس کا نام تقفور چھپا ہی،
۴۲۷	۱۸	تاریخ عرب الیور تھیچر،	تاریخ یورپ الیور تھیچر،
۴۹۷	۲	سنہ ۵۸ھ ۱۱۹۰ع	سنہ ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ع

تصحیح اغلاط دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱	جو یاقوت کے زمانہ تک موجود تھا،	اور اسکا ایک رسالہ "بلرم" پر سنہ ۱۸۴۵ء مین شائع بھی ہوا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ یہی رسالہ ہو، ورنہ بلرم پر اس کے کسی مستقل رسالہ کا تذکرہ قدیم ماخذون مین نظر سے نہین گذرا، اور عربی زبان مین ایک اور کتاب لمحة البهجة العلمیه فی بعض النسبة لصقلیه لشیخ محمد بن طیب القادری الحسنی، کتب خانۂ قسطنطنیه مین ہے، یہ ابن القطاع، اصفہانی اور ابن سعید سے ماخوذ ہے، اور غالبا کوئی حدیث العہد تصنیف ہے، حاجی خلیفہ تک نے تذکرہ نہین کیا ہے،
۵	۱۸	فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین،	فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین سے مؤخر الذکر دونون زبانون مین ذیل کی بعض قابل ذکر کتابین ہین، Histoere de la domination normande en Italie et en Sicilie by F. Chalandon 2 vols Paris 1907 Poesie und Kunst der Araber in Spanien und Sicilian, by Von Schack, 2 vols "Islamstudien" by Becker لیکن افسوس ہے کہ ان اوراق کی تالیف کے وقت تک ان سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا، اور باقی رہی انگریزی زبان تو اس مین،

سیر الانصار کے شروع میں مبسوط مقدمے ہیں جنمیں صحابہ کی ان دونون قسمون کے نسبی خاندانی تمدنی حالات اور زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک انکی اجمالی تاریخ ہے،

جو لوگ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کی اخلاقی، مذہبی، علمی اور سیاسی تصویر دیکھنا چاہتے ہین. اور اُن کی برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، اُن کے لئے اس سلسلہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے، اس سلسلہ کے حسب ذیل حصے اب تک شائع ہوچکے ہین،

اسوۂ صحابہ جلد اوّل - اسمین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت کے متعلق نہایت مستند اور پُر اثر واقعات ہین، ضخامت ۳۴۲ صفحات، قیمت :- ۸ روپے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، اس حصہ مین صحابۂ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی خدمات اور کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۴۷ صفحات، قیمت :- للعہ

اسوۂ صحابیّات، یہ کتاب صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقّع ہے، ضخامت ۸۹ صفحات، قیمت :- عہ

خلفائے راشدین رضٰ، اس کے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین خلافت کی مذہبی اور سیاسی حیثیت پر بحث ہے اور بہ ترتیب چارون خلفائے کرام کے ذاتی حالات، فضائل اور ان کے مذہبی علمی سیاسی کارنامون اور فتوحات وغیرہ کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۳۲ صفحات، قیمت ہے

مہاجرین جلد اوّل - ابتدا مین ایک مقدمہ ہے جسمین قریش اور مہاجرین کے دوسرے قبائل کی زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک اجمالی تاریخ ہے، اور خلفائے راشدین رضٰ کے علاوہ بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ اور ۳۸، اکابر مہاجرین صحابہ کے حالات، سوانح اور اخلاق و فضائل ہین، ضخامت ۴۲۹ صفحات، قیمت للعہ

مہاجرین جلد دوم، اسمین بقیہ ۴۶ مہاجرین کرام کے سوانح، اخلاق و فضائل اور انکے سیاسی

مجاہدات و کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۶۳ صفحات قیمت ۳ہر،

سیر الانصار جلد اوّل، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے، جس مین انصار کی اجمالی تاریخ ہے، اور ۵۰ انصار کرام کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے مذہبی علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۶۰ صفحات، قیمت ۳ہر

سیر الانصار جلد دوم، اس مین بقیہ انصار کرام کے مفصل حالات ہین، ضخامت ۲۸۰ صفحات، قیمت :- عہ ر

سیر الصحابیات، اس مین ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیات کی سوانحعمریان اور اُن کے علمی اور اخلاقی کارنامے ہین، ضخامت ۱۸۹ صفحے، قیمت: عہ

سیر الصحابہؓ جلد ششم، اس مین امیر معاویہؓ حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے سیاسی مجاہدات و کارنامون اور اختلافات کی پوری تاریخ ہے، ضخامت ۳۰۶ صفحات، قیمت: ہے،

سرگذشت ادب ترکی

از سید ریاست علی ندوی

مسلمانانِ ہند جہان ترکون سے اپنی صدیون کی وابستگی کے باعث اُن کے سیاسی کارنامون کے ایک ایک حرف سے آشنا ہین عجب اتفاق ہے کہ اُنکے ادبیات اور علمی ترقیون سے اُسی درجہ بیگانہ ہین، اس مختصر رسالہ مین ادب ترکی کی سرگذشت کا اجمالی خاکہ قلمبند کیا گیا ہے، اور قریب قریب ترکی ادب کی تاریخ کے تمام ابواب اور ہر دور کے ممتاز شعراء کا تعارف کرا دیا گیا ہے، حجم تقطیع $\frac{۲۰×۳۰}{۱۶}$ کے ۲۰ صفحے قیمت ۲ر

"منیجر دار المصنفین"

Allama Iqbal Library
19101

طابع و ناشر: محمد ادیس و آدمی،

THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No. ۹۲۵ Book No. ر ۵۲۸ ت ۱۰

Vol. ______ Copy ______

Accession No. ۱۹۱۰۱

Title تاریخ صقلیہ۔
Author ریاست علی ندوی۔
Accession No. ۱۹۱۰۱
Call No. ۹۲۵ ر۵۲۸ ت۱.

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Jammu & Kashmir
University Library,
Srinagar.

1. Overdue charge of *one anna* per-day will be charged for each volume kept after the due date.

2. Borrowers will be held responsible for any damage done to the book while in their possession.